بیان المصائب

۲۸ رجب سے لے کر ۸ ربیع الاول
کے مصائب و آلام پر مشتمل جامع کتاب



مجموعہ تقاریر

مؤلف

خطیب عالم اسلام حضرت علامہ صادق حسن نجفی

بیان المصائب

۲۸ رجب سے لے کر ۸ ربیع الاول
کے مصائب و آلام پر مشتمل جامع کتاب

مجموعہ تقاریر

خطیب عالم اسلام حضرت علامہ صادق حسن نجفی

پیش کش

حجۃ الاسلام علامہ ریاض حسین جعفری (دام ظلہ)
ریسرچ سکالر اسلامک یونیورسٹی قم، ایران

ناشر: ادارہ منہاج الصالحین
الحمد مارکیٹ فرسٹ فلور دکان نمبر 20، غزنی سٹریٹ، اردو بازار، لاہور
فون: 042-37225252 ، 0301-4575120

کتاب : بیانُ المصائب

مؤلف : خطیب عالم اسلام حضرت علامہ صادق حسن نجفی

مرتب : علامہ ندیم عباس حیدری علوی

پیش کش : حجۃ الاسلام علامہ ریاض حسین جعفری

پروف ریڈنگ : اسد علی ڈار

فنی تعاون : محمد عمران حیدر

تعداد : 1000

اشاعت : 2018ء

ہدیہ : 300 روپے

ملنے کا پتہ

ادارہ منہاج الصالحین ۔ لاہور

الحمد مارکیٹ فسٹ فلور دکان نمبر 20۔ غزنی سٹریٹ، اردو بازار، لاہور

فون: 042-37225252 ، 0301-4575120

ترتیب

★★★

امام حسین علیہ السلام کا مدینہ سے رخصت ہونا

آج ہم نے مدینہ سے امام حسین علیہ السلام کی رخصتی پڑھنا ہے۔ ۲۸ رجب ۶۰ ہجری کا قافلہ تیاری کے مراحل میں ہے۔ اتنے میں جناب عبداللہ ابن عباسؓ آئے۔ عبداللہ ابن عباسؓ کسی چھوٹی شخصیت کا نام نہیں ہے، بلکہ میرے مولاؑ کے شاگرد ہیں جن کو ساری رات مولاؑ نے ''بسم اللہ'' کی تفسیر سنائی اور ختم نہ ہوئی۔ مولاؑ کے اتنے قریبی رشتہ دار ہیں کہ ایک طرف First Cousion بنتے ہیں تو دوسری طرف اُنھی کی بیٹی جنابِ لبابہ کو جنابِ عباسؑ علمدار کے لیے اپنی بہو کے طور پر منتخب کیا۔

ساری زندگی علیؑ کے ساتھ گزارنے والے جنگِ صفین میں جب یہ طے ہوا کہ ایک آدمی علیؑ کی جانب سے بھیجا جائے گا، تو مولاؑ نے اپنے سارے لشکر میں انتخاب کیا عبداللہ ابن عباسؓ کا اور ایک عجیب مشورہ اُن کو دیا، جو نہج البلاغہ میں غالباً مکتوب نمبر ۷۸ میں ہے۔ آج کل بچوں اور نوجوانوں کے لیے وہ چیز سمجھنا بہت اہم ہے۔

خیر!

عبداللہ ابن عباسؓ آ کر کہتے ہیں:

آقا حسینؑ! اگر جانے کا ارادہ ہے تو کوفہ ہرگز نہ جانا، مجھ سے زیادہ کوفہ کو اور کون جانتا ہے؟

آپ مولاؑ کے ساتھ کوفہ گئے تھے اور پھر مولاؑ کی شہادت تک کوفہ میں رہے۔

اب یہ وہ لوگ ہیں جنھیں ہم دشمنوں کی فہرست میں جگہ نہیں دیتے، مگر مشورہ ان سب کا یہی نظر آرہا ہے۔ یہ ڈر کہ باطل بہت بڑھ گیا ہے۔ یہ ڈر کہ باطل بڑا طاقتور ہو گیا ہے اور سب سے زیادہ یہ ڈر کہ تم اکیلے رہ گئے ہو۔

میں پھر اپنی عادت کے مطابق ایک بات کہہ کے مصائب کے مرحلے کو آگے بڑھاتا ہوں۔

دیکھیے!

یہ Face book اور موبائل کا اتنا بڑھتا ہوا استعمال 3G، 4G اور پتہ نہیں کیا کیا G، وہ سب تو اپنی جگہ، چھوٹی سی اپنے خاندان کی birthday پارٹی ہو تو وہاں بھی یہ کہہ کے خاموش کرا دیا جاتا ہے کہ تم اکیلے کیا کرلو گے، میں شادی کی بات بھی نہیں کر رہا جہاں دو سو تو بلائے جاتے ہوں گے نا، میں تو خالی ایک birthday پارٹی کی بات کر رہا ہوں، وہاں بھی ہمیں نہیں بولنے دیا جاتا ہے۔ یہ کہہ کر نہ بولنے دیا جائے تو الگ بات ہے کہ بھئی یہ آپ شریعت محمدیؐ کا مسئلہ بتا رہے ہو، اس سے ہمارا کیا تعلق ہے، یہ نہیں کہا جاتا بلکہ یہ کہا جاتا ہے کہ تم اکیلے کیا کرلو گے؟

تو ہر سال ایام عزاء یہ یاد دلاتے ہیں کہ حسینیت تو نام ہی اس بات کا ہے کہ جب سب خاموش رہیں تب تم کو بولنا ہے۔ کربلائی تو کہتے اسی کو ہیں کہ جب سب کے ہونٹوں پہ اپنے اپنے مفادات کے تالے لگے ہوں تب تم آگے بڑھ کر قربانی دو۔

ہم سے تو وہ قربانی بھی نہیں مانگی جا رہی جو اصحاب امامؑ سے مانگی گئی تھی کہ خاندان کو چھوڑنا پڑے گا۔ وطن کو خیرباد کرنا پڑے گا، کہہ دیا، بھوک اور پیاس کے مرحلے سے گزرنا پڑے گا۔۔۔۔ گزر گئے۔

بس!

جب ۲۸ رجب کی شب آئی یا ۲۸ کا دن آیا تو حسینی قافلہ تیار ہونے لگا۔ محلہ بنی ہاشم میں پہرا لگ گیا، آج محلہ بنی ہاشم کا انتظام اور کنٹرول عباسؑ جیسے غیرت مند بھائی کے ہاتھ میں ہے۔ بالغ تو بالغ نابالغ ممیز بچہ بھی آج محلہ بنی ہاشم کی کسی گلی سے نہیں گزر سکتا کیونکہ حسینؑ کا حرم جا رہا ہے اور سواریاں بھی کس شان کے ساتھ لائی گئی ہیں۔ جب وارث زندہ ہوں نا، جب بہنوں کے پردوں کے محافظ بھائی زندہ ہوتے ہیں، تب اسی انداز کا اہتمام ہوتا ہے۔

آج محملیں بھی ہیں، اماریاں بھی ہیں، آج کچھ مومنین کے گریہ کی آوازیں ابھی سے سن رہا ہوں۔ آپ کا گریہ تو ابھی سے شروع ہو گیا لیکن رات کا اندھیرا چھایا اور پھر نیا ایامِ عزاء فاطمہ زہراؑ کے ماتم کی کیا کیفیت ہوگی۔

۲۸ رجب کا قافلہ تیار ہو رہا ہے۔ محملیں بھی ہیں، اماریاں بھی ہیں، پردے بھی ہیں اور ہر ایک کو سوار کرنے والے اس کے وارث بھی ہیں۔ آج اگر کوئی ماں آئے گی تو اسے کسی غیر کا سہارا نہیں لینا ہے۔ آج اس کا بیٹا زندہ ہے۔ آج اگر کوئی بہن آئے گی تو اسے کسی غیر کا سہارا نہیں لینا ہے۔ آج اس کا غیرت مند بھائی زندہ ہے۔ آج اگر کوئی بیٹی آئے گی تو باپ اسے گود میں اُٹھا کر محمل میں بٹھائے گا۔ آج شمر کے طمانچے نہیں لگیں گے۔ آج عمر بن سعد کے کوڑے نہیں پڑیں گے۔

حسینی قافلہ تیار ہو گیا۔ میرے آقا کو سورج ڈوبنے سے پہلے پہلے مدینہ سے نکلنا ہے۔ چنانچہ جب سواریاں آگئیں، انتظامات مکمل ہو گئے، ایک بار مولا حسینؑ کا پیغام بیت الشرف میں گیا۔ کنیز سے کہا: جا کر میری بہن زینبؑ سے کہہ دو کہ سواریاں آگئی ہیں، چلنے کی تیاری کرو۔

اس موقع کے دو جملے بیان کر کے آج مولا حسینؑ کا اتنا ہی سفر بیان کرتا ہے۔

اب جب یہ سواریاں تیار ہوگئیں تو جنابِ صغریٰ ایک مرتبہ آگے بڑھ کر جنابِ ربابؑ کے قریب آئیں۔ کہا: اماں! میں نے اپنے بھائی اصغرؑ کو ابھی تک گود میں بھی نہیں لیا۔ اصغرؑ کی پیدائش کو دو ہفتے بھی نہیں ہوئے اور صغریٰ ان دو ہفتوں سے بیمار ہے۔ بیمار بچی نے اپنے اس نومولود بھائی کو ابھی تک گود میں نہ لیا تھا لیکن جب دیکھا کہ آج میرا بھائی جا رہا ہے۔

کہا: اماں! ایک لمحے کے لیے اصغرؑ کو میری گود میں دے دو۔

مرحوم خطیبِ اعظم مولانا غلام عسکری صاحب اعلیٰ اللہ مقامہ یہ جملے اکثر نقل کیا کرتے تھے کہ ربابؑ نے اصغرؑ کو صغریٰ کی گود میں دیا۔ ننھی بہن نے بھائی کو لیا، کان پر منہ رکھ کے صرف ایک جملہ کہا۔

عزادارو!

یہی دو جملے ہیں ۲۸ رجب کی تاریخ میں۔

پہلا جملہ بہن بھائی سے کہہ رہی ہے اور دوسرا جملہ باپ کو بیٹے سے کہنا پڑا۔

جنابِ صغریٰ نے صرف اتنا کہا: بھیا! سب مجھے چھوڑ کر جا رہے ہیں کیا تم بھی مجھے چھوڑ کر چلے جاؤ گے؟

عزادارو!

اکبرؑ کا جانا تو ضروری ہے، یہ تو جنابِ صغریٰ بھی جانتی ہے۔

فرمایا: بھیا! تو بھی مجھے چھوڑ کر چلا جائے گا۔

بس!

یہ جملہ سننا تھا، ہے تو مولا علیؑ کا پوتا نا؟ بس اس طرح سے بہن کے سینے سے

چمٹ گیا۔

جنابِ ربابؑ آگے آئیں، کہا: اصغرؑ بیٹا! قافلہ تیار ہو چکا ہے، تیری ماں کو جانا ہے، میری گود میں آ جا۔

اصغرؑ آنے کو تیار نہیں ہے۔

جنابِ کلثومؑ آگے بڑھیں، جنابِ کبریٰؑ آگے بڑھیں، جنابِ فروہؑ آگے بڑھیں حتیٰ کہ جنابِ زینبؑ آگے بڑھیں لیکن اصغرؑ ہے کہ بہن کی گود چھوڑنے کو تیار ہی نہیں۔

امام حسین علیہ السلام نے پیغام پہ پیغام بھجوائے۔ جب تیسری مرتبہ امامؑ کا پیغام ملا تو امامؑ خود آگئے، فرمایا: بہن! تمھیں پتہ ہے کہ مغرب سے پہلے پہلے ہمیں مدینہ چھوڑنا ہے، اتنی دیر کیوں ہو رہی ہے؟

جنابِ زینبؑ نے کہا: بھیا! اصغرؑ نہیں مان رہا، اس طرح سے صغریٰؑ سے چمٹ گیا ہے کہ صغریٰؑ کی گود چھوڑنے کو تیار نہیں ہے۔

میرا آقا حسینؑ آگے بڑھا اور صرف ایک جملہ کہا:

اصغرؑ! میں تجھے کبھی تیری بہن سے الگ نہ کرتا لیکن جو جہاد میں کربلا میں کرنے جا رہا ہوں وہاں مجھے تیری ضرورت بھی پڑے گی بلکہ تُو تو میری فوج کا سب سے بڑا سپاہی بنے گا۔

بس عزادارو!

اتنا سننا تھا کہ بابا کی فوج کو میری ضرورت ہے تو اصغرؑ فوراً بہن کی گود سے باپ کی گود میں آ گیا۔

اس جملے کو بتاتے ہوئے ایک جملہ میں اور کہہ گیا، اس کی بھی وضاحت ضروری

ہے۔ جنابِ صغریٰؑ کب آئی جنابِ ربابؑ کے پاس؟

جب صغریٰؑ کو پتہ چل گیا کہ میں بابا کے ساتھ نہیں جارہی ہوں۔ جب تک صغریٰؑ کو اُمید تھی کہ میں بھی بابا کے ساتھ جاؤں گی تو دل میں خیال تھا، آگے جب میں صحت یاب ہو جاؤں گی تب اصغرؑ کو گود میں لوں گی لیکن جب یقین ہو گیا کہ میں نہیں جارہی تو صغریٰؑ کو یہ یقین کیسے ہوا؟

بس! ایک عجیب منزل آگئی!

صاحبانِ اولاد میری بات سے اتفاق کریں گے کہ ایک آدمی کی چھے اولادیں ہیں۔ تین کو ایک چیز دے اور تین کو نہ دے تو صبر آجاتا ہے، چار کو دے اور دو کو نہ دے تب بھی صبر آجاتا ہے لیکن ایک آدمی اپنی ساری اولاد کو ایک چیز دے رہا ہو مگر ایک کو دیکھ کر کہہ دے کہ تمھیں نہیں ملے گی تو جس کو نہیں ملے گی وہ چیز اس کے دل پہ کیا قیامت گزرے گی۔ میری خطا کیا ہے، میری غلطی کیا ہے، آخر مجھے کیوں محروم کیا جارہا ہے؟

جب امام حسینؑ نے اعلان کر دیا کہ آج میری ساری بیٹیاں میرے ساتھ چلیں گی لیکن صغریٰؑ نہیں جائے گی، سب میرے ساتھ چلیں گے، صغریٰؑ نہیں چلے گی۔

ذرا سوچئے

ننھی صغریٰؑ کے دل میں جا کر دیکھیے۔

ہائے بیٹی کے دل پہ کیا قیامت گزر رہی ہے۔ ارے میرے بابا سب کو لے جارہے ہیں، مجھے لے کر کیوں نہیں جارہے؟

واقعاً یہ مسئلہ ہمارے اور آپ کے لیے سوچنے کا تھا جب تک وہ روایت میرے سامنے نہ آئی۔

کون سی روایت؟

امام حسینؑ نے کہا: بیبیو! اب جاؤ صغریٰؑ کو خدا حافظ کہنا ہے لیکن دیکھو! بس جلدی سے جانا اور خدا حافظ کہہ کے آجانا۔ کوئی بی بی صغریٰؑ کے پاس ٹھہرے نہیں۔

امام حسینؑ کو معلوم ہے کہ جناب صغریٰؑ کسی نہ کسی کو اپنا سفارشی بنا کر لانے والی ہے اور یہی صغریٰؑ نے سوچا ہوا تھا مگر ہر بی بی آتی تھی، صغریٰؑ کے سر پہ ہاتھ رکھتی تھی اور کہتی تھی: صغریٰ بیٹی! خدا حافظ۔

اس سے پہلے کہ صغریٰؑ کچھ کہے حکمِ امامؑ کی اطاعت میں ہر بی بیؑ نے سر پہ ہاتھ رکھا اور خدا حافظ کہہ کے باہر آگئیں۔ آخر میں صغریٰؑ نے دیکھا کہ میری مہربان پھوپھی، ثانئ زہرا زینب کبریٰؑ میرے حجرے میں داخل ہوئیں۔ صغریٰؑ کو بھی معلوم ہے کہ بس میری یہ پھوپھی ہیں جو میری سفارش کرسکتی ہیں۔

عزادارو!

اِدھر زینبؑ نے سر پہ ہاتھ رکھا اور کہا: صغریٰؑ بیٹی! خدا حافظ۔

اُدھر ننھی بچی نے تڑپ کر پھوپھی کا دامن پکڑ لیا اور کہا:

پھوپھی اماں! آپؑ کی بیمار بھتیجی آج ایک فریاد لے کر آپؑ کے پاس آئی ہے۔ مشکل کشا کی بیٹی زینبؑ پوری دنیا کی حاجت روا ہیں، پوری اسلامی دنیا کی عورتیں اپنی حاجت لے کر بی بیؑ کے پاس آتی تھیں۔

صغریٰؑ نے کہا: پھوپھی اماں! آج آپؑ کی بھتیجی آپؑ کے پاس ایک حاجت لے کر آئی ہے وہ یہ کہ بابا سے اتنا کہہ دیجیے، مجھے تنہا اور اکیلا چھوڑ کر نہ جائیں، مجھے اپنے ساتھ لے جائیں۔

جنابِ زینبؑ شریکۃ الحسینؑ ہے نا، حسینؑ صغریٰؑ کو نہیں لے جانا چاہتے

زینبؑ حسینؑ ساتھی ہیں چنانچہ تسلی دی، کہا:

صغریٰؑ بیٹی! گھبراؤ نہیں، بہت تھوڑا سا وقت ہے، پھر ہم سب پلٹ کے تیرے پاس آئیں گے۔

ننھی بچی گھبرا کر کہتی ہے: پھوپھی اماں! مجھے معلوم ہے کہ آپ تو واپس آئیں گی لیکن میرا بابا واپس نہیں آئے گا۔

عزادارو!

بیٹی کی زبانی باپ کے بارے میں سننا تھا کہ زینبؑ نے تڑپ کر کہا:

بیٹی! تو نے یہ کیا کہہ دیا؟

جنابِ صغریٰؑ نے کہا: پھوپھی اماں! کل رات کو میری آنکھ کھل گئی۔ میرا دل گھبرا رہا تھا۔ گھر والے سو رہے تھے۔ میں ایک بار حجرے سے صحن میں گئی تو میں نے ایک عجیب منظر دیکھا۔ گھر کی پچھلی دیوار ہے، وہاں پہ سیاہ پوش بی بی بیٹھی تھی جو کہہ رہی تھی: ہائے میرا لال! ہائے میرا بیٹا! ہائے میرا حسینؑ کہہ کر میرے بابا کا ماتم کر رہی تھی۔ میں نے پہچان لیا کہ یہ میری دادی فاطمۃ الزہراؑ ہیں جو میرے بابا کا ماتم کر رہی ہیں۔

عزادارو!

ماں کا سننا تھا کہ اب تو زینبؑ سے بھی برداشت نہ ہوا، کہا:

صغریٰؑ! چل میں تیری سفارش کرتی ہوں۔ ایک مرتبہ صغریٰؑ کا ہاتھ پکڑ کر زینبؑ حسینؑ کے حجرے میں آئیں۔

اللہ! اللہ!

دو سفارشیں ایسی ہیں کہ حسینؑ نے سفارش کرنے سے پہلے ہی ایک مرتبہ

جواب دے دیا تھا۔ ایک یہ کہ جب سکینہ عباسؑ کو لے کر آئی تھیں کہ چلیں چچا میں آپؑ کی سفارش کرتی ہوں۔

دوسری یہ کہ آج مدینہ میں ۲۸ رجب زینبؑ حسینؑ کے حجرے میں صغریٰ کو لے کر داخل ہوئیں۔

حسینؑ نے منظر دیکھا امام وقت ہیں نا، امام زمانہؑ ہیں نا، سمجھ گئے۔

فرمایا: زینبؑ بہن! میں سمجھ گیا ہوں تو صغریٰؑ کو کیوں لے کر آئی ہو۔

زینبؑ! صغریٰؑ کی سفارش نہ کرنا، میں اپنی ہر بچی کو لے جاؤں گا مگر صغریٰؑ کو لے جانے کو تیار نہیں ہوں۔

اب زینبؑ پریشان ہوئیں اور کہا: بھیا! آخر میری صغریٰؑ کی غلطی کیا ہے؟

فرمایا: میری باقی جتنی بیٹیاں ہیں یا وہ میرے نانا رسولؐ خدا کی شبیہ ہیں یا وہ میرے بابا شیر خدا علی مرتضیٰؑ کی تصویر ہیں لیکن میری صغریٰؑ میری ماں فاطمہ زہراؑ کی شبیہ ہیں۔

ہائے حسینؑ بازارِ کوفہ، دربارِ شام، بلوائے عام، ہائے نامحرموں میں اپنی ماں فاطمہ زہراؑ کی شبیہ کو بے مقنع و چادر کے نہیں بھیج سکتا۔

وَسَيَعْلَمُ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَيَّ مُنْقَلَبٍ يَنْقَلِبُونَ ○

قافلہ حسینؑ کا کربلا میں داخل ہونا

قافلہ چل رہا ہے کہ اتنے میں سامنے جنابِ حُرؑ کا لشکر آیا۔ آقا حسینؑ کے قافلے کا رُخ موڑا گیا۔ اب یہ قافلہ چل رہا ہے اور اس کی کوئی منزل نہیں۔

انجان منزل ـــــ اِدھر حُرؑ قاصد کے ذریعے ابن زیاد کو خط لکھ کر اطلاع کر رہا ہے کہ حسینؑ میرے ساتھ ہیں۔ میں نے ان کو کوفہ کے راستے سے ہٹا دیا ہے۔ اب میرے لیے کیا حکم ہے؟ مگر اس سے پہلے کہ وہاں سے کوئی حکم آئے دو محرم کی سہ پہر کا وقت ہے کہ چلتے چلتے امام حسینؑ کی سواری کے جانور نے ٹھوکر کھائی۔

دیکھیے!

آپ حضرات ساری زندگی آقا حسینؑ کی عزاداری میں مصروف رہے ہیں اور اسی کو اپنی سب سے بڑی سعادت اور کامیابی سمجھ رہے ہیں۔ جنابِ فاطمہ زہراؑ کی دُعا جس مومن کو مل جائے اس سے زیادہ خوش قسمت کون ہو سکتا ہے۔ خاص طور سے ایامِ عزاء کا پہلا عشرہ۔

آرام کے وقت بدل گئے، کھانے پینے کے اوقات بدل گئے، پوری زندگی کا انداز بدل گیا مگر یہ کوئی حق ادا نہیں کیا آپ نے۔

آقا حسینؑ کا ایک جملہ کافی ہے!

کون سا جملہ؟

دو محرم کا قافلہ چل رہا ہے، چلتے چلتے ذوالجناح نے ٹھوکر کھائی اور وہ رُک گیا۔

ذوالجناح کو آگے بڑھانے کی کوشش کی جارہی ہے۔ آقا حسینؑ کے اشارے پر حرکت کرنے والا بلکہ ذوالجناح تو امام حسینؑ کا اتنا مزاج جانتا ہے کہ حسینؑ کو اشارہ بھی نہیں کرنا ہوتا اور ذوالجناح کو معلوم ہے کہ کس وقت مجھے کیا کرنا ہے۔

زندگی میں دو ایسے موقعے آئے کہ بظاہر ایسا لگا کہ ذوالجناح آج حسینؑ کا حکم نہیں مان رہا۔ دوسرا موقع تھا کہ جب بی بی سکینہؑ ذوالجناح کی ٹانگوں سے آکے لپٹی تھی، وہی ذوالجناح تھا لیکن عصرِ عاشور وہ آگے بڑھنے کو تیار نہیں ہے۔

آج پہلا موقع ہے کہ ذوالجناح نے ٹھوکر کھائی اور رُک گیا۔ اب اصحابِ امامؑ خاص طور پر آقا حسینؑ کے قافلے کا انتظام کرنے والی جو شخصیت ہے ابوالفضل العباسؑ کوشش کر رہے ہیں لیکن ذوالجناح آگے نہیں بڑھ رہا۔

آقا عباسؑ نے کہا: مولاؑ! شاید یہ بہت تھک گیا ہے، سواری کا جانور بدلیں۔

دوسرا جانور لایا گیا۔ اس پر حسینؑ بیٹھے، ایک قدم چلا لیکن وہ بھی ٹھوکر کھا کر رُک گیا۔ روایتوں میں ہے کہ سات جانور بدلے گئے مگر آج کوئی آگے بڑھنے کو تیار نہیں ہے۔

اصحابِ امامؑ حیران، بنی ہاشم کے شہزادے پریشان کہ آخر یہ کیا ہو گیا کہ کائنات کی ہر مخلوق امامؑ کا حکم مانتی ہے۔ یہ تو امام حسینؑ کی زندگی بھر خدمت کرنے والے سواری کے جانور ـــــ سب پریشان ہیں۔

آقا حسینؑ نے کہا: عباسؑ! دیکھو قریب میں کوئی قبیلہ رہتا ہے۔ کچھ لوگ رہتے ہیں تو اُن کو لے کر آؤ۔ قریب ترین قبیلہ بنی اسد کا قبیلہ تھا۔

اللہ کبھی عاشور کے دن آپ کو کربلا لے جائے اور بنی اسد کے قبیلے کو جس انداز سے آتے ہیں آپ دیکھیں گے (آمین!)

بنی اسد کے قبیلے کو بلایا گیا۔ امام حسینؑ نے فرمایا: یہ بتاؤ کہ یہ جگہ کون سی ہے
جہاں پر آ کر میری سواری کا جانور رُک گیا ہے؟

آقا حسینؑ سب جانتے ہیں لیکن اصحاب کو بھی بتانا ہے۔

ایک بار کسی نے کہا: آقا! یہ شط الفرات ہے۔

آقا حسینؑ نے کہا: شاید اس کا کوئی اور نام بھی ہے؟

کسی نے کہا: مولا! اس کو غاضریہ بھی کہتے ہیں؟

آقا حسینؑ نے کہا: شاید اس کا کوئی اور نام بھی ہو؟

کسی نے کہا: مولا! اس کو نینویٰ بھی کہتے ہیں۔

مولا حسینؑ نے کہا: شاید اس کا کوئی اور نام؟

سب ایک دوسرے کو دیکھنے لگے کہ مولا! اس کے علاوہ تو کوئی نام نہیں ہے۔

کہا: دیکھو! ہو سکتا ہے کہ تمہارے قبیلے میں شاید کوئی بہت ہی بوڑھا ہو اس کو لے کر آؤ۔

ایک واقعاً اتنا بزرگ تھا جو چلنے کی طاقت نہیں رکھتا تھا، اس کو اُٹھا کر لایا گیا۔

مولا حسینؑ نے کہا: تُو بتا سکتا ہے کہ اس زمین کا کوئی اور نام بھی ہے؟

کہا: ہاں! ہم نے اپنے بزرگوں سے سنا تھا کہ اس زمین کو "کرب و بلا" بھی کہتے ہیں۔

بس!

کربلا کا نام سنتا تھا کہ حسینؑ نے آواز دی: عباسؑ! ساری سواریاں بٹھا لو، خیمے لگائے جائیں، سیدانیوں کو اُتارا جائے۔ اب ہمیں یہاں پر قیام کرنا ہے۔

اتنا سنتا تھا کہ ایک مرتبہ وہی بوڑھا تڑپ اُٹھا جس کو اُٹھا کر لایا گیا تھا۔ اس

نے کہا: فرزندِ رسولؐ! یہاں پہ قیام نہ کریں، اگر ٹھہرنا ہی ہے تو ذرا آگے جا کر ٹھہر جائیں۔

آقا حسینؑ نے پوچھا: کیوں؟

کہا: میں نے اپنے بزرگوں سے سنا ہے کہ کوئی نبیؑ اس زمین سے نہیں گزرا، کوئی ولی اس زمین سے نہیں گزرا، کسی نبیؑ کی اولاد اس زمین سے نہیں گزری مگر اس کے بدن سے خون جاری نہ ہوا ہو۔ یہ زمین نبی زادوںؑ کو موافق نہیں آتی۔

آقا حسینؑ نے کہا: تو نے خالی اتنا سنا ہے جبکہ مجھے تو پتہ ہے کہ وہی جگہ ہے جہاں ہماری گردنیں کٹیں گی، ہمارے لاشے جلتی ریتی پر پڑے رہیں گے۔ ہمیں اپنے جوانوں کے لاشے اُٹھانا پڑیں گے۔

فرمایا: عباسؑ! خیمے لگاؤ، اُونٹوں کو بٹھاؤ، سیدانیوں کو خیموں میں لے جاؤ۔

ابھی پہلا ہی خیمہ لگا کہ جنابِ ثانیٔ زہراؑ، شریکۃ الحسینؑ زینب الکبریٰؑ خیمے میں گئیں۔ جنابِ فضہؓ کو بلایا اور کہا: اماں! ذرا جا کر میرے بھائی کو یہ پیغام تو دینا۔

آقا حسینؑ آئے اور کہا: زینبؑ بہن! کیا بات ہے، ابھی بنی اسد سے میری باتیں جاری ہیں، کیوں بلایا؟

بی بی زینبؑ نے کہا: بھیا! یہ آپ کہاں رُک گئے، یہ کہاں اُتر گئے، یہ کہاں ٹھہر گئے۔ میں جب سے خیمے میں آئی ہوں تب سے مجھے کسی بی بی کے رونے کی آواز سنائی دے رہی ہے۔ یہ کون سی جگہ ہے، آواز بھی ذرا جانی پہچانی ہے؟

آقا حسینؑ نے کہا: زینبؑ! نہیں پہچانا؟ یہ اماں زہراؑ کے رونے کی آواز ہے۔ میری ماں جنت البقیع سے یہاں تک میرے ساتھ آئی ہے۔

جنابِ زینبؑ نے کہا: لیکن بھیا! یہ ماں رو کیوں رہی ہے؟

کہا: زینبؑ! یہی کرب و بلا ہے، جہاں مجھے شہید ہونا ہے، جہاں تیری چادر

سمجھی جاتا ہے؟

بس عزادارو!

ابھی بنی اسد سے باتیں جاری ہیں۔ ایک بار حسینؑ قبیلۂ اسد کے قریب آئے، کہا: ہمیں یہاں ٹھہرنا ہے اور یہ زمین ہم خریدنا چاہتے ہیں۔ بنی اسد کے لوگوں نے ہاتھ جوڑ دیے اور کہا: مولاؑ! آپ ہمارے مہمان ہیں، جتنے دن آپ کا دل چاہے آپ قیام کریں۔

آقا حسینؑ نے کہا: مجھے یہاں چند دن نہیں رہنا۔ اب تو قیامت تک مجھے یہیں پہ قیام کرنا ہے، یہ زمین خریدی جائے گی۔

عزادارو!

دو شرطیں حسینؑ نے لگائیں۔

عزادارو!

آپ کے کھانے پینے کا نظام بدل گیا۔ آپ کے آرام کا نظام بدل گیا، آپ کی پوری زندگی بدل گئی مگر ایک جملہ آپ کے لیے کافی ہے۔

حسینؑ نے کہا: دو شرطیں ہیں۔

پہلی شرط کیا ہے؟

حسینؑ نے عباسؑ کو یاد نہیں کیا، حسینؑ نے اکبرؑ کو یاد نہیں کیا، حسینؑ نے اہلِ حرم کو یاد نہیں کیا۔

فرمایا: قیامت تک جب ہمارا کوئی شیعہ زائر یا زوّار بن کر کربلا میں آئے تو اسے تین دن میرا مہمان بنا کر رکھنا اور کہنا کہ اے حسینؑ کے زائر! آقا نے کربلا پہنچتے ہی سب سے پہلے تمھیں یاد کیا ہے۔

دوسری شرط یہ ہے کہ جب لشکر یزید چلا جائے اور جلتی ریتی پہ ہمارے لاشے پڑے ہوں تو ہمارے لاشوں کو اس طرح نہ چھوڑنا، ہمارے لاشوں کو دفن کر دینا۔

آج بھی جب عاشور کی سہ پہر آتی ہے تو کفن پہن کر بنی اسد کا سارا قبیلہ کندھوں پہ بیلچے رکھ کر آتا ہے، دوڑتا ہوا آتا ہے، اور یہ کہتا ہوا آتا ہے کہ آقا محرم کو آپ نے ہمارے بزرگوں سے وعدہ لیا تھا۔ ہم آ گئے مگر بنی اسد بعد میں آئے تین دن بعد۔ آقا حسینؑ کو اتنا خیال تھا کہ ہمارے لاشے بے گور و کفن نہ پڑے رہیں۔

امام زمانہؑ سلام کر رہے ہیں۔

میرا اسلام ہو کربلا کے اس شہید پر جس کا لاشہ تین دن تک جلتی ریتی پہ پڑا رہا اور کوئی دفن کرنے والا نہ تھا۔

یہاں پر مَیں کہوں گا: مولا سجادؑ! ایک مٹھی خاک ہی بابا پہ ڈال دیتے۔

آقا سجادؑ اپنے بندھے ہوئے ہاتھوں کو دکھائے گا کہ ارے وہ جوان بیٹا جس کے ہاتھوں میں ہتھکڑی لگی ہو وہ ایک مٹھی خاک بھی ڈالے تو کیسے ڈالے؟

وَسَيَعْلَمُ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَيَّ مُنْقَلَبٍ يَنْقَلِبُونَ ○

شہادت حضرت مسلم بن عقیل علیہ السلام

جب کربلا میں امام حسین علیہ السلام کا اتنا مختصر سا لشکر تھا تو ابن زیاد نے اتنی بڑی فوج کربلا میں تیار کر کے کیوں بھجوائی؟

ایک تو یہ تھا کہ بہت سارے لوگ تو خود سے پہنچ گئے تھے۔ جب ان کو پتہ چلا کہ اس جنگ میں حصّہ لینے والے کو بھاری انعامات ملیں گے لیکن جو Proper فوج ابن زیاد نے بھجوائی تھی وہ کم سے کم ۳۰ ہزار تھی۔ اس زمانے کی Population دیکھیے۔ یہ اختلاف اس لیے بھی آجاتا ہے کہ تیس ہزار تو ایک Formal قسم کی آرمی ہوتی ہے اس کے علاوہ اور بہت سارے لوگ۔ یہ خبر پھیل گئی کہ حاکم بڑا خوش ہوجائے گا، جو کربلا میں جائے گا بہت بھاری انعامات ملیں گے، خود سے پہنچے، ان کی کوئی reporting نہیں ہے۔ وہ خالی لوگوں نے اندازے لگائے کہ کتنے ہوں گے مگر یہ تیس ہزار بھی ہیں۔ وہ تو صرف بہتر (۷۲) تھے جن میں بچے بھی ہیں تو اس لیے کہ ٹھیک ایک مہینہ پہلے ابن زیاد کوفہ کے بازاروں میں ایسا جہاد دیکھ چکا تھا جو ایک اکیلے نے کیا تھا۔ ایک اکیلا سپاہی تھا مگر کوفہ کی ساری فوجیں۔ یہ منظر ابن زیاد ایک مہینہ پہلے دیکھے ہوئے تھا۔

ہاشمی شیر کسے کہتے ہیں؟

ایک طرف علیؑ کے بڑے بھائی عقیلؑ کا بیٹا مسلمؑ اور دوسری طرف محمد بن اشعث ابن قیس، جو کوفہ کی فوجوں کا کمانڈر تھا۔ تاریخ کا جملہ ہے۔ آپ نے ہر سال مجلسوں

میں سنا ہے، پہلے ابن زیاد نے سو، دو سو یا پانچ سو سپاہی دے کر بھیجا کہ اسے گرفتار کرو اور ہر تھوڑی دیر کے بعد اس کی جانب سے ایمر جنسی کال آرہی ہے کہ اور سپاہی، اور سپاہی۔ کوفہ کی ساری آرمی ختم ہو گئی۔ ابن زیاد بھی چکرا گیا کہ ایک اکیلا آدمی اور پوری آرمی۔ چنانچہ اس نے محمد بن اشعث ابن قیس کو سمجھایا۔ یہ بھی بڑا عجیب خاندان ہے۔ اس کا باپ اشعث ساری زندگی مولاؑ کا دشمن رہا، اس کی بہن جعدہ بنت اشعث ابن قیسؑ امام حسن مجتبیٰؑ کو زہر دینے والی خاتون اور خود اس کا یہ کردار، اس کی زبان پر بھی یہ جملہ آ گیا۔

ابن زیاد کہتا ہے: کتنے سپاہی چاہییں، میں نے تو ایک آدمی کو گرفتار کرنے کے لیے بھیجا ہے؟

جواب یہی تو تھا نا محمد ابن اشعث کا کہ اے ابن زیاد! تُو نے کوفہ کے کسی سبزی فروش کی گرفتاری کی بات نہیں کی ہے بلکہ ایک ہاشمی شہزادے کی بات کی ہے۔ اگر ساری اسلامی دنیا کی فوج بھی اسے گرفتار کرنا چاہے تو پھر بھی مشکل ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ کوفہ کی ساری فوج پہنچ گئی مگر جنابِ مسلمؑ پھر بھی گرفتار نہ ہوئے۔ وہ تو اگر دھوکہ دے کر اور ایک گڑھا کھود کر اور اس جانب جنابِ مسلمؑ کو لے جا کر گرفتار نہ کیا جاتا تو کوفہ کی ساری فوجیں آنے کے بعد بھی گرفتاری ممکن نہ تھی۔

جس ابن زیاد نے پچیس دن پہلے یہ منظر دیکھا کہ عقیلؑ کا بیٹا اتنا بہادر ہے تو جب یہ سوچتا ہوگا کہ عقیلؑ کے بیٹے کی یہ کیفیت ہے تو حیدرِ کرارؑ کے بیٹے عباسؑ کی کیا کیفیت ہوگی؟

جنابِ مسلمؑ ابن عقیلؑ کے حوالے سے آپ 9 ذوالحجہ کی مجلس میں تفصیلی مصائب سن چکے ہیں لیکن ایامِ عزا میں بھی شہداء میں سب سے پہلے جنابِ مسلمؑ کا

بیان اس لیے بھی ہوتا ہے کہ آقا حسینؑ نے مسلمؑ کو اپنا سفیر بنایا۔ آگے آگے مسلمؑ ہیں اور ان کے پیچھے پیچھے پوری حسینؑ فوج آ رہی ہے۔ تو کل رات سے آنے والے کل سے مختلف شہداء کے مصائب شروع ہوں گے۔

بہت ہی مختصر!

مسلمؑ اور عباسؑ ـــــ یہ دونوں First Cousion ہیں اور پھر رشتہ بہنوئی کا بھی ہے۔ مولاؑ کے داماد ہیں مسلمؑ، تو جناب عباسؑ کے بہنوئی بھی ہیں۔ First Cousion بھی ہیں اور دونوں کی age بھی تقریباً برابر ہے۔ اگرچہ ہمیں معلوم ہے کہ جناب عباسؑ کا رُتبہ بہت بلند ہے۔

آج ہمارے اس مجمع میں کچھ ایسے زائرین بھی آ رہے ہیں جو آج تک تو ہمارے ساتھ ہیں کل وہ ان شاء اللہ کربلا پہنچ رہے ہیں۔ تو جب بھی آپ کربلا اور کوفہ جاتے ہیں جو زیارت امامؑ نے آقا عباسؑ کی بتائی ہے وہ ہمارے بچوں کو بھی یاد ہوگی لیکن جو اس کے الفاظ ہیں وہی الفاظ جناب مسلمؑ ابن عقیلؑ کے لیے بھی امامؑ نے بیان فرمائے۔

اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا الصَّالِحُ الْمُطِيعُ لِلّٰهِ وَلِرَسُولِهٖ
وَلِاَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ

یہی الفاظ جناب عباسؑ کی زیارت میں ہیں اور یہی الفاظ جناب مسلمؑ کی زیارت میں بھی ہیں۔

کربلا کے شہیدوں کا جہاد کائنات کا سب سے عظیم جہاد ہے مگر جناب مسلمؑ کا جہاد میں اس اعتبار سے عظیم کہتا ہوں کہ کربلا کے شہید جب جہاد کر رہے تھے تو ایک دوسرے کا ساتھ دینے والے تھے۔ پوری شبِ عاشور اصحابِ امامؑ بے شک عبادت

کرتے رہے مگر ایک دوسرے کی موجودگی میں، وقتاً فوقتاً ایک دوسرے سے باتیں کرتے رہے۔ ایک دوسرے کا حوصلہ بڑھاتے رہے۔ اگرچہ اس کی ضرورت نہیں تھی۔ کربلا کا جہاد یہ تھا کہ جو بھی شہید میدان میں جاتا تھا تو اس طرح سے جاتا تھا کہ آقا حسینؑ اس کو الوداع کہتے تھے۔ عباسؑ کے علم کی چھاؤں میں وہ اپنی سواری پر سوار ہوتا تھا۔ جب وہ گھوڑے سے گرتا تھا آقا حسینؑ اس کا لاشہ اُٹھا کر لاتے تھے۔ جتنی دیر جہاد کرتا تھا اتنی دیر تک آقا حسینؑ اور آقا عباسؑ اسے شاباش دیتے رہتے تھے مگر کوفہ کی گلیوں کا یہ مجاہد اکیلا تھا، تنہا تھا۔ ساری رات اس نے بھی عبادت میں گزاری مگر یہ تنہائی کی عبادت تھی۔ جب یہ جہاد کے لیے روانہ ہوا، نہ کوئی گھوڑے پہ سوار کرانے والا ہے، نہ کوئی شاباش کہنے والا ہے۔ جب گرفتار ہوا تو اس وقت بھی کوئی نہیں جو آکر مسلمؑ کو جیسے حسینؑ ہر شہید کے سرہانے پہنچے۔ مسلمؑ کا جہاد اس لیے بھی عجیب ہے کہ کربلا کے جتنے مجاہد ہیں جب جہاد کرتے ہیں تو مقابلہ فقط تیر اور تلوار سے ہے۔ جو میدان جنگ کے ہتھیار ہیں مگر مسلمؑ جب کوفہ کی گلیوں میں اور بازاروں میں جہاد کر رہے تھے تو تیر بھی پھینکے جا رہے ہیں، تلواریں بھی چل رہی ہیں، برچھیاں اور نیزے بھی استعمال ہو رہے ہیں۔ ساتھ میں مکانات کی چھت پہ کھڑی ہوئی عورتیں کوئی پتھر برسا رہی ہے اور کوئی گرم گرم پانی اور آگ پھینک رہی ہے۔

عزادارو!

مسلمؑ کربلا کا ایک ایسا مجاہد ہے جو آقا سجادؑ کے علاوہ کربلا کے سارے شہیدوں سے اس اعتبار سے دوہرا جہاد کر بیٹھا کہ کربلا کا ہر شہید شہید تو ہوا ہے مگر قیدی بنا کر ظالم کے سامنے نہ لے جایا گیا لیکن ہائے مسلمؑ، شہادت بھی ملی ہے اور ہائے مسلمؑ پہلے ظالم کے سامنے گرفتار کر کے بھی لے جائے گئے۔

مسلمؑ کا جہاد اس وقت سے شروع ہوا، جب مسلمؑ نے ایک بڑا عجیب جملہ کہا۔ طوعہؓ کے گھر میں اس ہاشمی شہزادے نے رات گزاری ہے۔ مومنہ ماں کا کتنا ظالم اور دشمن اہلِ بیتؑ بیٹا، اس ملعون بیٹے نے ابن زیاد کو اطلاع دی۔ جیسے ہی فوجیں آنے لگیں مسلمؑ ایک بار طوعہؓ کے گھر سے تلوار لے کر باہر نکلنے لگے۔

طوعہؓ نے ایک جملہ کہا: شہزادے! آپؑ باہر نہ جائیں یہاں پھر بھی آپ گھر میں ہیں، محفوظ ہیں، تین طرف سے دیواریں آپ کو بچا رہی ہے۔ یہاں رہ کر جہاد کریں۔ آپ کا جہاد زیادہ دیر تک ہوگا۔ اگر آپ باہر جائیں گے تو ہر طرف سے آپ پر حملہ ہوگا۔

ہاشمی شہزادہ ہے، حیدرِ کرار کا داماد ہے، ایک مرتبہ کہتا ہے:

طوعہ! مجھے ڈر ہے کہ میری وجہ سے یہ بے حیا فوج تیرے گھر میں داخل نہ ہوجائے اور تیری بے پردگی نہ ہوجائے۔

میں کہوں گا: اے میرے آقا مسلمؑ! آج ایک خاتون کے پردے کا اتنا خیال، ارے ایک بار شامِ غریباں کربلا میں آکر دیکھیے۔ یہ رسولؐ کی بیٹی زینبؑ ہے، وہ حسینؑ کی بیٹی سکینہؑ ہے اور کس طرح یہ فوج بے حیا خیموں میں داخل ہوئی۔

مسلمؑ کا جہاد شروع ہوا، بڑا عجیب جہاد، جس کا اختتام دھوکے سے گرفتار کرنے سے ہوا۔ دربار ابن زیاد میں لے جائے گئے۔ دربار ابن زیاد میں مسلمؑ پہنچے تو ایک راوی نے ایک جملہ بڑا عجیب نقل کیا۔ کئی سال بعد آقا سجادؑ کی خدمت میں ایک آدمی آتا ہے، کہا: مولاؑ! میں کوفہ کا رہنے والا ہوں۔ اُس دن بھی دربار میں تھا جس دن مسلمؑ گرفتار کر کے لائے گئے تھے اور اُس دن بھی دربار میں جس دن آپ گرفتار کر کے لائے گئے تھے۔

مولاؑ! مسلمؑ یقیناً بہت بہادر ہیں۔ آپ کے چچا ہیں مگر ہیں تو غیر معصوم۔ آپ تو امام بھی ہیں اور معصوم بھی پھر بھی اتنا فرق کیوں ہوگیا کہ مسلمؑ بے شک گرفتار تھے، بے شک زخمی تھے مگر سینہ تان کر آئے تھے، کمر بالکل سیدھی تھی۔ ابن زیاد کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات کر رہے تھے لیکن مولاؑ! جس دن آپ آئے تو کمر جھکی ہوئی، سینہ سکڑا ہوا، نگاہیں زمین پر تھیں۔

ہائے میرا امام سجادؑ!

ایک بار فریاد کی: اے شخص تُو نے میرے کلیجے میں برچھی اُتار دی ہے۔ تُو نے یہ تو دیکھ لیا کہ میرا چچا سینہ تان کر آیا، آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات کر رہا تھا مگر یہ نہ دیکھا کہ میرا چچا اکیلا تھا، میرا چچا تنہا آیا تھا لیکن جب میں دربار پہنچا تو محمدؐ کی نواسیاں، میری مائیں اور بہنیں کس طرح بغیر مقنعہ و چادر کے میرے ساتھ تھیں۔

عزادارو!

پھر مسلمؑ نے ایک عجیب سنت اسلام میں قائم کی ہے جو قیامت تک چلتی رہتی ہے اور وہ یہ کہ جب دارالامارہ کی چھت پر لے جائے گئے۔ ابن زیاد نے کہا: جلاد! اس کی گردن اُڑا دو۔

دارالامارہ کی چھت پر جنابِ مسلمؑ کو لے جایا گیا۔ مسلمؑ نے چاروں طرف دیکھا۔ ہائے میرا آقا مجھ سے دُور ہے، الوداعی سلام کروں تو کیسے کروں؟ وہیں محل کی چھت پہ کھڑے رو کوفہ کی طرف رُخ کیا اور آواز دی:

اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا اَبَا عَبْدِاللّٰهِ!

آقا اپنی جگہ سے کھڑے ہوئے اور پلٹ کر کوفہ کو دیکھا اور فرمایا:

وَعَلَیْكَ السَّلَامُ یَا اَخِی!

"بھائی مسلمؑ! تم میرا سلام قبول کرو"۔

جنابِ مسلمؑ نے بتا دیا کہ اے مومن! اگر آقا تک پہنچنا بھی مشکل ہو، جہاں بیٹھے ہو وہیں سے آقا کو سلام کرو۔ یہ سنتِ مسلمؑ بن کر سلام وہاں تک پہنچے گا۔

بس!

آخر میں دو چھوٹی سی روایتیں!

جلاد کی تلوار تو چلی، مسلمؑ کا سر اور بدن ایک دوسرے سے جدا ہوا۔ اُدھر حسینی قافلہ راستے میں ہے۔ کئی دنوں سے کوفہ کا راستہ بند ہے۔ کوفہ سے کوئی مسافر نہیں آرہا، سب سے زیادہ بے چین عباسؑ ہے۔ ایک مرتبہ جنابِ عباسؑ نے دیکھا کہ آج کئی دنوں بعد کوفہ کے راستے سے کوئی مسافر آرہے ہیں۔ ہاتھ جوڑے، مولاؑ! اجازت ہو تو انھیں بلا کر اپنے بھائی مسلمؑ کی حالت دریافت کرلوں۔

حسینؑ کو معلوم ہے مگر قافلے کو اطلاع دینا ہے۔

فرمایا: ہاں عباسؑ! بلا کر لاؤ۔

مسافر لائے گئے۔ عباسؑ نے تڑپ کر کہا: اے کوفہ سے آنے والو! کیا تمھیں کچھ پتہ ہے کہ میرا بھائی مسلمؑ کس حالت میں ہے۔ وہ کوفہ گیا تھا۔ اس کی کوئی خبر نہیں آئی۔

مسافروں نے سروں کو جھکا لیا، کہا: آقا! جب ہم کوفہ سے نکل رہے تھے تو تین دن گزر رہے تھے اور کٹا ہوا سر دارالامارہ کی چھت پر لٹک رہا تھا۔ بے سر کا لاشہ کوفہ کی گلیوں اور بازاروں میں گھسیٹا جا رہا تھا مگر نہیں نہیں!

حق ادا نہ ہوگا مسلمؑ کا اگر مسلمؑ کے پورے سلام کو بیان نہ کروں۔

دارالامارہ کی چھت سے آقا حسینؑ کو سلام کیا مگر گیارہ محرم کا قافلہ شہر کوفہ میں

داخل ہو رہا ہے۔ ایک بار زینبؑ سر جھکائے بیٹھی ہیں۔ اچانک سلام سنا کہ کوئی
میرے بھائی کو سلام کر رہا ہے۔

اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا اَبَا عَبْدِاللّٰهِ

زینب گھبرا گئیں۔

اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا ابْنَ رَسُوْلِ اللّٰهِ

زینبؑ پریشان ہو گئیں کہ دشمنوں کے شہر میں میرے بھائی کو سلام کون کر رہا ہے۔ دائیں دیکھا، بائیں دیکھا، کوئی نظر نہ آیا۔ دوبارہ ایک آواز آئی۔ اب زینبؑ کو سلام کیا:

اَلسَّلَامُ عَلَيْكِ يَا بِنْتَ رَسُوْلِ اللّٰهِ

"اے رسولؐ کی بیٹی! میرا سلام لیجیے"۔

زینبؑ نے پہچان لیا۔ کوفہ کے دروازے پر ایک بے سر کا لاشہ لٹک رہا ہے اور اس لاشہ سے یہ سلام کی آواز آ رہی ہے۔

زینبؑ نے گھبرا کر پوچھا: اے شخص! تو کون ہے جو مجھے سلام کر رہا ہے؟

جواب آیا: شہزادیؑ! آپ نے اپنے بھائی مسلمؑ کو نہ پہچانا۔ ارے! میں آپ کا سفیر ایک مہینے سے آپ کا انتظار کر رہا ہوں۔

وَسَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا اَيَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ ○

شہادت حضرتِ حُرؑ

بس عزادارو!

آقا حسینؑ کی فوج کا کوئی سپاہی ٹوٹ کر یزید کی فوج میں چلا جائے تو بات سمجھ میں آتی ہے۔ بھوک سے ہر آدمی گھبراتا ہے، پیاس سے ہر آدمی گھبراتا ہے، قیدوبند سے ہر آدمی گھبراتا ہے۔ گھر والوں کی توہین اور اسیری سے ہر آدمی گھبراتا ہے۔ جان دینے سے ہر آدمی گھبراتا ہے اور اولاد کا لاشہ اُٹھانے کا تو تصور بوڑھا باپ کر ہی نہیں سکتا۔ اگر کوئی ایسا نظر آتا جو شبِ عاشور یا روزِ عاشور حسینؑ کو چھوڑ کر یزید سے مل جاتا، پھر بھی سمجھ میں آتی ہے اس کی مجبوری لیکن ذرا حُرؑ کو دیکھیے۔ اصل قربانی یہ ہے، تیر و تلوار اتنا بڑا مسئلہ نہیں ہے، دنیا کی ہر دولت اُس کے پاس ہے اور کربلا سے جائے گا تو مالا مال کر دیا جائے گا۔

جب عمر ابن سعد عاشور کے دن پہلا تیر چلا کر کہہ رہا تھا: اے میری فوج والو! یزید کے سامنے گواہی دینا کہ پہلا تیر مَیں نے چلایا تھا۔

حُرؑ تو عمر ابن سعد سے زیادہ یہ دعویٰ کرنے کا حق رکھتا ہے کہ حسینؑ کو تو کربلا میں لے کر ہی مَیں آیا ہوں۔ مَیں اگر نہ ہوتا تو حسینؑ پتہ نہیں کہاں سے کہاں چلے جاتے۔ اتنا انعام مل سکتا ہے۔ فوج کا سردار ہے۔ کوفہ کے بااثر خاندانوں میں شامل ہے۔ دنیا کی ہر دولت اس کے پاس ہے مگر سب کو ٹھکرا رہا ہے۔ یہاں کھانے پینے کی ہر نعمت موجود ہے۔ وہاں جا کر فاقے کر رہا ہے۔ نعمتوں کو چھوڑ کر فاقے کرنے جا رہا

ہے۔ اتنے بڑے عہدے پر فائز ہے۔ عہدہ چھوڑ کر قید ہونے یا شہید ہونے جا رہا ہے۔ یہ ہے وہ الجہاد بالنفس جو امام خمینیؒ کی کتاب "چہل حدیث" کی پہلی حدیث ہے۔ تیر و تلوار کا سامنا کرنا آسان ہے، جو چھوٹا جہاد ہوتا ہے۔ یہ تو دنیا کی کشش ہوتی ہے:

اَلنَّاسُ عَبِيْدُوْا الدُّنْيَا

امام علیہ السلام نے فرمایا تھا:

اَنْتَ حُرٌّ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ

"اے حُرؑ! تیری ماں نے تیرا نام صحیح رکھا ہے"۔

حُر کا معنی ہے آزاد، حُر کا متضاد ہے عبد۔

آقا حسینؑ نے کہا: لوگ دنیا کے غلام ہیں لیکن حُرؑ نے بتایا کہ میں نہیں ہوں اُن میں۔ میں دنیا کو چھوڑ کر حسینؑ کے پاس آیا ہوں۔

حُرؑ تقیہ بھی کر سکتا تھا، لشکر یزید میں بھی رہتا اور امامؑ کی مخالفت بھی نہ کرتا۔ اتنی بڑی قربانی حُرؑ نے دی کہ آقا حکیم جیسا مرجع جو معرفت رکھتا ہے، جسم کانپ رہا ہے، نوے سال کی عمر ہے، جسم بہت کمزور ہے، کھڑے ہونے کی طاقت نہیں ہے لیکن حُرؑ کا احترام اس عظیم مرجع کو کھڑے ہونے پر مجبور کر رہا ہے، حُرؑ کی عظمت کو اُجاگر کر رہے ہیں۔

جنابِ حُرؑ نے کربلا میں دو بڑے پیغام دیئے:

پہلا پیغام یہ ہے کہ حسینؑ کی مجالس میں آنے والا کوئی شخص کبھی مایوس نہ ہو۔ دنیا کا سب سے بڑا گناہگار ایک بار اگر توبہ کر کے حسینؑ کے دربار میں آجائے تو اُس کا ہر گناہ معاف ہو جائے گا، چاہے زندگی میں کتنے ہی گناہ کیے ہوں۔ حُرؑ قیامت تک

کے لیے اُمید کی ایک مشعل یا اُمید کی ایک کرن یا اُمید کی ایک شمع۔ ہم نے تو عام زندگی میں گناہ کیے ہوں گے لیکن حُرؓ تو وہ ہے کہ جس نے سب سے پہلے زینب الکبریٰؑ کو رُلا دیا۔

جیسے ہی حُرؓ نے آقا حسینؑ کے گھوڑے کی لگام میں ہاتھ ڈالا، باقی لوگ تو ابھی سمجھ بھی نہ پائے کہ کیا ہو رہا ہے لیکن خیمے سے جنابِ زینبؑ کے رونے کی آواز آنے لگی۔

جنابِ زینبؑ عالمہ غیر معلمہ ہیں، زینبؑ کو کربلا کے واقعہ کی ساری تفصیلات بچپن میں بتا دی گئی ہیں۔ زینبؑ کو اس کے بابا نے یہ بھی بتایا تھا کہ جب یہ قافلہ رُکے گا تو بس سمجھنا وہی سے کربلا شروع ہو جائے گی۔

تو زینبؑ کو رُلانے والی شخصیت کا نام حُرؓ، حسینؑ کے قافلے کو روکنے والے کا نام حُرؓ۔ اس قافلے کو کربلا پہنچانے والے کا نام حُرؓ جیسا کہ کہا جاتا ہے کہ شروع میں خیمے دریا کے قریب لگائے گئے۔ روکنے والے کا نام حُرؓ، ابن زیاد ملعون کو خط لکھ کر عمر ابن سعد کو بلوایا گیا۔ سنان آیا، خولی آیا، حرملہ آیا۔

یہ سب کس کے خط پر آئے؟

یہ حُرؓ کے خط جا رہے ہیں ابن زیاد کے پاس۔ جس meeting میں یہ طے ہوا تھا کہ حسینؑ اور اولادِ حسینؑ پر پانی بند کیا جائے اس meeting میں حُرؓ بیٹھا ہوا ہے۔ اس میں کوئی اختلاف نہیں کیا۔ تو پانی بند کرنے والے مجرموں میں حُر شامل تھا۔

کربلا کی تاریخ آپ کے علم میں ہے، میں ایک جملہ بغیر وضاحت کے کہہ دوں!

حُرؓ تو عاشور کے دن جا کر بدلا۔ تو محرم تک تو حُر ویسا ہی تھا نا۔ جہادِ کربلا تو نو

محرم کو شروع ہو گیا تھا جب لشکرِ یزید نے پہلا حملہ کیا۔ اس وقت تک حرؑ نے کوئی اختلاف نہیں کیا تھا۔ عاشور کے دن تو جنگ سے پہلے حرؑ ٹوٹ کر الگ ہوا ورنہ ۹ محرم کو جنگ شروع ہو گئی تھی اور وہ اُس وقت تک لشکرِ یزید میں شامل تھا۔

تبھی تو بعض علماء کہتے ہیں کہ ایک رات کی مہلت آقا نے اس لیے بھی مانگی تھی کہ ابھی میرا ایک سپاہی کم ہے۔ انتظار کرنا ہے کہ وہ میرے پاس پہنچ جائے۔

تو آپ اگر کربلا کے اندر ان ظالموں کی چارج شیٹ بنایئے تو عاشور تک جتنے ظلم ہوئے سب میں حرؑ شامل تھا مگر ایک بار اگر اپنی غلطی کو مانتا ہے تو کائنات کا سب سے بڑا گناہگار اس طرح سے معاف کر دیا جاتا کہ آقا حکیم جیسا مرجع اس کے احترام میں کھڑے ہو کر زیارت پڑھتا ہے۔ ہم اور آپ تو کتنے ہی گناہ کر لیں۔ یہ عزاداریٔ امامؑ، یہ مجلسِ امامؑ رحمت کا کھلا ہوا دروازہ اور راستہ ہمارے پاس ہے۔ اگر ہم حرؑ کی طرح اپنی غلطی مانیں۔

حرؑ نے ہمیں بتا دیا کہ زبان کے چٹکارے والا اسلام میرے پاس نہیں ہے اس کے لیے مَیں ہر قربانی دینے کے لیے تیار ہوں۔

بس عزادارو!

۹ محرم کو جنگ شروع کر دی عمر ابن سعد نے۔ حرؑ نے کوئی اختلاف نہ کیا۔

پوری عاشور کی رات گزری۔ حرؑ نے کوئی اختلاف نہ کیا۔

ہاں!

فجر کی نماز کے بعد صرف اتنا آ کر کہتا ہے: اے عمر ابن سعد! کیا جنگ کے ٹل جانے کا کوئی امکان ہے؟

عمر ابن سعد نے کہا: جنگ کے ٹل جانے کا کوئی امکان نہیں ہے۔ آج کے دن

کے لیے تو ہم تڑپ رہے ہیں۔ ہمیں انعام ملے گا۔

بس!

یہ سنتا تھا کہ ایک مرتبہ حُرؑ اپنے خیمہ میں آتا ہے اور ایک بار اپنے ساتھی سے کہا: اب میں جا رہا ہوں حسینؑ کے پاس۔

ساتھی نے کہا: کیا تم پاگل تو نہیں ہو گئے، اب جا رہے ہو؟ یہاں سے بھی دھتکارے جاؤ گے اور حسینؑ بھی تمھیں قبول نہیں کریں گے۔ تم جیسے خطا کار اور گناہگار کو کون قبول کرے گا۔ وہاں بھی کوئی قبول نہیں کرے گا اور یہاں سے بھی نکل جاؤ گے۔

حُرؑ نے کہا: نہیں! میں ایسے کے دروازے پہ جا رہا ہوں کہ مجھے یقین کامل ہے کہ سب مجھے رد کر سکتے ہیں مگر وہ دروازہ میرے لیے کبھی بند نہیں ہو گا۔

حُرؑ کے دوست نے یقین کے ساتھ کہا: یہ خیال تمھارا غلط ہے، جاؤ جا کر دیکھو!

حُرؑ پوری حسینی رحمت پر بھروسہ کرتے ہوئے چلا۔

اب دیکھیے!

دونوں فوجیں کھڑی ہیں، درمیان میں کھلا میدان ہے۔ ایک بار آقا حسینؑ کی فوج نے ایک عجیب منظر دیکھا کہ حُرؑ اپنے بیٹے اور غلام کو لے کر چلا آ رہا ہے۔ گھوڑا دوڑاتا ہوا آ رہا ہے۔

ایک بار حبیبؓ ابن مظاہر نے آواز دی: اے اصحابِ امامؑ! بنی ہاشم کے شہزادوں کو اپنے گھیرے میں لے لو۔ ایسا نہ ہو کہ آنے والا اچانک حملہ کر دے۔ ہم زندہ رہیں اور اِن کو کوئی نقصان پہنچ جائے۔

عباسؑ قمرِ بنی ہاشم نے آواز دی: اے جوانانِ بنی ہاشم! آقا حسینؑ کو اپنے گھیرے میں لے لو۔ ایسا نہ ہو کہ آنے والا کوئی نقصان پہنچا دے۔

میں کہوں گا: اے حبیبؓ ابن مظاہر! کتنا خیال ہے آپ کو بنی ہاشم کے شہزادوں کا مگر تھوڑی دیر گزرے گی کہ کسی کے کلیجے میں برچھی کا پھل اترے گا، کسی کا بدن گھوڑوں تلے ٹکڑے ٹکڑے ہوگا۔ کسی کے گلے میں تین بھال کا تیر پیوست ہوگا۔

میں کہوں گا: اے بنی ہاشم کے شہزادو! کتنا خیال ہے آپ کو آقا حسینؑ کا کہ تھوڑی دیر گزرے گی کہ آقا حسینؑ تمہی کو مخاطب کر کے کہیں گے:

هَلْ مِنْ نَاصِرٍ يَنْصُرُنَا

عزادارو!

حُرؓ گھوڑا دوڑاتا دوڑاتا قریب نہ آیا۔ ایک مقام پر جا کر گھوڑا روکا۔ پہلے اپنی سواری سے اُترا۔ اس کے بعد اس کے پاس اور کچھ تو تھا نہیں۔ جیب سے رومال نکال کر اپنے ہاتھوں کو باندھا اور وہیں رُک کر آواز دیتا ہے:

اے رحمۃ للعالمینؐ کے بیٹے! کیا کائنات کا سب سے بڑا گناہگار تیری بارگاہ میں آسکتا ہے؟

بس اتنا سننا تھا ـــ حسینؑ نے آواز دی: عباسؑ! اپنی فوج کو روکو۔

حبیبؓ ابن مظاہر! اپنے ساتھیوں کو روکو۔ میرا مہمان آرہا ہے۔ اپنے مہمان کے استقبال کے لیے میں خود جا رہا ہوں۔

آقا حسینؑ نے کسی کو بھیجا نہیں کہ لے کر آؤ۔ آقا خود چلے، حُرؓ کے قریب پہنچے اور حُرؓ اتنا بے چین تھا کہ آقا کے گھوڑے سے اُترنے کا انتظار بھی نہیں کیا۔ حسینؑ کا پاؤں گھوڑے کی رکاب میں ہے۔ وہیں حسینؑ کے پاؤں پر اپنا سر رکھ دیا۔

اَخْطَأْتُ يَا ابْنَ رَسُوْلِ اللّٰهِ......

"فرزندِ رسولؐ! میں نے خطا کی، میں نے گناہ کیا۔ تجھے تیری ماں فاطمہ زہراؑ کا واسطہ میری اس خطا اور اس گناہ کو معاف کر دے"۔

حسینؑ گھوڑے سے اتر کر حرؓ کو گلے سے لگاتے ہیں اور کہتے ہیں:

اے حرؓ! یہ کیا کہہ رہا ہے؟

أَنْتَ أَخِي فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ

"تُو تو میرا بھائی ہے دنیا میں بھی میرا بھائی ہے، آخرت میں بھی میرا بھائی ہے"۔

میرے استاد ایک جملہ مصائب میں پڑھا کرتے تھے۔ جب یہ جملہ تو سنا تو سارا لشکرِ امامؑ اپنی سواریوں سے اتر آیا۔

ارے! حسینؑ کا بھائی زمین پر کھڑا ہو اور ہم سواری پر بیٹھے رہیں۔

بڑا شاندار استقبال ہوا لیکن اس کے بعد آقا حسینؑ نے دو جملے کہے: پہلا جملہ تو ٹھیک، دوسرا جملہ حرؓ کو تڑپا گیا۔

عزادارو!

آقا حسینؑ نے کہا: حرؓ! آج میں بہت خوش ہوں تو باطل کو چھوڑ کر حق پر آ گیا۔ ظلمت کو چھوڑ کر نور میں آ گیا، جہنم کو چھوڑ کر جنت میں آ گیا لیکن حرؓ! میں تجھ سے شرمندہ بھی ہوں اور شرمندہ کس بات پر؟

جب تُو میرا دشمن بن کر آیا تھا تو اتنا پانی پلایا تھا کہ تیرے گھوڑوں تک نے جی بھر کر پانی پیا لیکن آج تُو میرا بھائی اور مہمان بن کر آیا ہے اور حسینؑ تیری خدمت میں پانی کا ایک جام بھی پیش نہیں کر سکتا۔

عزادارو!

یہ جملہ حرؑ کو تڑپا گیا۔

گھبرا کر کہا: آقا! وہی گناہ تو معاف کرانے آیا ہوں۔

آقا! میں خود بھی مقتل میں جانا چاہتا ہوں لیکن میرا دل چاہتا ہے کہ پہلے میرے بیٹے کو جانے کی اجازت دیجیے۔

حسینؑ نے کہا: آج کا دن ایسا ہے جس میں سب کو مرنا ہے۔ کوئی پہلے مرے گا کوئی بعد میں مرے گا ورنہ میں بھی تجھے اجازت نہ دیتا، جا جا تیری خواہش میں نے پوری کی۔

بس اربابِ عزیز!

حرؑ کا بیٹا چلنے لگا۔ بوڑھے باپ نے کہا: بیٹا! ایسا جہاد کرنا کہ اپنے باپ کے گناہ کو معاف کرا دے۔

حرؑ کے بیٹے کا جہاد شروع ہوا۔ تھوڑی دیر گزری، حرؑ کا بیٹا گھوڑے سے زمینِ کربلا پر گرا اور پلٹ کے آواز دی: بابا! میری مدد کو آیئے۔

بس!

یہ جملہ سننا تھا کہ حرؑ تڑپ گیا۔ حرؑ بے چین ہو گیا۔ اپنی جگہ سے کھڑا ہو گیا۔

حسینؑ نے کہا: حرؑ! کیا بات ہے؟

کہا: آقا! میرا جوان بیٹا مجھے پکار رہا ہے، مجھے بس اتنی اجازت دیجیے کہ میں اپنے بیٹے کے قریب چلا جاؤں۔

حسینؑ نے دو بڑے عجیب جملے کہے:

پہلا جملہ یہ کہا: حرؑ! تم زحمت نہ کرو، تم یہیں بیٹھو، تم میرے مہمان ہو، تمھارے

بیٹے کو میں لے کر آؤں گا۔

دوسرا جملہ یہ کہا: حرؑ! سنو! ایک بات یاد رکھنا۔ تم بوڑھے باپ ہو، وہ جوان بیٹا ہے۔ بوڑھے باپ کبھی جوان بیٹے کے لاشے نہیں اٹھایا کرتے۔ تم بیٹھو۔ لاشہ اٹھا کر میں لاؤں گا۔

میں آقا حسینؑ سے ہاتھ جوڑ کر کہوں گا:

آقا! اگر حرؑ کا جوان بیٹا مارا جائے تو کہا جائے کہ بوڑھے باپ جوان بیٹوں کے لاشے نہیں اٹھاتے اور جب علی اکبرؑ گھوڑے سے زمینِ کربلا پر گرا، ہائے یہ بوڑھا باپ کس طرح بیٹے کے لاشے پہ آیا۔

وَسَيَعْلَمُ الَّذِينَ ظَلَمُوٓا أَيَّ مُنقَلَبٍ يَنقَلِبُونَ ○

تذکرہ جنابِ حبیب ؓ ابنِ مظاہر

حبیب ؓ ابن مظاہر وہ عظیم صحابی ہیں جنھوں نے اپنے بچپنے سے بتا دیا کہ حبیب کسے کہتے ہیں۔ حبیب ؓ اصحابِ امامؑ میں خصوصیت رکھتے ہیں۔ آقا حسینؑ کو حبیب ؓ سے ایک خاص محبت تھی۔

تاریخ کا جملہ ہے کہ حبیب ؓ رسولؐ خدا کے زمانے میں مدینہ میں تھے لیکن نابالغ ہی رہے۔ پیغمبرؐ خدا جب اکیلے آتے ہیں تب بھی حبیب ؓ کا بہت زیادہ احترام کرتے ہیں۔

حبیب ؓ کا احترام!

چھوٹا سا بچہ ــــ!

یارسولؐ اللہ! آپ حبیب ؓ کو اتنی عزت دیتے ہیں کہ بڑے بڑے جو ہیں وہ اس کو دیکھ کر گھبرا جاتے ہیں؟

فرمایا: ہاں! میں نے حبیب ؓ کی ایک عادت دیکھی ہے وہ یہ کہ جب میرا حسینؑ مدینہ کی گلیوں میں چلتا ہے تو جہاں جہاں حسینؑ کے پاؤں کے نشان ہیں وہاں وہاں سے حبیب ؓ مٹی اُٹھا کر اپنے سر میں ڈالتا ہے۔ جو میرے حسینؑ سے اتنی محبت کرے گا بھلا میں کیسے اُس سے محبت نہ کروں۔

آج بھی حبیب ؓ ابن مظاہر کربلائے معلّٰی میں اس طرح سے دفن ہیں کہ لگ رہا ہے کہ اے حسینؑ کی بارگاہ میں جانے والوں کو پہلے حبیب ؓ کو سلام کرنا ہے پھر

آگے بڑھتا ہے۔

وہ حبیبؓ ابن مظاہر جن کے بارے میں تاریخ عوج میں ایک واقعہ موجود ہے۔ انگریزوں کا غلبہ بڑھتا جا رہا ہے۔ عوج کی حکومت اختتام کو پہنچ رہی ہے۔ عوج میں ایک مومن وزیر ہیں جو ہر سال چاند رات کو ایک سبیل لگاتے ہیں۔ وزیر کی جانب سے یہ سبیل ہوتی ہے جو بہترین دودھ کا شربت، بہترین اتنا کہ لوگ سارا سال انتظار کرتے ہیں کہ چاند رات ہوگی تو ہم نے اس سبیل پہ جا کر وہ تبرک چکھنا ہے۔ انگریز حکومت نے ان پہ کوئی الزام لگایا اور حکم دیا کہ ان کو جیل میں ڈال دو۔ کئی مہینے جیل میں رہے۔ گھر میں فاقوں کی نوبت آگئی۔ گھر کا سارا سامان بک گیا مگر ایک ہی پریشانی تھی وہ یہ کہ چاند رات قریب آ رہی ہے۔ مولا! ہر سال میں آپ کی یاد میں سبیل لگاتا تھا کیا اس سال اس جیل میں قید رہوں گا؟

چاند رات سے ایک دن پہلے اُن کو رہائی مل گئی۔ گھبرا کے جب گھر میں آئے تو پہلا سوال یہ کیا: وہ سبیل جو ہر سال میں اپنے آقا کے لیے لگاتا ہوں چاند رات کل ہے گھر میں کچھ ہے بچا ہوا؟

پتا چلا کہ گھر میں کچھ نہیں ہے۔

ہائے میرے مولا! میرے آقا! ہر سال میں خدمت کرتا تھا۔ چنانچہ کہا کہ آقا نیت دیکھتے ہیں خالی پانی لے کر اس میں شکر ڈال کر سادہ سبیل کا بندوبست کیا، چاند رات کو سبیل لگائی۔ وہ لکھنؤ کے نفاست پسند لوگ، وہ جو دودھ کا بہترین شربت پینے کے عادی لوگ، آئے تو سب لوگ مگر جیسے ہی سبیل پہ پہنچے، کوزہ اُٹھایا، سبیل کا ایک گھونٹ لیا۔ اب تبرک ہے کچھ کہہ بھی نہیں سکتے۔ منہ بنا کر واپس رکھ دیا اور چلے گئے۔ آدھی رات ہوگئی۔ آنے والے آ کر چلے گئے۔ ایک بار گھر سے باہر نکلے تو کیا

دیکھا کہ سبیل پر تبرک اسی طرح سے باقی ہے۔ گھر میں لے کر آئے لیکن بار بار کہتے رہے کہ مولا! شاید آپ نے اس غلام کی حاضری قبول نہیں کی۔ مولا! شاید آپ نے اس غلام کے تحفے کو قبول نہیں کیا۔ بہت ہی پریشان، لاتے ہوئے گھر میں بیٹھے ہیں کہ دروازے پر دستک کی آواز آئی۔ جا کر دروازہ کھولا، اس وقت آدھی رات کو کون ہو سکتا ہے؟ حالات بھی اس زمانے کے ٹھیک نہ تھے۔ یہ کون لوگ آگئے۔ دروازہ کھولا، دیکھا کہ کچھ مسافر ایک لائن میں کھڑے ہوئے ہیں۔ وہ تو بعد میں ان کو احساس ہوا۔ پہلے تو خیال بھی نہ آیا۔ ان کے چہرے بھی ہندوستانی نہیں ہیں، لباس بھی ہندوستانی نہیں ہے، مسافر تو ہوتے ہی مختلف لباس میں ہیں اور ایک مرتبہ کہہ رہے ہیں کہ ہم بہت پیاسے ہیں، کیا تمھارے گھر میں ہمیں پینے کے لیے کچھ پانی مل سکتا ہے؟

ارے!

یہ تو پورا سبیل کا پانی گھر میں موجود تھا، جلدی سے دروازہ کھول کر کہا: آجاؤ۔ سب کو بٹھایا۔ ایک ایک کو کوزہ دیتے جا رہے ہیں اور تین مرتبہ وہ کوزے کا پانی پی رہے ہیں۔ جب سارا سبیل کا پانی ختم ہوگیا تو اطمینان ہوا۔

مولا! تیرا شکر ہے، میری یہ سبیل قبول ہوگئی۔ مولا! میرا یہ تبرک قبول ہوگیا ہے۔ اب ذرا ہوش و حواس آئے دیکھا کہ یہ تو سارے لوگ اجنبی لگ رہے ہیں، ہندوستان میں تو ایسے لوگ ہوتے ہی نہیں ہیں۔

اس نے گھبرا کر سب سے آگے والے آدمی سے کہا: تم ہو کون اور کہاں سے آرہے ہو؟

مسافر نے کہا: میرا نام حبیبؑ ابن مظاہر ہے اور میرے ساتھ یہ سارے

شہدائے کربلا ہیں۔ ہم کربلا سے آرہے ہیں۔

اس نے کہا: کربلا سے آرہے ہو؟

کہا: ہاں! آقا حسینؑ نے تھوڑی دیر پہلے ہمیں بلایا تھا اور کہا تھا کہ بھیا حبیبؓ! میرا ایک چاہنے والا، میرا ایک محب، میرا ایک عزادار، میرے نام کی سبیل لگا کر بیٹھا ہے لیکن کوئی اس کی سبیل پہ جا نہیں رہا ہے۔ حبیبؓ! تم جاؤ اور جا کر میری طرف سے ان شہدا کو لے کر جاؤ۔ اس سبیل کے پانی کو قبول کرنا۔

حبیبؓ امام حسینؑ کے ایسے دوست تھے جس کی مثال نہیں اور یہی وجہ ہے کہ کربلا پہنچنے کے بعد حسینؑ نے کسی کو یاد نہیں کیا۔ مجھے کوئی ضرورت نہیں۔ کوئی میرے ساتھ آئے یا نہ آئے لیکن اگر یاد کیا تو فقط حبیبؓ کو یاد کیا بلکہ بعض علماء تو کہتے ہیں کہ حسینؑ کی زبان پہ حبیبؓ کا نام ذرا بعد میں آیا۔ حسینؑ سے پہلے کسی اور نے بھی حبیبؓ کو یاد کیا تھا۔

دو محرم کو قافلۂ حسینیؑ کربلا میں پہنچا تھا، تین محرم، پانچ محرم، چھٹے محرم — ہر تھوڑی دیر کے بعد میدانِ کربلا میں کسی فوج کے آنے کی آواز آتی تھی۔

عزادارو!

زینب الکبریٰؑ کہتی ہیں: اماں فضہؓ! ذرا دیکھنا شاید میرے بھیا کا کوئی مددگار آیا ہو، شاید کوئی میرے بھائی کی مدد کے لیے فوج لے کر آیا ہو۔

ہر بار جنابِ فضہؓ واپس آتی ہیں اور ایسے ایسے نام لیتی ہیں وہ زیارتِ عاشورہ میں آپ پڑھ لیں گے۔

کہا: شہزادیؑ! آقا کا مددگار تو نہیں آیا، مثلاً خولی آیا ہے، آقا کا مددگار تو نہیں آیا، حرملہ آیا ہے، آقا کا مددگار تو نہیں آیا، عمر ابن سعد آیا ہے۔

جب عمر ابن سعد کا بھیجے محرم کو سنا تو ایک مرتبہ جناب زینبؑ نے کہا: اماں فضہؓ! ایک کام کرو، میرے بھیا کو بلا کر لاؤ۔

امام حسینؑ آئے، فرمایا: زینبؑ بہن! کیا بات ہے؟

کہا: بھیا! جس دن سے کربلا میں آئی ہوں، آج تک صرف یہی سن رہی ہوں کہ تیرے خون کے پیاسے آرہے ہیں، تیرے دشمن آرہے ہیں، بابا کے مخالف آرہے ہیں۔ بھیا! کیا اس بھری دنیا میں کوئی نہیں ہے جو محمدؐ کے بیٹے کی مدد کو آئے؟

بھیا! اس بھری دنیا میں کوئی نہیں ہے جو فاطمہ زہراؑ کے لال کی مدد کو آئے؟

آقا حسینؑ نے کہا: زینبؑ! کوئی اور سوال کرتا تو میں جواب دے بھی دیتا۔

بہن! تمھیں کیا بتاؤں، تم نے اماں کا زمانہ بھی دیکھا ہے کیا کسی نے ساتھ دیا؟ تم نے بابا علیؑ کا زمانہ بھی دیکھا ہے، کیا کسی نے ساتھ دیا؟ تم نے بھیا حسنؑ کی مظلومیت اور تنہائی بھی دیکھی ہے، کیا کسی نے ساتھ دیا؟

زینبؑ نے کہا: بھیا! اس دنیا میں ایک ایسا ہے کہ مجھے یقین ہے اگر آپ اس کو بلائیں گے تو وہ ہر صورت میں آئے گا اور وہ ہے تیرے بچپنے کا دوست حبیبؓ ابن مظاہر۔

میں کہوں گا: حبیبؓ! آپ کتنے خوش قسمت ہو، فاطمہ زہراؑ کی بیٹی کو آپ کی وفا پر اتنا یقین ہے کہ اگر نام لیا تو آپ کا نام لیا۔

بس عزادارو!

قاصد کربلا سے کوفہ چلا۔ کوفہ میں بڑے سخت پہرے میں کہ کوئی حسینؑ کی مدد کو نہ جائے۔ دوپہر کا وقت ہے۔ حبیبؓ اپنی بیوی کے ساتھ دوپہر کا کھانا کھا رہے ہیں۔ مومنہ کے گلے میں لقمہ اٹکا اور گھبرا کر کہا: حبیبؓ! ایسا لگ رہا ہے کہ کوئی ہمیں

یاد کر رہا ہے۔

اتنے میں دروازے پر دستک کی آواز آئی۔

حبیبؓ نے پوچھا: کون؟

آواز آئی:

اَنَا بَرِیْدُ الْحُسَیْنِ

"میں حسینؑ کا قاصد ہوں"۔

میں حسینؑ کے دربار سے آرہا ہوں۔

حبیبؓ نے بیوی سے کہا: تم اندر جاؤ۔

دروازہ کھولا، قاصد کے قدموں پہ گر پڑے، پیروں کو بوسہ دے رہا ہے، قاصد کو لا کر بٹھایا۔

کہا: کیسے زحمت کی؟

کہا: حبیبؓ! آقا نے یہ خط آپ کی طرف بھیجا ہے۔

حبیبؓ نے خط کھولا:

مِنَ الْحُسَیْنِ ابْنِ عَلِیٍّ اِلٰی رَجُلٍ فَقِیْہٍ

"یہ حسینؑ ابن علیؑ کی طرف سے ہے اس مردِ فقیہ کے لیے جو میرے بچپنے کا دوست ہے"۔

حبیبؓ! میں کربلا میں آگیا ہوں اور تجھے بلا رہا ہوں۔

جو جملہ حبیبؓ نے بچپنے میں کہا تھا وہی آج بھی کہا: لبیک یابن رسولؐ اللہ۔

آقا! آپؑ نے بہت دیر سے بلایا، غلام حاضر ہے۔

قاصد سے کہا: تم جاؤ اور آقا سے کہو کہ آپؑ کا غلام آرہا ہے۔

حبیبؑ بہت پریشان ہے۔ ہر عورت چاہے کتنی ہی مومنہ کیوں نہ ہو لیکن اسے اپنا سہاگ بہت عزیز ہوتا ہے۔ میں اپنی بیوی کو کیسے بتاؤں کہ مَیں مرنے جا رہا ہوں۔

جیسے ہی قاصد باہر گیا، دروازہ بند ہوا، زوجۂ حبیبؑ خود پردہ ہٹا کر آ گئی۔

کہا: حبیبؑ! کیا بات ہے؟ میرے آقا کا قاصد کیوں آیا ہے؟

کہا: آقا کربلا میں آ گئے ہیں اور مجھے کربلا بلایا ہے۔

مومنہ نے کہا: حبیبؑ! تو تمھارا کیا خیال ہے؟

اب حبیبؑ پہلے بیوی کا امتحان لینا چاہتے ہیں لہٰذا کہا: ابھی میں سوچ رہا ہوں کہ جاؤں کہ نہ جاؤں؟

یہ سنتے ہی زوجۂ حبیبؑ کو جلال آ گیا، ہاتھوں سے چوڑیاں اور کنگن اُتار کر حبیبؑ کے سامنے رکھ دیے اور کہا: ان کو تم پہن لو اور اپنی تلوار مجھے دے دو۔

ارے! محمدؐ کا نواسہ، فاطمہؑ کا بیٹا میرے شوہر کو بلائے اور میرا شوہر کہے کہ مَیں ابھی سوچ رہا ہوں۔

حبیبؑ نے کہا: مجھے اپنی فکر نہیں ہے۔ میں تیرے بارے میں سوچ رہا ہوں۔

مومنہ نے کہا: حبیبؑ! میں مٹی کھا کر گزارا کر لوں گی لیکن اس گھر میں نہیں رہ سکتی جہاں محمدؐ کا نواسہ بلائے اور میرا شوہر مدد کے لیے نہ جائے۔

حبیبؑ نے کہا: میں تو خالی تیرا خیال کر رہا تھا۔ اب میں جا رہا ہوں۔

مومنہ نے کہا: حبیبؑ! ایک وعدہ کر کے جانا۔ جب آقا کی بارگاہ میں جانا تو پہلا سلام میرا پیش کرنا، اس کے بعد اپنا سلام پیش کرنا۔

عزادارو!

اب نئی پریشانی ہے۔ کوفہ سے نکلنا آسان نہیں ہے، چاروں طرف پہرا لگا ہوا ہے۔ آدھی رات کو گھر سے نکلے مگر غلام کو پہلے سے بھیج دیا تھا سواری دے کر اور کہا تھا کہ کوفہ کے باہر میرا انتظار کرو۔

حبیبؓ کو آنے میں ذرا دیر ہوگئی۔ جب پہنچے تو دیکھا کہ غلام گھوڑے کے کان میں کچھ کہہ رہا ہے کہ اے میرے آقا کی سواری کے جانور! شاید ہوسکتا ہے کہ میرا آقا حبیبؓ نہ آئے۔ اگر نہیں آئے گا تو میں تجھ پر سوار ہو کر محمدؐ کے نواسے کی مدد کو جاؤں گا۔

یہ سن کر حبیبؓ کی آنکھوں میں آنسو آگئے۔ مولا! آپؑ کی مظلومیت پہ میں قربان۔ آج یہ دن آگیا کہ غلام تک یہ سوچ رہے ہیں کہ محمدؐ کے نواسے اور کائنات کے سردار کی مدد کریں۔

بس عزادارو!

سات محرم کو حبیبؓ کربلا میں پہنچے، پہلا انسان ہے جو حسینؑ کی مدد کے لیے کربلا آیا۔ بس ایک بار اصحابِ امامؑ نے خوشی میں نعرے بلند کیے۔ عباسؑ نے اپنا علم حبیبؓ کے سر پہ لہرایا۔ حسینؑ نے حبیبؓ کو گلے سے لگایا۔ یہ خوشی کے نعروں کی آواز خیموں تک پہنچی۔

جنابِ زینبؑ نے کہا: اماں فضہؓ! آج پہلی بار میرے بھیا کے لشکر سے خوشی کے نعرے بلند ہو رہے ہیں، ذرا آپ دیکھ کر تو آنا کہ کیا بات ہے؟

جنابِ فضہؓ نے آکر کہا: شہزادی! میرے آقا کے بچپنے کا دوست حبیبؓ آیا ہے۔

جنابِ زینبؑ نے سنا اور کہا: اماں فضہؓ! جا کر حبیبؓ سے کہو کہ میں اس سے

کچھ بات کرنا چاہتی ہوں۔

ایک بار حبیبؓ کو یہ پیغام ملا، یقین نہیں آ رہا۔

ارے! میں اتنا خوش قسمت کہ فاطمہؑ کی بیٹی نے مجھے یاد فرمایا۔

حسینؑ حبیبؓ کو لے کر آئے۔

زینبؑ خیمے کے اندر، حبیبؓ خیمے کے باہر، پردہ پڑا ہوا ہے، حسینؑ کہتے ہیں:

زینبؑ بہن! مبارک ہو، میرے بچپنے کا دوست آ گیا۔

بس!

اتنا سننا تھا کہ جنابِ زینبؑ نے کہا: حبیبؓ! پہلے تو فاطمہؑ کی بیٹی کا سلام قبول کرو۔

بس!

یہ سننا تھا کہ حبیبؓ غش کھا کر گر پڑے۔

شہزادیؑ! یہ کون سا دن آ گیا، ہم جیسے ادنیٰ غلاموں کو اس طرح سلام بھجوایا جا رہا ہے۔

عزادارو!

کربلا کے میدان میں حبیبؓ نے وہ سبقت دکھائی جب ظہر کا وقت آیا۔

ابوثمامہ صیداویؓ نے آسمان کی طرف دیکھا اور کہا: اے فرزندِ رسولؐ! نماز کا وقت آ گیا ہے، دل چاہتا ہے کہ زندگی کی آخری نماز آپؑ کے پیچھے پڑھوں۔

حسینؑ نے انھیں دعا دی:

جَعَلَكَ اللهُ مِنَ الْمُصَلِّيْنَ

"اللہ تمھیں نمازیوں میں شامل کرے"۔

فرمایا: حبیبؓ! ذرا جا کر عمر ابن سعد سے کہو کہ تھوڑی دیر کے لیے جنگ روک دے کہ ہم نماز پڑھ لیں۔

حبیبؓ گئے اور ایسا بے حیائی کا جواب سنا۔

عمر ابن سعد نے کہا: حبیبؓ! حسینؑ سے کہہ دو نماز پڑھنے کا فائدہ کیا؟ حسینؑ کی نماز قبول نہیں ہوگی (معاذ اللہ)۔

بس!

حبیبؓ کو جلال آگیا اور کہا: ارے! دشمنِ خدا! تیری نماز تو قبول ہو اور محمدؐ کے نواسے کی نماز قبول نہ ہو۔

وہیں سے آواز دی: آقا! اب یہ نماز آپؑ کے نانا کے پیچھے جنت میں کوثر کے کنارے پڑھوں گا۔

عزادارو!

حبیبؓ نے وہ جہاد شروع کیا۔ حبیبؓ گھوڑے سے زمین کربلا پر گرے۔ ایک مرتبہ کہا: آقا! میرا سلام لیجیے۔

مسلم ابن عوسجہؓ آخری وقت حبیبؓ کے سرہانے آئے اور کہا:

حبیبؓ! کوئی وصیت ہے؟

کہا: اپنے لیے کوئی وصیت نہیں۔ بس یہی کہنا چاہتا ہوں کہ آقا کا خیال رکھنا۔

عزادارو!

یہ ہے اہلِ بیتؑ کی کرم نوازی!

گیارہ محرم کا قافلہ چلا۔ شہر کوفہ میں داخل ہوا۔ ایک مرتبہ ایک بچہ سید الساجدینؑ کے گھٹنے پکڑتا ہے۔ کہتا ہے: مولاؑ! میرا سلام لیجیے گا۔

مولا سجادؑ نے جھک کر دیکھا اور کہا: تم کون ہو؟

کہا: میں حبیبؓ ابن مظاہر کا یتیم ہوں۔

اُدھر سجادؑ نے آواز دی: پھوپھی اماں! حبیبؓ کا یتیم آیا ہے۔

جنابِ زینبؑ نے ایک مرتبہ دیکھا اور کہا: یہ بتا کہ تیری ماں کہاں ہے؟ میں تیری ماں کو دیکھنا چاہتی ہوں۔

قریب کے ایک مکان کی چھت سے آواز آئی: شہزادی! آپؑ کی کنیز یہاں بیٹھی ہے مگر آنکھیں بند کر کے بیٹھی ہے۔ آپؑ کو بے مقنعہ و چادر کے نہیں دیکھ سکتی۔

جنابِ زینبؑ نے کہا: اے زوجۂ حبیبؓ! میں عاشور سے تجھے ڈھونڈ رہی ہوں تاکہ تجھے تیرے شوہر کا پُرسہ دوں۔ علیؑ کی بیٹی تجھے حبیبؓ کا پُرسہ دیتی ہے۔

میرا دل چاہتا ہے کہ میں کہوں: شہزادی! زوجۂ حبیبؓ کو حبیبؓ کا پُرسہ دیا لیکن کیا آپ کو بھی کوئی پُرسہ دینے والا تھا۔ آپؑ کا بھیا شہید ہو گیا، پُرسہ تو نہ ملا، کوڑے پڑے، چادریں چھینی گئیں۔

وَسَيَعْلَمُ الَّذِينَ ظَلَمُوٓا أَيَّ مُنقَلَبٍ يَنقَلِبُونَ ○

تذکرہ عونؑ و محمدؑ

کربلا کے میدان میں ابوثمامہ صیداویؓ آسمان کی طرف دیکھ کر یاد دلاتا ہے:
مولا! وقتِ نماز آ گیا ہے، زندگی کی آخری نماز آپؑ کے پیچھے پڑھنے کو دل چاہ رہا ہے۔

امام علیہ السلام نے فرمایا:

جَعَلَكَ اللّٰهُ مِنَ الْمُصَلِّيْنَ

"اللہ تمھیں نمازیوں میں شمار فرمائے، آمین"۔

بس!

یہی ہمارا مسئلہ ہے کہ ہمیں اِن چیزوں کی حقیقت کا علم نہیں ہے اور جب چیزوں کی حقیقت کا علم ہوتا ہے تو نہ صرف یہ کہ مزہ آتا ہے بلکہ فطرت بدل جاتی ہے۔ آدمی کی فطرت بدل جاتی ہے۔ ہر ماں اپنی اولاد کی حفاظت کی تمنا کرے لیکن کربلا کی ہر ماں کو یہ فکر ہے کہ پہلے میرا بیٹا مارا جائے۔ پہلے کی فکر ماں کو کب ہوئی؟

جب کوئی دنیاوی ترقی اور کامیابی کی بات ہوگی۔ امتحان دیا، مولانا! دعا کریں ہمارے بیٹے کے نمبر سب سے اچھے آئیں۔

جاب کے لیے درخواست دی ہے، مولانا! دعا کریں ہمارے بیٹے کو نوکری مل جائے۔

تو یہ فطرت ہے ماں کی، جو اللہ نے رکھا ہے جس کو ممتا کہتے ہیں اور اللہ اس

جذبہ کا احترام بھی کرتا ہے۔

لفظ میں بہت خطرناک استعمال کر گیا جس کی تشریح کسی اور موقع پر بتاؤں گا کہ حج اور عمرہ میں خالی خانہ کعبہ کا طواف ہی نہیں کروایا جاتا۔ جنابِ ہاجرہؑ کی قبر کا طواف بھی کرایا جاتا ہے کیونکہ ایک ماں یہاں پہ دفن ہے۔

لیکن جب حقیقت دین معلوم ہو جائے اور اللہ خوش ہو اس کی حقیقت معلوم ہو تو ماں یہ کہے گی کہ مولا! دُعا کریں کہ سب سے پہلا لاشہ میرے بیٹے کا آئے، ہر ایک کو فکر ہے کہ اس کا بیٹا امتحان میں سب سے زیادہ نمبر لے کر کامیاب ہو۔

ہاں!

کربلا کی ماں کو یہ فکر ہے کہ ایسا نہ ہو کہ میرا بیٹا بیٹھا رہے اور بنی ہاشم کا کوئی شہزادہ مارا جائے۔

اس میں بھی خاص طور پر خیال رکھیے گا!

ساری زندگی آپ نے مصائب کربلا سنے ہیں، آپ کو پتہ ہے نا کہ حسینؑ کی اولاد سے زینبؑ کتنی محبت کرتی تھی؟

میں محاورتاً ایک بات کہہ رہا ہوں شاید حسینؑ علی اکبرؑ سے اتنی محبت نہ کرتے ہوں جتنی محبت زینبؑ علی اکبرؑ سے کرتی تھی۔

کیوں؟!

میرے بھائی کا اٹھارہ سال کا جوان ہے۔

ذرا سوچیے

کیا حسینؑ اور زینبؑ کی محبت جہاں جہاں ہے یک طرفہ ہے؟

بس! خالی زینبؑ ہی کی طرف سے محبت ہے حسینؑ کی طرف سے کوئی محبت نہیں؟

جتنا زینبؑ حسینؑ سے محبت کرتی ہیں اتنی ہی محبت حسینؑ کو اپنی زینبؑ سے ہے اور جتنی محبت زینبؑ کو حسینؑ کی اولاد سے ہے اتنی ہی محبت حسینؑ کو زینبؑ کی اولاد سے ہے، زینبؑ کا اگر سب سے بڑا امتحان ہے علی اکبرؑ کا میدان میں جانا۔ تو حسینؑ کے لیے بھی اتنا ہی بڑا امتحان ہے میری زینبؑ کے لال عونؑ و محمدؑ میدان میں جائیں۔ چنانچہ یہ بھی ایک وجہ ہوگی۔

صاحبانِ عزاء!

ایک تو میرا اندازِ گفتگو ذرا تیز ہوتا ہے۔ بہت سی چیزیں جو ہیں وہ تیزی سے آپ نہیں سن پاتے تو غلط فہمیوں میں مبتلا نہ ہوں۔ الفاظ پہ غور کیجیے گا۔

یہ بھی ایک وجہ ہوگی کہ حسینؑ عونؑ و محمدؑ کو اپنے ساتھ لے کر کربلا اپنے ساتھ چلے ہی نہیں۔ جوانانِ بنی ہاشم میں سب جا رہے ہیں۔ بیٹیوں میں جنابِ صغریٰؑ کو چھوڑ دیا تھا لیکن شہزادے جتنے بھی تھے سب چلے صرف عونؑ و محمدؑ کو اپنے ساتھ لے کر نہیں گئے تھے۔

اگرچہ ظاہری اعتبار سے آقا نے یہ جملہ کہا تھا کہ بیٹا عونؑ! بیٹا محمدؑ! تمھارا باپ عبداللہ ابن جعفر طیارؑ بہت ضعیف اور بیمار ہے بلکہ اتنی آنکھوں کی بینائی کمزور تھی کہ جس کو آج کی زبان میں کہا جائے گا باپ کی خدمت۔ یہ کہہ کر کربلا کے شہداء میں عونؑ و محمدؑ واحد ہیں جن کو چھوڑا گیا۔

مزہ ---؟!

دین کے لیے قربانی دینے کا بھی ایک مزہ ہوتا ہے جس کی سمجھ میں آجائے۔

حسینؑ بہت بڑا امتحان دیتے ہوئے مکہ سے نکلے۔ جس حسینؑ نے پچیس حج تو پیدل کیے اور حج شروع ہونے والا ہے، کل تو تاریخ کو حج شروع ہو جائے گا بلکہ

آٹھ سے ہی حج شروع ہو جائے گا اور چھبیسواں حج حسینؑ کا ہے اور چند گھنٹے باقی رہتے ہیں اور حسینؑ کو اپنا حج قربان کرنا پڑ رہا ہے۔

اسلام کے لیے حسینؑ نے جو قربانیاں دیں اُن میں پہلی قربانی یہاں سے شروع ہوتی ہے۔ ظاہری اعتبار سے، حج قربان کر دیا ___ نہیں کروں گا حج، کعبہ کا احترام برقرار رکھتا ہے۔ مجھے تو قتل ہونا ہی ہے۔ یہ لوگ مجھے شہید کریں گے لیکن احترام کعبہ کا خیال ضرور رکھتا ہے ___ حسینؑ کو کتنا دکھ تھا کعبہ چھوڑنے کا!

روایت کا جملہ ہے کہ حسینؑ کی سواری جب مکہ سے چلی تو سواری آگے جارہی ہے حسینؑ آگے دیکھ ہی نہیں رہے ہیں بلکہ حسینؑ پیچھے دیکھ رہے ہیں۔ جب تک کعبہ آنکھوں سے اوجھل نہیں ہو گیا میرے مظلوم آقاؑ نے آگے دیکھا ہی نہیں۔ کعبہ پہ نگاہیں جمی رہیں۔

ساری کائنات حسینؑ کے چہرے کی زیارت کو اپنے لیے سعادت سمجھتی ہے اور میرا آقاؑ آخری لمحے تک کعبہ کا دیدار کرتا رہا۔ جب کعبہ نظر آنا بند ہوا تو پھر چہرہ پیچھے نہیں پھیرا اور قافلہ تیزی سے آگے بڑھنے لگا لیکن ابھی پہلی منزل پر پہنچا تھا بلکہ منزل بھی نہیں، ابھی قافلہ مقام تنعیم پر پہنچا تھا جہاں وہ مسجد عائشہ ہے یا مسجد عمرہ ہے وہ جگہ۔

کتنی دور؟ سات کلو میٹر دور ہو گی حرم سے۔

سات کلو میٹر پہ قافلے کبھی نہیں رکتے لیکن وہاں پر یہ قافلہ پہنچا۔

حسینؑ نے آواز دی: عباسؑ!

حسینؑ قافلے کا سارا انتظام عباسؑ کے ہاتھ میں ہے۔

فرمایا: عباسؑ! قافلے کو روکو، ہمیں یہاں قیام کرنا ہے۔ میرا خیمہ یہاں لگاؤ۔

عباسؑ تو حسینؑ کے اشارے پہ حرکت کرتے ہیں۔

کہا: مولا! خیمہ لگ گیا لیکن یہ بتایئے کہ ساری سواریاں بٹھائی جائیں، سیدانیوں کے بھی خیمے لگائے جائیں؟

فرمایا: نہیں! صرف تھوڑی دیر تک یہاں قیام ہے۔

عباسؑ! جاؤ اور میرا مہمان آ رہا ہے اس کا استقبال کرو اور اس کو لے کر آؤ۔

عباسؑ حسینؑ کے خیمے سے باہر نکلے کیا دیکھا؟

مہمان کون؟

عباسؑ کے اپنے بہنوئی، جناب زینب الکبریٰؑ کے شوہر، جعفر طیارؑ کے بڑے بیٹے، عبداللہ ابن جعفر طیارؑ اس حالت میں آ رہے ہیں کہ عونؑ و محمدؑ کو اپنے ساتھ لا رہے ہیں۔ ان کے سہارے سواری پہ بیٹھے ہیں۔ سیدھے حسینؑ کے خیمے میں آئے، عباسؑ نے استقبال کیا، سلام کیا بہنوئی کو۔

بہنوئی بھی کون بہنوئی؟

جنابِ زینبؑ کے شوہر۔

مولا علیؑ نے جب جنابِ زینبؑ کی شادی کی۔ ارادہ کیا تھا تو جس کو بطور منتخب کیا وہ کتنا افضل ہو گا؟

عبداللہ کو آگے لے کر آئے۔ آقا کے خیمے میں لائے۔

عبداللہ نے آقا حسینؑ کو دیکھا۔ عبداللہ حسینؑ سے عمر میں کافی بڑے تھے ایک مرتبہ دیکھا اور کہا: حسینؑ! میں رشتے میں بھی تجھ سے بڑا ہوں۔ میں عمر میں بھی تجھ سے بڑا ہوں۔ اگر میرے اختیار میں ہوتا تو میں تیری پیشانی کے بال پکڑ کر تجھے روک دیتا۔ تجھے کوفہ نہ جانے دیتا۔ مجھے پتہ ہے کہ کوفہ کن بے وفاؤں اور غداروں کا

شہر ہے لیکن مجھے یہ بھی معلوم ہے کہ تو امامِ وقت اور امامِ زمانہ ہے، تو جو عمل کرتا ہے حکمِ خدا سے کرتا ہے۔ میں صرف اس لیے آیا ہوں کہ ایک مرتبہ اپنی زوجہ زینبؑ کو خدا حافظ کہہ دوں۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: عبداللہ! وہ آپ کی بیوی ہیں، باہر ان کی محمل ہے، وہ محمل ہے اور سواری ہے۔

کہا: آقا! آپؑ سے اجازت لینا تھی۔

اجازت لے کر وہاں کی طرف چلے۔ وہاں جنابِ زینبؑ کو یہ اطلاع مل گئی کہ میرا شوہر آیا ہے۔ ایک بار دل میں خیال پیدا ہوا کہ اگر میرا شوہر مجھے واپس لے جانے آیا ہو اور یہ کہہ دے کہ تم میری بیوی ہو، میرے ساتھ واپس چلو اور حکمِ شرعی بھی ہے کہ شوہر اگر حکم دے دے تو بیوی گھر سے باہر نہیں جاسکتی تو مجھے واپس نہ جانا پڑ جائے۔

بس!

دل میں یہ خیال تھا، اِدھر عبداللہ نے قریب آ کر محمل پہ ہاتھ رکھا اور صرف سلام کیا۔

اَلسَّلَامُ عَلَيْكِ يَا بِنْتَ رَسُوْلِ اللهِ

"رسولؐ کی بیٹی! میرا سلام لیجیے"۔

زینبؑ نے سلام کا جواب تو دیا:

وَعَلَيْكَ السَّلَامُ يَا ابْنَ عَمِّي

"اے میرے چچا کے بیٹے! آپؑ پر بھی میرا سلام ہو"۔

اس سے پہلے کہ عبداللہ کچھ کہیں تڑپ کر زینبؑ نے کہا: اے میرے چچا کے

بیٹے عبداللہ! اگر مجھے واپس لے جانے آیا ہے تو شریعت کے آگے زینبؑ کچھ نہ بولے گی مگر زینبؑ کو واپس نہ لے کر جائے گا۔ زینبؑ کا لاشہ ہی جائے گا۔ زینبؑ کی میت ہی جائے گی، بھائی سے الگ ہو کر یہ بہن زندہ نہیں رہ سکتی۔

میرا دل چاہتا ہے کہ ہاتھ جوڑ کر کہوں: شہزادیؑ! ابھی تو خالی آپؑ نے سوچا کہ کہیں بھائی اور بہن میں جدائی نہ ہو جائے۔ تو آپ کی یہ کیفیت ہے اور جب کل عصرِ عاشور حسینؑ آخری رخصت کے لیے آئے گا اور کہے گا: زینبؑ! اب میرا الوداعی سلام لو۔ آج بہن اور بھائی کا ساتھ چھوٹ رہا ہے۔ شہزادیؑ! اس وقت آپ پہ قیامت ٹوٹے گی۔

عبداللہ جنابِ زینبؑ کے رُتبے کو جانتے ہیں۔ چنانچہ جیسے ہی شہزادیؑ نے کہا کہ حکم دیں گے تو میں چلوں گی۔

عبداللہ تڑپ اُٹھے۔ سر سے پیر تک سارا جسم کانپا، ہاتھ جوڑ کر کہا:

شہزادیؑ! بھلا میری یہ جسارت کہ میں آپ کو کوئی حکم دوں، میں تو اس لیے آیا ہوں، ہمارے اور آپؑ کے جد رسولؐ خدا نے فرمایا ہے کہ جب کوئی مشکل سفر اختیار کرو تو راستے کی مشکلات کے لیے صدقہ کا سامان لے کر جاؤ۔ میں تو اس سفر کے لیے صدقہ کا سامان لایا ہوں۔

اربابِ عزاء!

سامانِ صدقہ عبداللہ کیا پیش کر رہے ہیں؟

ارے!

بوڑھے باپ نے پہلے عونؑ کو آگے بڑھایا۔

کہا: اگر میرے آقا حسینؑ پہ کوئی مصیبت آئے تو اسے میری جانب سے

صدقہ کر دینا۔

پھر محمدؑ کو آگے بڑھایا۔

کہا: اسے بھی لے جایئے۔ جب میرے آقا حسینؑ پہ کوئی مصیبت آئے تو اپنی جانب سے محمدؑ کو صدقہ کر دینا۔

عونؑ و محمدؑ کو بوڑھا باپ سامانِ صدقہ بنا کر لا رہا ہے اور واقعاً ماں نے بھی ہمیشہ عونؑ و محمدؑ کو صدقے کا سامان ہی سمجھا۔

عزادارو!

جس کو ولایت کا مزہ آجائے وہاں کا مزاج بدل جاتا ہے، وہاں کی ممتا بدل جاتی ہے۔ زینبؑ نے بھی سارے راستے عونؑ و محمدؑ کو سامانِ صدقہ ہی سمجھا۔

دیکھیے!

بڑا طویل سفر تھا، کبھی دھوپ تیز ہوتی تھی۔ زینبؑ نے کبھی عونؑ و محمدؑ کو نہ دیکھا۔ گھبرا کر کہا: بھیا حسینؑ! دیکھتے نہیں، دھوپ کتنی تیز ہے اکبرؑ کا چہرہ اُتر گیا ہے۔

جب کربلا میں پہنچ رہے ہیں، راستے کی خاک اور دھول اُڑ رہی ہے۔ کبھی بہن نے نہ کہا کہ بھیا! دیکھ میرا عونؑ، میرا محمدؑ کس طرح خاک میں آلودہ ہے بلکہ ہمیشہ یہی کہا کہ بھیا دیکھ! میرے اکبرؑ کے بالوں پر گرد جم گئی ہے۔

ارے!

سات محرم سے پانی بند ہوا، اکبرؑ تو اٹھارہ سال کا ہے۔ عونؑ و محمدؑ تو چھوٹے ہیں۔ عونؑ و محمدؑ تو چھوٹے ہیں۔ زینبؑ نے کبھی نہ کہا کہ بھیا! دیکھو میرے عونؑ، میرے محمدؑ کے ہونٹ سوکھ چکے ہیں۔ جب بھی کہا تو یہی کہا کہ بھیا ذرا! دیکھ میرا اکبرؑ کتنا پیاسا ہے۔ پیاس کی وجہ سے ہونٹ کتنے سوکھ گئے ہیں۔

شبِ عاشور آقا حسینؑ نے دو امتحان لیے ہیں:

① اصحابِ امامؑ کا ② سیّدانیوں کا۔

اصحابِ امامؑ کا امتحان تو ہوگیا۔ اُس کے بعد آدھی رات کے بعد میرا آقا ایک ایک خیمے کا جائزہ لینے آئے کہ ذرا دیکھوں کہ کربلا کی بیبیوں کی کیا کیفیت ہے؟ ایک ایک خیمے کے قریب جاتے ہیں اور ہر جگہ ایک ہی منظر نظر آیا۔ ہر بی بیؑ اپنی اپنی قربانی کو تیار کر رہی ہے لیکن جب زینبؑ کے خیمے کے قریب گئے تو ایک عجیب منظر دیکھا۔

کیا دیکھا؟

اپنے سامنے، زینبؑ نے عونؑ کو بٹھایا ہے، اپنے سامنے محمدؑ کو بٹھایا ہے اور دونوں سے مخاطب ہے: سنو! تم جعفر طیارؑ کے پوتے ہو، حیدرِ کرّارؑ کے نواسے ہو لیکن خبردار! خود سے نہ کہنا کہ تم کون ہو۔ ایسا جہاد کرنا کہ لشکرِ یزید پکار اُٹھے کہ جعفر طیارؑ میدان میں آ گیا۔ لشکرِ اعداء پکار اُٹھے کہ حیدرِ کرّار میدان میں آ گیا۔

عجیب جملہ کہا پھر ماں نے۔ عجیب جملہ کہا: بیٹا! مجھے پتہ ہے کہ حیدرِ کرّار کا نواسہ، جعفر طیار کا پوتا کل تم فرات پہ قبضہ کرلو گے۔ ایک بار چلّو میں پانی لو گے لیکن خبردار پانی نہ پینا جب تک اصغرؑ پیاسا ہے۔ بیٹا عونؑ! بیٹا محمدؑ! ماں تمھیں اجازت نہیں دیتی ہے کہ تم پانی کو پینا۔

شہزادے ننھے ننھے ہاتھ جوڑ رہے ہیں۔ اماں! کل دیکھنا تیرے یہ لال کس طرح کا جہاد کرتے ہیں۔

اگلی صبح آ گئی۔ جب جوانانِ بنی ہاشم کی باری آئی تو ایک مرتبہ زینب الکبریٰؑ نے حسینؑ کو بلایا اور کہا: بھیا! میری خواہش ہے کہ میرے لال سب سے پہلے مقتل.

میں جائیں۔

سب سے پہلے تو اجازت نہ ملی، وقت خاصا گزر گیا لیکن اب نزول وہ آئی جب حسینؑ نے کہا: زینبؑ! میں تیری خواہش پوری کرتا ہوں۔ بیٹا عونؑ! بیٹا محمدؑ! مقتل میں چلنے کی تیاری کرو۔

زینبؑ نے روک دیا کہا: بھیا! اپنے بیٹوں کو اس طرح نہ جانے دوں گی۔

یہ کہہ کر زینبؑ نے صندوق کھولا، دو عمامے نکالے۔ حسینؑ کے سامنے رکھے اور کہا: بھیا! اِن میں سے ایک عمامہ ان کے دادا جعفر طیارؑ کا ہے، ایک عمامہ ان کے نانا حیدرِ کرّار کا ہے۔ اپنے ہاتھوں سے عمامے پہنا کر اِن کو مقتل میں بھیجیں۔

ارے!

چھوٹے ہیں تو کیا ہوا، فاتح خیبر کے نواسے ہیں۔

بس عزادارو!

آقا اپنے ہاتھوں سے ننھے عمامے اِن کے سروں پہ پہنا رہے ہیں۔

دونوں شہزادے گھوڑے پہ سوار ہوئے اور اس طرح مقتل میں گئے کہ جو یزید کے پرانے سپاہی تھے وہ پکار اُٹھے: ارے! واقعاً ایسا لگتا ہے کہ آج عونؑ و محمدؑ نہیں آئے بلکہ خیبر کے میدان میں حیدرِ کرّار آ رہے ہیں۔

جہاد کا سلسلہ جاری ہے۔ آخر دشمنوں کی فوجیں آگے بڑھیں، شہزادوں کو الگ الگ کیا۔ اچانک حملہ کیا۔

ارے!

اِدھر عونؑ گھوڑے سے زمینِ کربلا پہ گرا اُدھر محمدؑ زمینِ کربلا پہ گرا۔

دونوں نے آواز دی: ماموں! ذرا ہماری مدد کو آیئے۔

حسینؑ اور عباسؑ آگے بڑھے، دونوں کے لاشے اُٹھائے۔

عزادارو!

لشکرِ یزید کا ایک طریقہ تھا کہ جب کبھی کوئی سپاہی گھوڑے سے زمین پہ گرتا تھا تو وہ یہ سمجھ جاتے تھے کہ ہم جیت گئے۔ چنانچہ وہ خوشی کے شادیانے بجاتے تھے۔ اِدھر خوشی کے شادیانے بجتے تھے اُدھر بیبیاں سمجھ جاتی تھیں کہ ہمارا کوئی مارا گیا ہے۔ وہاں ماتم شروع ہوتا تھا۔

عزادارو!

عونؑ گرا، محمدؑ گرا، ایک کا لاشہ حسینؑ نے اُٹھایا، ایک کا لاشہ عباسؑ نے اُٹھایا۔ عمر ابن سعد کی فوج نے خوشی کے شادیانے بجانے شروع کیا۔ خیموں میں سیّدانیوں نے ماتم شروع کیا۔

زینبؑ نے روک دیا۔ میر انیس کہتے ہیں: زینبؑ نے ایک مرتبہ روک دیا اور کہا: یہ جو تم خوشی کے شادیانے سن رہے ہو۔ کیسے لاشے؟ یہ تو میرے بچوں کی بارات آرہی ہے۔

ایک بار ماں انتظار میں بیٹھی ہے کہ میرے بچوں کی بارات آرہی ہے۔
ایک بار حسینؑ لاشے لے کر آئے، زمین پہ لاشے رکھے۔ زینبؑ نے دیکھا۔
اب حسینؑ آگے بڑھے، کہا: زینبؑ! میں نے تیری خواہش تو پوری کر دی تھی نا، تیرے بیٹوں کو میدان میں جانے دیا۔ آج میری یہ خواہش ہے تو پوری کر۔
ایک مرتبہ تو اِن کو کلیجے سے لگا لے، ایک مرتبہ تو انھیں سینے سے لگا لے۔

عزادارو!

زینبؑ بہرحال ماں تو ہیں نا، دل بھر آیا، آگے بڑھیں عونؑ کو گلے سے لگایا،

عونؑ مارا جا چکا ہے، محمدؑ کو گلے سے لگایا محمدؑ آخری سانس لے رہا ہے۔

محمدؑ نے ایک جملہ کہا: اماںؑ! اب تو تم ہم سے خوش ہوگئی نا۔

اماں! اب تو تم ہم سے راضی ہوگئی نا۔

ارے!

عونؑ و محمدؑ کا ماتم زینبؑ نے کسی کو نہ کرنے دیا۔

عزادارو!

آپ ہی عونؑ و محمدؑ کا ماتم کرو۔ وہ تابوت آیا، جن بچوں پہ اُن کی ماں نہ روئی آج آپ اُٹھیے اور ایسا ماتم کریں کہ بی بی راضی ہوجائیں۔

وَسَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَيَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ ۝

شہادتِ علی اکبرؑ

عزادارو!

آج ہم نے علی اکبرؑ کا ذکر کرنا ہے۔

میدانِ کربلا میں امام حسین علیہ السلام نے اپنا جہاد جب شروع کیا تو پہلے علی اکبر کو بلایا۔ میں نے ایک جملہ کہا تھا کہ اذان دوسروں کے سامنے حقیقت بیان کرنے کا، نماز سے بہتر اذان۔ یہ نماز سے افضل، نماز اپنوں کے درمیان ہوتی ہے۔ اذان ہر آدمی تک پہنچتی ہے جس کے کان ہیں۔ رسول اللہؐ نے مدینہ کی مسجد میں نماز خود پڑھائی۔ اذان بلالؓ سے دلوائی اور حسینؑ نے کربلا کے میدان میں عاشور کی صبح جب اتمامِ حجت کرنا چاہا۔

دیکھیے!

میرے مولاؑ کا مستقل موذن ہے۔ روزانہ یہی اذان دیتا ہے نماز کے لیے۔ لیکن جب عاشور کی صبح کا وقت آیا تو حسینؑ نے موذن کو روک دیا کہ آج تم اذان نہیں دو گے۔ آج میرا اکبرؑ اذان دے گا۔ اپنوں کو بھی پتہ چل جائے کہ نماز کتنی اہم ہے، کیسا ہی مومن کیوں نہ ہو، سب چیزیں بھول جائے گا۔ عاشور کبھی نہیں بھول سکتا۔ اور جب عاشور یاد آئے گی تو عاشور کا آغاز ہوتا ہے اکبرؑ کی اذان سے۔ اور غیروں کو یاد دلایا کیونکہ غیروں سے مراد پسر سعد کی اُس فوج میں کتنے ہی وہ لوگ تھے جو رسول اللہؐ کا زمانہ بھی دیکھے ہوئے تھے۔

اب یہاں خالی اکبرؑ کی اذان نہ رہی بلکہ اکبرؑ کی آواز بھی اور اکبرؑ کا چہرہ بھی۔
ایک حجت بنا رہے ہیں حسینؑ کہ دیکھو! اکبرؑ اذان دے رہے ہیں تم اذان سنو گے تو تمھیں ایسے لگے گا کہ رسول اللہؐ خود آ کر اذان دے رہے ہیں اور تم چونک کر دیکھو گے کہ یہ رسولؐ کہاں سے آ گئے۔ چہرہ بھی تمھیں ایسا لگے گا کہ رسول اللہؐ خود کھڑے ہیں۔

دیکھیے!

آواز پہلے اپنی جانب کھینچتی ہے۔

نابینا صحابی تھا، اس نے بازارِ کوفہ میں چونک کر کہا تھا: علیؑ کو بیس سال ہو گئے دنیا سے گئے ہوئے آج علیؑ دوبارہ خطبہ کیوں دے رہے ہیں؟

بھئی! کس نے بتایا؟

کہا: بھئی! یہ ابھی جو خطبہ میں سن رہا ہوں یہ بالکل علیؑ جیسا خطبہ ہے۔

تو وہ نابینا تھا اس کو خالی آواز نے کھینچا لیکن اکبرؑ تو اذان دے رہے ہیں تو آواز بھی رسول اللہؐ کی اور چہرہ بھی رسول اللہؐ کا ہے۔ ابھی بھی خیال کر لو کس کے خلاف میدان میں آئے ہو؟

عجیب بیٹا ہے یہ اکبرؑ حسینؑ کا۔

عزادارو!

تین چار ایسی چیزیں کربلا میں اکبرؑ کے حوالے سے ہمارے سامنے آئیں جو کسی اور شہید کے لیے ہم نے نہیں سنیں۔

پہلا جملہ!

اکبرؑ کربلا کا واحد شہید تھا کہ جب رخصتی کے بعد خیمے سے نکل رہا تھا تو بار بار پردہ اٹھتا تھا اور بار بار پردہ گرتا تھا۔ عمر ابن سعد کا لشکر کہتا ہے کہ ہم نے اتنی تاخیر کسی

اور شہید کے بارے میں نہیں دیکھی۔

اکبرؑ کربلا کا واحد شہید ہے۔ جب یہ جا رہا تھا تو اس کا بوڑھا باپ اس کی سواری کے پیچھے پیدل چل رہا تھا۔ اکبرؑ کربلا کا واحد شہید ہے کہ جب اکبرؑ شہید ہو چکا تو آقا حسینؑ نے پسرِ سعد کو دیکھ کر کہا: خدا! تجھ پر لعنت کرے اور تیری نسل کو منقطع کرے۔

واقعاً شبیہ رسولؐ اکبرؑ اور ایسا حسینؑ کا بیٹا، جو بیٹا حسینؑ کا ہے لیکن ساری زندگی اس کو پالا زینبؑ الکبریٰ نے۔

جنابِ زینبؑ کی شادی کے بعد طویل عرصہ تک اولاد نہیں ہوئی تھی۔

جب امام سجادؑ پیدا ہوئے تو سجادؑ تو امامِ وقت تھے اور امامت کو کسی پرورش کی ضرورت نہیں ہے لیکن جب حسینؑ کے ہاں دوسرا بیٹا پیدا ہوا علی اکبرؑ تو زینبؑ نے آکر درخواست کی: بھیا! تو ویسے ہی صاحبِ اولاد ہو چکا ہے۔ میرے ہاں اولاد نہیں ہے، کیا ایسا نہیں ہوسکتا کہ اکبرؑ مجھے مل جائے؟

آقا حسینؑ نے مسکرا کر کہا تھا: زینبؑ! یہ اکبرؑ تیرا ہے۔ اگرچہ بہن اور بھائی کا گھر آپس میں اکٹھا ہے کہ گھر کے اندر سے ہی ایک گھر سے دوسرے گھر میں آنے کا راستہ ہے۔

اکبرؑ کو اس طرح زینبؑ لے کر آئیں۔ اکبرؑ کو زینبؑ پال رہی ہیں۔ اکبرؑ کی غذا کا انتظام زینبؑ کر رہی ہیں۔ اکبرؑ کے لباس کا انتظام زینبؑ کر رہی ہیں۔ اکبرؑ جب اس منزل پر آئے جب قرآن شروع ہوتا ہے تو زینبؑ اُن کی استاد ہیں۔ غرض یہ کہ سارے مدینہ میں مشہور ہے کہ اکبرؑ زینبؑ کا بیٹا ہے اور ایسی پھوپھی سے آخری رخصت لینا آسان نہیں ہوتا۔

آج آپ کو کئی جگہ مجالس میں جانا ہے تو میں بات کو مختصر کرتا ہوں لیکن مصائب بہرحال پورے پڑھوں گا۔

تاریخ کربلا کا ایک مسئلہ یہ ہے کہ شہداء بنی ہاشم میں۔

دیکھیے!

پہلے تو اصحاب امام حسینؑ کی شہادتیں ہوئیں۔ جب بنی ہاشم کی باری آئی تو سب سے پہلا شہید کون ہے؟ بہت سارے مرثیوں میں یہ ہے۔ کچھ علماء نے لکھا بھی ہے کہ اکبرؑ عباسؑ کے بھی بعد شہید ہوئے ہیں۔ چنانچہ عباسؑ کے سرہانے جب آقا آئے تو اکبرؑ ساتھ آئے لیکن علماء کی اکثریت کا یہ کہنا ہے اور یہ اختلافِ روایات سے آپ پریشان نہ ہوں۔ مارے عباسؑ بھی گئے، مارے اکبرؑ بھی گئے۔

جنابِ علی اکبرؑ کی زیارت کا ایک جملہ ہے:

اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا اَوَّلَ قتیل بن نسل خیر......؟

آج دنیا بھر کے زائرین کربلا میں پہنچ رہے ہیں جب آقا حسینؑ کی زیارت کے بعد علی اکبرؑ کی زیارت پڑھتے ہیں تو یہی جملہ کہتے ہیں:

"سلام آپؑ پر جو نسلِ رسولؐ کے پہلے شہید ہیں"۔

بعض علماء نے لکھا ہے اور بعض علماء نے نہیں لکھا۔

بہرحال!

ترتیب کو چھوڑ دیجیے۔

جب باری آگئی شہدا بنی ہاشم کی تو حسینؑ نے سب سے پہلے علی اکبرؑ کو بھیجا۔ اکبر بیٹا! پہلے تمہیں مقتل میں جانا ہے۔ پہلے حسینؑ کا بیٹا مارا جائے گا پھر بھائیوں کی اولاد کی باری آئے گی۔ پھر بہنوں کی اولاد کی باری آئے گی۔

اور اکبرؑ؟ ـــ وہ تو کب سے تیار تھے۔

کہا: بابا! میں تو کتنی دیر سے انتظار کر رہا تھا کہ آپ مجھے مقتل میں جانے کی بات کہیں۔

یہ کہہ کر اکبرؑ گھوڑے پہ سوار ہو کر چلے کہ حسینؑ نے روک لیا۔

حیدرِ کرّار کا پوتا ہے۔ شیرِ خدا کا وارث ہے۔ ۳۰ ہزار کا لشکر اکبرؑ کے لیے کوئی مسئلہ نہیں مگر حسینؑ نے روک دیا۔

کہا: اکبرؑ بیٹا! کہاں جا رہے ہو؟

عرض کیا: بابا! آپؑ ہی نے تو کہا ہے۔

کہا: ٹھیک ہے وہ میں نے کہا لیکن تمہیں جا کر پہلے اپنی پھوپھی، اپنی ماں کو بھی الوداع کہنا، اس کے بعد ہی مقتل جانا۔

بس یاد رکھیے عزادارو!

اکبرؑ کے لیے ۳۰ ہزار کی فوج کوئی مسئلہ نہیں ہے۔

پھوپھی زینبؑ سے یہ کہنا کہ پھوپھی اماں! اکبرؑ اب مرنے جا رہا ہے۔ ماں ام لیلیٰؑ سے یہ کہنا۔

بعد از کربلا جب سیدانیوں کا لٹا قافلہ ملکِ شام میں پہنچا تھا جہاں عیسائیوں کی بستی تھی تو ایک عیسائی عورت نے اکبرؑ کے کٹے سر کو دیکھ کر کیا کہا تھا؟

''اللہ کرے اس جوان کی ماں مر چکی ہو''۔

جنابِ لیلیٰؑ نے چونک کر سوال کیا تھا: اس کی ماں کو بددعا کیوں دے رہی ہو؟

کہا: ہم سے اٹھارہ سال کے جوان کا کٹا سر نہیں دیکھا جا رہا۔ اگر ماں زندہ ہوگی تو آخر کس طرح سے اپنے جوان کی شہادت دیکھی ہوگی۔

غیر رو دیے اکبرؑ کو دیکھ کر!

تو اکبرؑ کو بھی پتہ ہے کہ ۳۰ ہزار کی فوج کوئی مسئلہ نہیں ہے مگر ماں سے کیسے کہیں کہ ماں لیلیٰؑ! اب اپنے اکبرؑ کو مرنے کی اجازت دیجیے۔

ایک بار پریشانی کے عالم میں اُمِ لیلیٰؑ کے خیمے میں داخل ہوئے وہاں کوئی اور ہی منظر دیکھا۔

ظہرین کی نماز تو اس وقت پڑھا دی گئی تھی جب اصحاب بھی زندہ تھے۔ کافی دیر ہو گئی۔ کیا دیکھا؟

دیکھا کہ میری ماں قبلہ رُخ مصلیٰ بچھائے بیٹھی ہیں۔

اکبرؑ نے گھبرا کر کہا: اماں! یہ کون سی نماز کا وقت ہے؟

کہا: بیٹا! تجھے پتہ ہے کہ ظالم سے میرا رشتہ ہے۔ یزید First Cousion تھا اُمِ لیلیٰؑ کا۔

کہا: میں پریشان ہوں کہ ایسا نہ ہو کہ میرا اٹھارہ سال کا اکبرؑ مقتل کو دیکھ کر کہیں پیچھے نہ ہٹ جائے۔ تو لوگ یہ کہیں گے کہ حسینؑ کا بیٹا پیچھے نہ ہٹتا، یہ لیلیٰؑ کی رشتہ داری کی وجہ سے ہوا۔ اس لیے میں نے اللہ سے منت مانی ہے کہ میرے لال کا لاشہ آئے تو میں شکر کا سجدہ کروں گی۔ یہ تو میں شکرانے کی نماز کے لیے انتظار کر رہی ہوں۔

اکبرؑ نے مسکرا کر کہا: اماں! میرے کتنے بڑے مسئلے کو تُو نے حل کر دیا۔ میں تو سوچتا آیا تھا کہ ماں سے کیسے کہوں کہ مجھے مرنے کی اجازت دیجیے۔ مجھے کیا پتہ تھا کہ میری ماں مصلیٰ بچھائے میرے لاشے کا انتظار کر رہی ہے۔

ماں کو خدا حافظ کہہ کر نکلے۔

عراق کے ایک بہت ہی عظیم خطیب ہیں حضرت علامہ عبدالرزاق المقرم موسوی۔ ان کی کتاب ''مقتل الحسین'' میں یہ فقرہ ہے۔ اس کتاب کا ترجمہ چھپ چکا ہے جس کو ادارہ منہاج الصالحین لاہور نے بہت ہی خوبصورت طریقے سے شائع کیا ہے)۔

اب پریشان ہیں، چلیں یہ تو ماں تھیں لیکن پھوپھی اماں جو ماں سے بھی زیادہ مہربان ہیں، زینبؑ سے کیسے الوداع کہیں؟!

اکبرؑ پھوپھی زینبؑ کے خیمے میں آئے، دیکھا کہ پھوپھی اماں زمین پر بیٹھی ہوئی ہیں، اکبرؑ بھی جا کر بڑے پیار کے عالم میں پھوپھی کی گود میں سر رکھ کر لیٹ گئے۔ زینبؑ نے بالوں میں کنگھی کرنا شروع کر دی۔

اکبرؑ نے کہا: پھوپھی اماں! ایک مسئلہ مجھے پیش آیا ہے جس کا جواب لینے آپؑ کے پاس آیا ہوں۔

زینبؑ گھبرا گئیں اور کہا: بیٹا! یہ وقت کوئی مسئلہ پوچھنے کا نہیں ہے۔ ایسا کون سا مسئلہ پیش آ گیا؟

کہا: نہیں پھوپھی اماں! جب سے میں نے ہوش سنبھالا ہے جو پوچھا ہے آپ سے ہی پوچھا ہے اور اس مسئلے کا جواب بھی آپ ہی دیجیے گا۔ بس اتنا بتا دیجیے کہ آپ کا رُتبہ بلند ہے یا میری دادی فاطمہؑ کا رُتبہ بلند ہے؟

ماں کا نام سننا تھا کہ جنابِ زینبؑ بے چین ہو کر کھڑی ہو گئیں اور کہا:

اکبرؑ بیٹا! اتنا سمجھ دار ہو کر کیسی بات کرتا ہے۔ کہاں شہزادی فاطمہؑ اور کہاں میں ان کی ایک ادنیٰ کنیز؟ یہ کیا سوال تُو نے کر لیا؟

کہا: پھوپھی اماں! اگر واقعاً دادی کا رُتبہ آپ سے بلند ہے تو آج ایک کام تو

کریں۔ وادی کے بیٹے پر اپنے بیٹے کو قربان کر دیں۔

یہ فقرہ ہے مقتل کا۔

زینبؑ نے اکبر کو دیکھا اور کہا: اکبر بیٹا! اگر کسی اور طرح سے مجھے یہ پتہ چلتا کہ میرا اکبرؑ مرنے جا رہا ہے تو شاید میں بھی مر جاتی لیکن تُو نے اس طرح سے مجھے بات کی لہٰذا جا اکبرؑ، میں نے اماں فاطمہؑ کے لال پر اپنے لال کو قربان کیا۔ خدا حافظ!

اب فوج یزید کی وہ رپورٹنگ آ گئی کہ اکبرؑ باہر نکلے اور مقتل جانا چاہتے ہیں۔

خیمے کا پردہ ہٹاتے ہیں۔

لشکرِ یزید دیکھتا ہے کہ پردہ اُٹھتا ہے، پردہ گرتا ہے۔ پھر پردہ اُٹھتا ہے، پھر پردہ گرتا ہے۔ ایسے لگتا ہے کہ کوئی باہر آنا چاہتا ہے لیکن اسے کوئی روک لیتا ہے۔

آخر ہوا کیا؟

جب بھی اکبر نکلنا چاہتے ہیں تو کوئی بہن آ کر لپٹ جاتی ہے۔ کوئی پھوپھی آ کر گلے سے لگاتی ہے۔ اکبر بیٹا! ایک بار اور چہرے کی زیارت کرا دو۔ ایک بار پھر تیری پھوپھی تیرا چہرہ دیکھ لے۔ ایک بار اور تیری بہن تیری زیارت کر لے یہاں تک کہ امام حسین علیہ السلام نے کہا: بیبیو! راستہ نہ روکو میرے اکبرؑ کو دیر ہو رہی ہے۔

بس!

اتنا کہنا تھا کہ ساری بیبیوںؑ نے ہٹ کر راستہ دیا۔

اکبرؑ جانا چاہتے ہیں۔

میرے استاد مرحوم کہا کرتے تھے جیسے ہی اکبرؑ باہر نکلنا چاہتے ہیں ایک آواز آخر میں آئی کہ اکبرؑ! سب سے مل لیے ہم سے تو ملتے جاؤ۔

اکبرؑ نے مڑ کر دیکھا تو کیا دیکھا؟

میرا بیمار امام سیدالساجدینؑ اپنی کمر کو دونوں ہاتھوں سے پکڑے ہوئے بستر پر بیٹھا ہے۔ اکبرؑ! کیا بھائی سے نہ ملو گے؟

اکبرؑ آگے بڑھے، بھائی نے بھائی کے گلے میں بانہیں ڈالیں۔

اکبرؑ کا امتحان شروع ہوا۔ آخر میں نکلے اور گھوڑے پر سوار ہو کر مقتل کو چلے۔ اکبرؑ کی سواری آگے بڑھ رہی ہے۔ اکبرؑ کو ایسا لگا کہ میرے پیچھے کوئی آ رہا ہے۔ مڑ کر دیکھا تو کیا دیکھا؟ میرا بوڑھا بابا! پیدل میری سواری کے پیچھے آ رہا ہے اور اس طرح آ رہا ہے کہ جیسے جیسے گھوڑے کی رفتار بڑھ رہی ہے ویسے ویسے حسینؑ اپنی رفتار بڑھا رہے ہیں۔

اکبرؑ نے گھوڑا روک دیا۔ ہاتھوں کو جوڑ کر کہا: بابا! اگر آپؑ اس طرح میرے پیچھے آئے تو میں کبھی بھی مقتل نہ جا سکوں گا۔

عجیب جملہ حسینؑ نے کہا: اکبرؑ! تیرا کوئی جوان بیٹا نہیں ہے۔ اس لیے تجھے نہیں پتہ کہ بوڑھے باپ کے دل پہ کیا قیامت گزر رہی ہے۔

اکبرؑ نے کہا: بابا! اس عالم میں مَیں کیسے مقتل جاؤں؟

حسینؑ نے کہا: اچھا! میں ٹھہر جاتا ہوں۔

آپ اندازہ کریں کہ شیرِ خداؑ کے پوتے کا کیسا جہاد ہو گا؟!

حسینؑ نے کہا: اکبرؑ! میں رُک جاتا ہوں۔

قریب میں ایک ٹیلہ تھا اس پر جا کر حسینؑ بیٹھ گئے۔

اکبرؑ گھوڑے پر بیٹھے، حسینؑ ٹیلے پر بیٹھے۔ زینبؑ خیمے کا پردہ پکڑ کر وہاں کھڑی ہو گئیں اور لیلیٰؑ مصلے پر جا کر نمازِ شکرانہ کے لیے کھڑی ہو گئیں۔

اب ایک عجیب منظر بنا!

اکبرؑ کی نگاہیں ہیں فوج پر، حسینؑ کی نگاہیں اکبرؑ پر ہیں۔ زینبؑ کی نگاہیں حسینؑ پر ہیں اور لیلیٰؑ کی نگاہیں زینبؑ پر ہیں۔

تھوڑی دیر گزری، شیرِ خداؑ کے پوتے کا جہاد مکمل ہوا۔ اکبرؑ گھوڑے سے زمین پر گرے۔ حسینؑ ٹیلے سے گرے، زینبؑ درِ خیمہ پر گریں، لیلیٰؑ شکر کے سجدے میں گریں۔

شُکْرًا لِلّٰہِ ـــ آج میری کمائی کام آئی۔

بیٹا! تیرے باپ کو اب نظر آنا بند ہو گیا ہے۔ کچھ دیر کے لیے بینائی کام نہیں کر رہی۔ بیٹا! مجھے پکارتا کہ تیری آواز سن کر تیرا باپ تیرے قریب آئے۔

اکبرؑ نے آواز دی:

اِلَیَّ......

بابا! میری طرف آیئے۔

حسینؑ آگے بڑھے، اکبرؑ کے قریب پہنچے۔ جوان بیٹا زمینِ کربلا پہ ایڑیاں رگڑ رہا ہے۔ حسینؑ نے یہ منظر دیکھا۔ ایک بار دیکھا کہ اکبرؑ نے دونوں ہاتھ سینے پر رکھے ہوئے ہیں۔ حسینؑ قریب پہنچے اور ایک مرتبہ کہا: اکبرؑ! میں تجھے خیمے میں لے جانا چاہتا ہوں۔

یہ کہہ کر ایک ہاتھ گردن کے نیچے رکھا، ایک ہاتھ پیروں کے نیچے رکھا۔ اکبرؑ کو اُٹھانا چاہا۔

ہائے میرا اٹھاون برس کا ضعیف امامؑ!

اکبرؑ کو اُٹھانے کی کوشش کی لیکن آج حسینؑ سے اکبرؑ نہ اُٹھایا گیا۔ دوبارہ کوشش کی لیکن حسینؑ دوسری بار بھی نہ اُٹھا سکا۔ آخر تیسری بار کہا: اکبرؑ! تم بھی تو اپنے

باپ کی مدد کرو۔

اکبرؑ نے کہا: بابا! میں کیا مدد کروں؟

کہا: اپنے ہاتھ میری گردن میں ڈال لو۔

بس یہ سننا تھا کہ اکبرؑ نے ایک ہاتھ سینے سے ہٹایا۔ حسینؑ کی گردن میں ڈالا۔

حسینؑ نے کہا: بیٹا اکبرؑ! دوسرا ہاتھ بھی؟

کہا: بابا! یہ ہاتھ کلیجے سے ہٹانا نہیں چاہتا۔

اتنا سننا تھا کہ ایک بار میرا آقا حسینؑ پیچھے ہٹ گیا اور کہا: اکبرؑ! یہ کیا کہہ دیا۔ کیا تمہیں نہیں معلوم کہ تیرا باپ کتنا صابر ہے۔ یہ دوسرا ہاتھ بھی سینے سے ہٹا۔

بس!

اکبرؑ نے دوسرا ہاتھ بھی ہٹایا۔

اللہ کسی بوڑھے باپ کو جوان بیٹے کی یہ حالت نہ دکھائے، آمین!

کیا دیکھا؟

دیکھا کہ اکبرؑ کے کلیجے میں برچھی کا ٹوٹا ہوا پھل پیوست ہے۔

حسینؑ نے کہا: اکبرؑ! بس اتنی سی بات؟

یہ کہہ کر میرا مولا اکبرؑ کے سینے کے قریب اس طرح دوزانو بیٹھا جیسے نماز میں بیٹھتے ہیں اور پھر آگے بڑھے۔ ایک بار برچھی کے ٹوٹے ہوئے پھل پہ ہاتھ رکھا۔

میرا دل چاہتا ہے کہ میں ایک مرتبہ گھبرا کر کہوں کہ یارسولؐ اللہ! ذرا جلدی سے کربلا میں آیئے مگر اکیلے نہ آیئے گا، ابراہیمؑ کو ساتھ لے آیئے گا۔

اے خلیلِ خدا ابراہیمؑ! ذرا کربلا میں آ کر دیکھیے۔ باپ کی آنکھوں پر پٹی نہیں ہے۔ باپ کے ہاتھوں میں رعشہ نہیں ہے۔ کس طرح برچھی کے ٹوٹے ہوئے پھل پہ

ہاتھ رکھا لیکن ہاں اتنا میرا دل کہتا ہے ہاتھوں میں رعشہ نہیں ہے، آنکھوں پر پٹی نہیں ہے مگر مڑ کر نجف کو ضرور دیکھا ہوگا اور کہا ہوگا:

بابا! یا علیؑ مدد۔ آپ ہر ایک کی مدد کو آتے ہیں، آج حسینؑ کی مدد کو آؤ۔ ارے اکبرؑ کے کلیجے سے برچھی نکالنا ہے۔

ادھر حسینؑ نے برچھی کا پھل ہلایا۔ برچھی کلیجے میں تھی، کلیجہ ہلا، کلیجے کا ہلنا تھا کہ اکبرؑ کا جسم ہلا، جسم کا ہلنا تھا کہ زمینِ کربلا ہلی، خیمے ہلے۔

زینبؑ کی آواز آئی: بھیا! اگر ضرورت ہو تو بہن تیری مدد کے لیے آرہی ہے۔

حسینؑ نے اکبر کو چھوڑ دیا اور کہا: زینبؑ! خیمے سے باہر نہ آنا۔ ارے تیرے پردے پہ میرا اکبرؑ قربان۔

میں کہوں گا: مولا! تھوڑی دیر کے بعد شامِ غریباں ہوگی۔ یہ خیمے جلیں گے، چادریں چھن جائیں گی اور خیموں کو آگ لگا دی جائے گی۔

وَسَيَعْلَمُ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَيَّ مُنْقَلَبٍ يَنْقَلِبُونَ ○

تذکرہ جنابِ قاسمؑ ابنِ حسنؑ

کربلائے معلیٰ میں حسینی فوج میں خاندانِ عصمت وطہارت میں جو غیر معصوم بیبیاں تھیں ان میں سے کسی بھی بی بی کو ایک قدم بھی ہم نے پیچھے نہ پایا زینبؑ وکلثومؑ سے اور اس میں بھی خاص طور پر جنابِ اُمِ فروہؑ۔

دیکھیے!

جنابِ لیلیٰؑ جب کربلا میں آئیں تو اس عالم میں آئیں کہ ان کا سہاگ سلامت تھا۔ بیٹا ساتھ تھا۔ جنابِ ربابؑ جب کربلا میں آئیں تو اس طرح آئیں کہ سہاگ سلامت ہے۔ گود میں بچہ ہے مگر فروہؑ بارہ سال کی بیوگی کا زمانہ گزار چکی ہیں اور اگر کوئی عورت جوانی میں بیوہ ہوجائے اور صاحبِ اولاد بھی ہو تو اُس کی تمام تمناؤں کا مرکز اُس کا بیٹا ہوجاتا ہے۔ وہ اس بچے کو دیکھتی جاتی ہے اور یہی سوچتی جاتی ہے کہ جیسے ہی یہ جوان ہوگا تو میں اس کی شادی کروں اور میری جو تمنائیں پوری نہ ہوسکیں جو میری ایک حسرت والی زندگی تھی۔ یہ اللہ کے رسولؐ کا جملہ ہے:

> ''فرمایا: عورت کے لیے سب سے زیادہ خصوصیت اس کے شوہر کو ہے''۔

اُمِ فروہؑ وہ منظر کبھی نہیں بھول سکتیں جو ۲۸ صفر کو اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا۔ میرا شوہر امام حسن مجتبیٰؑ، زہر کے اثر سے کلیجہ ٹکڑے ٹکڑے ہوکر طشت میں گر رہا ہے۔ ایک طرف حسینؑ ہیں، ایک طرف زینبؑ ہیں جو امام حسنؑ کو سنبھالے ہوئے ہیں اور

پالنی میں جناب اُمِ فروہؑ اس حالت میں کھڑی ہیں کہ ڈیڑھ سال کا قاسمؑ ماں کی گود میں ہے اور دیکھ رہی ہیں کہ کس طرح سے میرا شوہر دُنیا سے جا رہا ہے اور میں بیوہ ہو رہی ہوں مگر اس حالت میں بھی امام حسن مجتبیٰؑ نے اس کٹتے ہوئے کلیجے کے درمیان اشارے سے اُمِ فروہؑ کو بلایا اور اپنے بازو پر بندھا ہوا تعویذ جناب فروہؑ کے حوالے کیا اور کہا: فروہؑ! جب میرا قاسمؑ بڑا ہو جائے تو یہ تعویذ قاسمؑ کے بازو سے باندھ دینا اور دیکھو! اس تعویذ کو کبھی کھول کر مت دیکھنا لیکن جب میرا قاسمؑ کسی بڑی مصیبت اور پریشانی میں مبتلا ہو تب اس تعویذ کو کھول کر اس پر عمل کرنا۔

بارہ سال گزر گئے اُمِ فروہؑ کو بیوگی کے عالم میں مگر حسینؑ جیسے کے گھر میں رہ رہی ہیں۔ زینبؑ جیسی مہربان شہزادی کے گھر میں رہ رہی ہیں، کبھی کوئی ایسی پریشانی اور مصیبت آئی نہیں کہ فروہؑ کو یہ تعویذ کھولنا پڑا البتہ قاسمؑ بڑا ہوتا جاتا ہے۔ قاسمؑ کو دیکھ دیکھ کر ماں کے دل کو خوشی ہوتی ہے اور اب یہی سوچ رہی ہیں کہ تیرہ سال کا میرا یہ قاسم تو ہو گیا۔ بہت مختصر مدت باقی ہے پھر میرے قاسمؑ کی شادی ہوگی اور قاسمؑ دلہا بنے گا، بہو کو لے کر آؤں گی اور جیسی میری زندگی گزری، حسینؑ جیسے آقا کے گھر میں رہ کر بھی بیوگی۔

اسی دوران کربلا کا واقعہ پیش آ گیا۔ آج تک کوئی ایسی ماں بھی آپ نے دیکھی جس کا بیٹا اگر زندہ رہ رہا ہو تو اس کو یہ پریشانی ہو کہ میرا بیٹا زندہ کیوں ہے؟ تعویذ کھولا تو کب کھولا؟

پہلے تو شب عاشور آ گئی۔ آقا حسینؑ آدھی رات کو مصلے پر بیٹھ کر پروردگار سے راز و نیاز کر رہے ہیں، عبادتیں ہیں اور سجدے ہیں۔ دُعا کے لیے ہاتھ پھیلے ہیں۔ ایک دم آقا کو ایسا لگا کہ کوئی میرے سیدھے ہاتھ کی طرف آ کر بیٹھا۔ میرے مظلوم

آقا نے آنکھیں کھول کر دیکھا تو کیا دیکھا۔ میرے حسنؑ کی نشانی، میرا یتیم بھتیجا قاسمؑ میرے برابر بیٹھا اور ایسا لگ رہا ہے کہ کچھ کہنا چاہتا ہے۔

حسینؑ نے قاسمؑ کو دیکھا اور کہا: بیٹا قاسمؑ! آدھی رات کا وقت ہے تیری ماں خیمے میں اکیلی رہ گئی ہے۔ یہ یہاں بیٹھنے کا وقت نہیں ہے۔ جاؤ اور جا کر اپنی ماں کے پاس بیٹھو۔

قاسمؑ نے تڑپ کر کہا: چچا جان! اماں ہی نے تو بھیجا ہے۔ میں اماں کے پاس بیٹھا تھا کہ میری ماں نے مجھے ایک بار دیکھا اور کہا کہ قاسمؑ بیٹا! میں سیدانی نہیں ہوں، ایسا نہ ہو کہ کل میدان میں تو بہت چھوٹا اور کمسن ہے، دشمنوں کی اکثریت کو دیکھ کر، کثرت کو دیکھ کر ایسا نہ ہو کہ میدان میں تیرے قدم پیچھے ہٹ جائیں۔ لوگ کہیں کہ حسنؑ کا لال کبھی پیچھے نہ ہٹتا۔ یہ فروہؑ کی تربیت کا اثر ہے۔ اتنا بتا کہ کیا کل میدان میں قربانی دے گا؟

قاسمؑ نے کہا: اماں! کل آنے تو دو۔

کہا: نہیں! میرے دل کو اطمینان نہیں ہے، جا کر آقا سے پوچھ کر آؤ۔

تو چچا میں اس لیے آپ کے پاس آیا ہوں، اتنا بتا دیجیے کہ کل کے شہیدوں میں میرا نام ہے کہ نہیں؟

ایک بار حسینؑ نے تیرہ برس کے قاسمؑ کو سینے سے لگا لیا۔ قاسمؑ کو سونگھتے جاتے ہیں اور کہتے جاتے ہیں: قاسمؑ! تجھ میں سے مجھے بھیا حسنؑ کی خوشبو آتی ہے۔ ہائے میرا بھائی حسنؑ، آج اگر وہ ہوتا تو دیکھتا کس طرح حسینؑ میدانِ کربلا میں گھیرے میں آ گیا ہے۔ بدن سونگھتے جاتے ہیں اور حسن مجتبیٰؑ کو یاد کرتے جاتے ہیں۔ ہائے میرا بھائی حسنؑ، ہائے میرا بھیا حسنؑ۔

جب تین بار قاسمؑ نے سوال کیا کہ چچا! میرا نام کل کے شہیدوں میں ہے کہ نہیں لیکن آقا حسینؑ نے کوئی جواب نہ دیا۔

ایک مرتبہ بے اختیار قاسمؑ رونے لگا، کہا: چچا! میں سمجھ گیا کل میرا نام شہیدوں میں نہیں ہے۔ کل میرے نصیب میں شہادت نہیں ہے۔ کل قاسمؑ اسی طرح محروم رہے گا۔

جیسے ہی آقا حسینؑ نے قاسمؑ کو روتے دیکھا تو بے اختیار کہا: قاسمؑ! تو اپنی بات کر رہا ہے تو اپنے بارے میں پوچھ رہا ہے۔ ارے! کل کے شہیدوں میں تو تیرے ننھے بھائی علی اصغرؑ کا نام بھی شامل ہے۔

بس!

اصغرؑ کا نام سننا تھا، تیرہ برس کا ہے، بہت چھوٹا ہے مگر حیدرِ کرارؑ کا پوتا ہے۔

ایک بار قاسمؑ نے انگڑائی لی۔ بند قبا ٹوٹنے لگے اور کہا: چچا! کیا یہ بے حیا فوج خیموں میں داخل ہو کر میرے بھائی اصغرؑ کو شہید کرے گی؟

حسینؑ کیسے جواب دیں کہ قاسمؑ اصغرؑ خیمے میں نہیں مارا جائے گا، اصغرؑ تو تیرے چچا کی گود میں ہو گا۔ جب تین بھال کا تیر لگے گا۔

کہا: قاسمؑ! جا اطمینان رکھ، کل کے شہیدوں میں تیرا نام بھی ہے اور تیرے بھائی اصغرؑ کا نام بھی ہے۔

عاشورہ کی صبح ہوئی۔ اکبرؑ نے اذان دی۔ حسینؑ نے نماز پڑھائی، جہادِ کربلا شروع ہوا۔ اصحاب باری باری شہید ہوئے۔ جوانانِ بنی ہاشمؑ کی باری آئی۔ جب کوئی شہزادہ جاتا ہے اور قاسمؑ خیمے میں آتا ہے۔ فروہؑ دیکھتی ہیں اور کہتی ہیں:

قاسمؑ بیٹا! کیا وجہ ہے کہ تم ابھی تک زندہ ہو؟ تم ابھی تک سلامت ہو؟

آپ کو دنیا میں کوئی ماں ایسی نظر آئے گی، بارہ برس جس بیٹے کو دیکھ دیکھ کر زندہ رہی وہ آج پوچھتی ہے کہ بیٹا تو زندہ کیسے ہے؟

بس!

وہ وقت آ گیا، اکبرؑ کا لاشہ آ گیا، قاسمؑ آئے۔

فروہؑ نے کہا: قاسمؑ! تو اب تک زندہ ہے؟ اولادِ جعفر طیارؑ کے لاشے آ گئے، قاسمؑ تو اب تک زندہ ہے۔ اولادِ عقیلؑ کے لاشے آ گئے، قاسمؑ تو اب تک زندہ ہے، عونؑ و محمدؑ کے لاشے آ گئے۔

اب جو قاسمؑ ماں کے پاس گیا تو ماں نے برہمی کا اظہار کیا۔ قاسمؑ تڑپ گئے، کہا: اماں! تو مجھ سے ناراض کیوں ہے؟

فروہؑ نے کہا: بیٹا! میری شہزادی کے لال مارے گئے، ہائے میرا عونؑ اور محمدؑ مارا گیا۔ میرا قاسمؑ اب تک زندہ ہے۔ یہ دن آنے سے پہلے میں کیوں نہ مر گئی۔

قاسمؑ نے ہاتھ جوڑے اور کہا: اماں! کسی سے پوچھ لے، ہر مرتبہ دوڑ کر جاتا ہوں کہ چچا اب مجھے مقتل میں جانے دیں، چچا! اب مجھے جہاد کرنے دیں۔ چچا! اب مجھے شہید ہونے دیں لیکن چچا مجھے سینے سے لگا لیتے ہیں اور میرا بدن سونگھ کر کہتے ہیں کہ تم سے تو بھیا حسنؑ کی خوشبو آ رہی ہے۔

آقا اجازت نہیں دیتے۔ اماں ایک بار چچا سے اجازت دلوا دے پھر دیکھ تیرا قاسم کیسا جہاد کرتا ہے۔

اُمِ فروہؑ نے سنا۔ اب دو روایتیں ہیں:

دوسری روایت یہ ہے کہ اُمِ فروہؑ نے زندگی میں کبھی حسینؑ سے کوئی فرمائش نہیں کی ہے۔ اتنی شرمیلی ہیں، پریشان ہیں، سوچ رہی ہیں کہ آخر کیسے اجازت

دلواؤں۔ وہ جملہ یاد آ گیا۔ ۲۸ صفر ہے، میرا آقا کا کلیجہ ٹکڑے ٹکڑے ہو رہا ہے۔ حسن مجتبیٰؑ مجھے بلاتے ہیں، کہتے ہیں کہ جب میرا قاسمؑ کسی بڑی مصیبت اور پریشانی میں مبتلا ہو تو تب یہ تعویذ کھولنا۔ ہائے میرا قاسمؑ مر نہیں رہا۔ اس سے بڑی مصیبت کیا ہے؟

اللہ! اللہ!! دنیا میں کوئی ایسی بیوہ ماں آپ کو نظر آئے گی جس کا بیٹا نہیں مر رہا؟ وہ سمجھ رہی ہے کہ اس سے بڑی کوئی مصیبت نہیں؟

ایک مرتبہ کہا: قاسمؑ! ذرا اپنے بازو پر سے تعویذ کو کھولنا۔

قاسمؑ نے تعویذ اُتار کر کھولا۔ دیکھو حسن مجتبیٰؑ کی وصیت ہے، اس میں لکھا ہے:

"قاسمؑ بیٹا! میں کربلا کے میدان میں نہ ہوں گا، میرا بھائی دشمنوں کے درمیان گھر جائے گا۔ قاسمؑ! حسینؑ پر اپنی جان قربان کر دینا، حسنؑ کی نمائندگی کرنا ہے"۔

اُمِ فروہؑ نے کہا: قاسمؑ! چل میرے ساتھ۔

ایک بار شہزادی زینبؑ کے پاس آئیں اور کہا: شہزادی! میں آپ کے بھائی حسنؑ کا وصیت نامہ آپ کے لیے لائی ہوں۔

یہ کہہ کر تعویذ آقا حسینؑ کو دیا۔ آقا حسینؑ نے تعویذ پڑھا۔

ہائے بھیا حسنؑ! مجھ سے خواہش ظاہر کی۔

دیکھیے! یقین رکھیے!

حسینؑ کے لیے اکبرؑ کا لاشہ آسان ہے مگر حسنؑ کے لال قاسمؑ کا لاشہ مشکل ہے۔ اس کی دلیل وہ جملہ بھی ہے آگے چل کر۔

اکبرؑ کے لاشے پہ حسینؑ اتنی تیزی سے نہیں آئے تھے جتنی تیزی سے قاسمؑ کے

سرہانے آئے۔ اپنے بیٹے کا لاشہ اُٹھانا آسان ہے لیکن بھائی کی نشانی کا لاشہ اُٹھانا بہت مشکل ہے۔ ایک بار تعویذ پڑھا، پڑھ کر حسینؑ کی آنکھوں میں آنسو آئے۔ رونے لگے، کہا:

قاسمؑ! بھیا حسنؑ کا حکم آ گیا۔ اب میں تجھے نہیں روکوں گا۔ مقتل میں چلنے کی تیاری کرو۔

قاسمؑ آگے بڑھنا چاہتا ہے کہ ایک بار اُمِ فروہؑ نے شہزادی زینبؑ کے آگے ہاتھ جوڑ دیئے۔ کہا: شہزادیؑ! ایک خواہش میری اور ہے۔

یہ کہہ کر امام حسنؑ کا عمامہ نکالا، زینب الکبریٰؑ کے ہاتھ میں دیا اور کہا: آقا حسینؑ سے کہیے کہ میرے قاسمؑ کو ان کے باپ کا عمامہ پہنا کر میدان میں بھیجیں۔

چھوٹا ہے تو کیا ہوا؟ ہے تو حسنؑ کا وارث حسنؑ کا لال!

حسینؑ نے حسن مجتبیٰؑ کا عمامہ قاسمؑ کے سر پر پہنایا۔

عزادارو!

قاسمؑ کربلا کا اتنا چھوٹا شہید ہے کہ جو گھوڑے پر بیٹھ بھی نہ سکتا تھا۔ حسینؑ نے گود میں لے کر قاسمؑ کو گھوڑے پر بٹھایا اور ایک بار قاسمؑ مقتل کی جانب چلے۔ تیرہ سال کا یہ گلبدن شہزادہ بہت چھوٹا ہے مگر حیدرِ کرار کا پوتا ہے۔ اس انداز سے جہاد کیا کہ سارا لشکر گھبرا کے بھاگنے لگا۔ شامی پہلوان کے سات بیٹے مارے۔

گھبرا کر اس نے آواز دی: ارے! میری مدد کو آؤ۔

تیس ہزار کے لشکر نے اکیلے قاسمؑ کو گھیرے میں لیا۔ کہیں سے نیزے چلے، کہیں سے برچھیاں چلیں، کہیں سے تیر چلے، کہیں سے تلواریں چلیں۔ ایک مرتبہ قاسمؑ زخموں سے چور چور ہو کر گھوڑے سے زمین کربلا پر گرے، آواز دی:

یَا عَمَّاہُ اَدْرِکْنِی

"اے چچا! میری مدد کو آیئے"۔

یہ تاریخ کربلا کا فقرہ ہے کہ کسی بھی زخمی کے پکارنے پر اتنی تیزی سے آقا حسینؑ نہ چلے جتنا قاسمؑ کی آواز پہ چلے۔ ابھی لشکر یزید سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ دیکھا حسینؑ سرہانے پہنچ گئے ہیں۔ ذوالفقار ہاتھ میں ہے۔ حسینؑ کا جلال دیکھ کر سارا لشکر بھاگا اور اس طرح بھاگا۔ اِدھر کے سپاہی اُدھر دوڑے۔ اُدھر کے سپاہی اِدھر دوڑے۔

ایک جملہ امام زمانہؑ سے منسوب ہے:

"میرا اسلام ہو کربلا کے اس شہید پر جس کی دائیں پسلیاں ٹوٹ کر بائیں طرف آگئیں، بائیں طرف کی پسلیاں ٹوٹ کر دائیں طرف آگئیں"۔

ارے! ذرا سوچو!

حسنؑ کا لال، دائیں پسلیاں بائیں طرف چلی گئیں، بائیں پسلیاں دائیں طرف۔

میرے مرحوم استاد جو ہر صاحب قبلہ ایک جملہ کہا کرتے تھے کہ کربلا کے جتنے مصائب ہیں، تمام شہدا نے حسینؑ کا ساتھ دیا ہے، سب پیاسے رہے، بھوکے رہے، سب پر تین دن پانی بند رہا۔ سب نے تیر و تلوار برداشت کیے مگر ایک مصیبت ایسی ہے جس میں فقط قاسمؑ نے چچا کا ساتھ دیا اور وہ ہے بدن کا پامال ہونا۔

یا آقا حسینؑ کا لاشہ پامال ہوا یا قاسمؑ کا بدن پامال ہوا۔

عزادارو!

یہاں بھی ایک فرق ہے اور وہ یہ کہ حسینؑ شہید ہو چکے تھے تب لاشہ پامال ہوا

مگر قاسمؑ ابھی زندہ تھے۔ اِدھر کے گھوڑے اُدھر اور اُدھر کے گھوڑے اِدھر۔

بس!

میرا آقا حسینؑ قاسمؑ کے سرہانے پہنچا اور ایک جملہ کہا:

قاسمؑ! تیرے چچا پہ انتہائی شاق ہے کہ تُو نے پکارا اور میں وقت پہ تیری مدد کو نہ آسکا۔

یہاں پر ایک جملہ اور علماء پڑھتے ہیں اور وہ یہ ہے کہ جیسے ہی حسینؑ نے کہا: قاسمؑ! تیرے چچا پہ شاق ہے تو قاسمؑ نے آنکھیں کھولیں۔ آنکھیں کھول کر چچا کو دیکھا اور بے اختیار کہا کہ میرا بابا! آگیا۔

کیا قاسمؑ پہچان نہیں پا رہے کہ کون ہیں؟

نہیں! نہیں! قاسمؑ پہچان گئے مگر خالی حسینؑ نہیں آئے تھے، قاسمؑ کی چیخ سن کر خیمے سے حسینؑ آئے، جنت البقیع سے اُٹھ کر حسن مجتبیٰؑ آگئے۔

اے میرے لال! گھبراتا نہیں، تیرا باپ تیرے استقبال کو آرہا ہے، تجھے لے جانے کے لیے آرہا ہے۔

بس آخری جملہ!

قاسمؑ کا بدن اس قابل نہ تھا کہ حسینؑ اُٹھا کر لے جاتے۔ عباء زمینِ کربلا پر بچھائی۔ قاسمؑ کے زخمی بدن کو عباء پر رکھا۔ عباء ایک گٹھڑی بن گئی۔ لے کر خیمے کے دروازے پہ آئے۔ ہر شہید کا لاشہ آتا ہے۔ حسینؑ خیمے میں لاشہ پہنچاتے ہیں۔ زینبؑ صفِ عزاء بچھاتی ہیں۔ حسینؑ دروازے پہ آئے۔ حسینؑ دروازے پہ کھڑے ہوگئے۔ زینبؑ بہت دیر تک انتظار کرتی رہی۔ پردہ اُٹھا کر دیکھا تو حسینؑ کھڑے ہیں۔

کہا: بھیا! ساری بیبیاں انتظار کر رہی ہیں۔ آپ کا ہاتھ خالی ہے۔ کیا قاسمؑ کا لاشہ نہیں ہے؟

حسینؑ نے ایک مرتبہ گٹھڑی کی جانب اشارہ کیا اور کہا:

زینبؑ! میرا قاسمؑ اس کے اندر ہے۔

زینبؑ نے گٹھڑی دیکھی۔ ابھی پوچھنا چاہتی ہیں کہ بھیا! کیا ہوا؟

حسینؑ نے کہا: خاموش ہو جا، آہستہ بولو۔ دیکھتی نہیں ہو۔ فروہؑ تمھارے پیچھے کھڑی ہے۔ ارے ماں تمھارے پیچھے ہے۔

اُمِ فروہؑ آگے آئیں، زندگی میں پہلی اور آخری بار حسینؑ سے بات کی۔ آقا! ذرا مجھے دکھایئے تو میرے لال پہ کیا گزری ہے؟

آقا حسینؑ نے گٹھڑی کو کھولا، ماں کے سامنے لاشہ آیا۔

اُمِ فروہؑ نے کہا: شہزادی زینبؑ! کلثومؑ! ربابؑ! لیلیٰؑ، سکینہؑ! مجھے آکر مبارک باد دو میری قربانی سب سے زیادہ کام آگئی۔

وَسَيَعْلَمُ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَيَّ مُنقَلَبٍ يَنقَلِبُونَ ○

تذکرہ حضرتِ عباس علمدارؑ

آج جنابِ عباسؑ کا تذکرہ کرنا ہے۔

جنابِ عباسؑ ارشاد فرماتے ہیں: اللہ کی مرضی کی وجہ سے میرا مولا خاموش رہا۔

لَوْلَا كَانَتْ مَشِيَّةُ مَوْلَايَ

''میرا مولا ہے حسینؑ، ان کی مشیت رحمٰن کی مشیت کے تابع ہے''۔

مولا حسینؑ خود کچھ نہیں کرتا، وہی کرتا ہے جو اللہ کہتا ہے۔ اس لیے میں خاموش ہوں ورنہ میں ایک غضبناک عقاب کی طرح سے تم پر ٹوٹتا جس طرح سے عقاب چڑیوں کا شکار کرتا ہے۔ حیثیت ہی کیا ہے تمھاری میرے سامنے؟!

یہی وجہ ہے کہ کربلا کے میدان میں سب کو تلوار چلانے کی اجازت دی گئی لیکن عباسؑ کو نہیں دی گئی کیونکہ معلوم ہے مولا حسینؑ کو کہ جو جنگ میں مظلومیت سے جیتنا چاہتا ہوں اگر عباسؑ کی تلوار نیام سے نکل گئی تو میدانِ کربلا کا فاتح رہے گا حسینؑ، لیکن جس مقصد کے لیے گھر بار چھوڑا ہے وہ مقصد پورا نہ ہوگا۔

فرمایا: عباسؑ! تمھیں اجازت نہیں ہے تلوار چلانے کی۔

بہر حال!

کائنات کی تاریخ کا واحد جنرل ہے جس نے ۷۲ کی ایک ایسی فوج کو جس

میں بوڑھے، جوان اور بچے بھی ہیں ۳۰ ہزار کے لشکر سے لڑایا اور صبح سے شام ہوگئی ورنہ ۳۰ ہزار کے لشکر کے سامنے ۷۲، جس میں بوڑھے، بیمار اور بچے ہوں، آدھے گھنٹے کی جنگ ہوتی ہے جبکہ خود بھی تلوار نہ چلائی۔ دنیا کی پوری تاریخ میں آپ کو ایسا کوئی جنرل نہیں ملے گا۔

عباسؑ! ایک ایسے سپاہی کا نام ہے کہ عمر ابن سعد کا لشکر بھی اگر پریشان ہے تو فقط عباسؑ کی وجہ سے۔ جب تک عباس حسینؑ کے ساتھ ہے یہ جنگ ہم نہیں جیت سکتے۔ ایک عجیب شخصیت ہے عباسؑ کی۔

دیکھیے!

ساری کائنات کا مشکل کشا کون ہے؟

اہلِ بیتؑ کا گھرانہ!

ہمیں کوئی مصیبت، کوئی پریشانی پیش آئے، بہت پریشان ہوتے ہیں مگر ایک اطمینان ہوتا ہے کہ علی مولاؑ ہیں، حسینؑ مولا ہیں، اہلِ بیتؑ کا گھرانہ ہے۔ تو ساری کائنات کا مشکل کشا ہے اہلِ بیتؑ کا گھرانہ لیکن کوئی اہلِ بیتؑ کا بھی مشکل کشا ہے؟

اگر اہلِ بیتؑ کبھی پریشانی محسوس کریں۔ اگر خاندانِ بنی ہاشم کبھی مصیبت میں آئے تو اس کا مشکل کشا کون ہے؟

اس کے مشکل کشا کا نام ہے عباسؑ!

ساری کائنات کے مشکل کشا اہلِ بیتؑ اور اہلِ بیتؑ کے مشکل کشا عباسؑ!

ہر بات دلیل سے کرتا ہوں!

کربلا کے بچے، ان کا سہارا کون ہے؟

کربلا کی سیدانیاں، ان کا سہارا کون ہے؟
ماں اُم البنینؑ، اس کا سہارا کون ہے؟
ارے!

سب سے بڑی منزل جہاں بدن کانپنے لگتا ہے، خود آقا حسینؑ۔ کربلا کے واقعہ کے بعد جناب اُم البنینؑ بقیع کے قبرستان میں فریاد تو کر رہی ہیں، عباسؑ! دُنیا آکر مجھے پرسہ دے رہی ہے۔ مجھے یقین نہیں آتا لوگوں کی باتوں پر۔ میں سن لیتی ہوں لیکن تجھے میں نے دودھ پلایا ہے، تجھے پالا ہے۔ تجھے دیکھا ہے، تیرا بچپنا میرے سامنے گزرا ہے۔ مجھے پتہ ہے کہ تیری رگوں میں کس کا خون ہے۔

میں کہتی ہوں کہ میرے عباسؑ کو کوئی مار ہی نہیں سکتا لیکن پھر یقین کر لیتی ہوں کہ میرا عباسؑ مارا گیا۔ جب میں سنتی ہوں کہ میرے امامِ زمانہ سجادؑ کی کمر پہ کوڑے لگے تھے۔ جب سنتی ہوں کہ شہزادی سکینہؑ کے رخسار پہ طمانچے لگے تھے۔ جب سنتی ہوں کہ شہزادی زینبؑ کی چادر چھن گئی تھی۔ اگر میرا عباسؑ زندہ ہوتا تو کس کی مجال تھی کہ کوئی سجادؑ کو کوڑے مارتا۔ اگر عباسؑ زندہ ہوتا تو مجال تھی کہ سکینہؑ کو طمانچے لگتے۔
ارے میرا عباسؑ زندہ ہوتا تو چادرِ زینبؑ پر کوئی ہاتھ ڈال سکتا تھا؟
یقین ہے ماں کو کہ میرے عباسؑ کے ہوتے ہوئے یہ سب کچھ نہیں ہو سکتا۔
یہ ہے ماں کا بھروسہ!

بچوں کو اتنا یقین ہے عباسؑ پر کہ یہ کربلا کے بچے، کربلا سے کوفہ بھی پیاسے گئے تھے ورنہ اُم حبیبہؑ کے گھر کے سامنے سکینہ پانی نہ مانگتی۔ یہ بچے کوفہ سے شام بھی پیاسے گئے تھے ورنہ زندانِ شام میں زینبؑ بیٹھ کر نماز نہ پڑھتیں اور یہ نہ کہتی کہ سجادؑ میں تو اپنا حصّہ بھی بچوں کو دے دیتی ہوں مگر کیا وجہ ہے کہ جب تک کربلا میں رہے

اس وقت تک العطش العطش کہتے رہے۔ اس وقت تک العطش العطش کہتے رہے
جب تک عباسؑ زندہ رہا۔ بچوں کو بھی پتہ ہے کہ اگر کوئی پانی لانے والا ہے تو وہ عباسؑ ہے لیکن جب فرات کے کنارے علمِ عباسؑ ٹھنڈا ہو گیا تو اب بچوں کو یقین ہو گیا کہ اب کوئی پانی لانے والا رہا ہی نہیں، لہٰذا اب فریاد کریں تو کس سے کریں؟

مرحوم سید اظہر حسن زیدی صاحب ایک جملہ کہا کرتے تھے کہ شبِ عاشور رات گزر رہی ہے۔

کل میں نے ایک جملہ پڑھا کہ قاسمؑ! حسینؑ کے پاس آئے اور آج یہ جملہ سنیے کہ عباسؑ اپنے خیمے میں تلوار کو صاف کر کے کل کے جہاد کی تیاری کر رہے ہیں۔ ایک مرتبہ جنابِ زینب کبریٰؑ عباسؑ کے خیمے میں داخل ہوئیں۔ تو گھبرا کر عباسؑ اپنی جگہ سے کھڑے ہو گئے اور عرض کیا: شہزادی! آپؑ نے کیوں زحمت کی؟ اس غلام کو بلا لیا ہوتا۔

یہ عباسؑ کا ادب اور احترام ہے۔

زینبؑ نے کہا: عباسؑ! تم میرے چھوٹے بھائی ہو۔ بہن بھائی کے پاس آئی ہے لیکن آئی اس لیے ہوں کہ ابھی یہ ساری بیبیاں میرے پاس آئیں اور سب نے مجھ سے کہا کہ شہزادیؑ! ہمیں کل کے جہاد کے لیے کوئی پریشانی نہیں ہے۔ صرف پریشانی اپنی چادر اور اپنے حجاب کی ہے۔ کل ہماری چادریں محفوظ رہیں گی کہ نہیں؟

لیلیٰؑ کو اکبرؑ کی کوئی فکر نہیں، فروہؑ کو قاسمؑ کا کوئی خیال نہیں، ربابؑ کو اصغرؑ کے بارے میں کوئی پریشانی نہیں۔ ہماری چادریں محفوظ ہیں کہ نہیں؟!

میں نے انھیں کوئی جواب نہیں دیا۔ نہ ہاں کہا نہ ناں کہا۔ تیرا جواب ہے تو ہی دے گا۔ عباسؑ! تم بتاؤ میں ان بیبیوں سے کیا کہوں؟

عباسؑ نے کہا: شہزادی! جب تک آپ کا غلام زندہ ہے، اس وقت تک کسی بی بی کی چادر پر کوئی ہاتھ نہیں ڈال سکتا۔

جنابِ زینبؑ کو اتنا یقین تھا میرے عباسؑ کو کوئی مار ہی نہیں سکتا۔ واپس اپنے خیمے میں گئیں اور جا کر کہا: اے بیبیو! علیؑ کی بیٹی تم سے وعدہ کرتی ہے کہ کل تمھاری چادریں سلامت رہیں گی، کل تمھارے پردے محفوظ رہیں گے۔

عزادارو!

شبِ عاشور کو جنابِ زینبؑ نے وعدہ کیا اور جب سہ پہر آئی عاشور کی تو جنابِ زینبؑ ہی نے اپنا وعدہ واپس لے لیا۔

کب وعدہ واپس لیا؟

عاشور کی صبح آئی، جہادِ کربلا شروع ہوا۔ جب کبھی کوئی سپاہی مقتل جاتا ہے تو عباسؑ تڑپ کر پہلے آگے بڑھ کر کہتے ہیں: مولا! پہلے مجھے مقتل میں جانے دیں۔

آقا حسینؑ نے روک دیا اور کہا: عباسؑ! تم میرے لشکر کے علمدار ہو، تمھیں پہلے کیسے جانے دوں۔

اصحاب مارے گئے، جوانانِ بنی ہاشم کی باری آئی۔ اکبرؑ چلے، عباسؑ تڑپ کر آگے آ گئے اور کہا: مولا! پہلے مجھے جانے دیجیے۔

کہا: تم میرے لشکر کے علمدار ہو۔

قاسمؑ گئے تو عباسؑ نے تڑپ کر کہا: مولا! پہلے مجھے جانے کی اجازت دیجیے۔

عونؑ و محمدؑ گئے تو عباسؑ نے تڑپ کر کہا: مولا! پہلے مجھے۔

ایک ایک شہید جاتا ہے، اس سے پہلے عباسؑ آتے ہیں اور آقا حسینؑ کا ایک ہی جواب ہے: ''تم تو میرے لشکر کے علمدار ہو''۔

لیکن سہ پہر کو وہ وقت آ گیا کہ جب عباسؑ گئے اور کہا: مولا! اب تو مجھے جانے دیجیے۔

آقا حسینؑ کا وہی جواب تھا: عباسؑ! تم تو میرے لشکر کے علمدار ہو، تمھیں کیسے جانے دوں۔

عباسؑ نے تڑپ کر عجیب جملہ کہا: آقا! وہ لشکر کہاں ہے جس کا میں علمدار ہوں، میرے پیاسے سپاہی کوثر کے کنارے میرا انتظار کر رہے ہیں۔

آقا حسینؑ نے کہا: نہیں عباسؑ! تمھیں مقتل میں جانے کی اجازت نہیں ہے۔

ارے!

مشکل کشا کا بیٹا، اتنی مشکل میں گھرا ہوا، اپنے خیمے میں آیا کہ ایک مرتبہ عجیب منظر دیکھا۔ ننھی سکینہؑ چچا کے خیمے میں آئی اور کہا: چچا! ابھی یہ سارے بچے مجھے گھیر کر کھڑے ہو گئے اور ہر ایک نے کہا کہ تم مشکل کشا کی پوتی ہو، پیاس بہت بڑھ گئی، ہونٹ سوکھے ہیں، کلیجہ پھٹ رہا ہے، سکینہؑ! کہیں سے پانی نہیں مل سکتا؟

چچا! میں نے بچوں سے وعدہ کر لیا کہ بچو! میرا وعدہ ہے کہ تھوڑی دیر بعد پانی آ جائے گا۔ چچا! یہ وعدہ میں تمھاری وجہ سے کیا ہے، مجھے پتہ ہے کہ تو پانی لا سکتا ہے۔

عباسؑ نے جملہ سنا، گویا مراد پوری ہو گئی۔ جھک کر سکینہؑ کو گود میں لیا اور کہا:

سکینہؑ! تیرا چچا تو تیار ہے مگر میرا آقا حسینؑ اجازت نہیں دے رہا۔

ایک بار بڑے اطمینان کے ساتھ سکینہؑ نے کہا:

چچا! آج تک باباؑ نے میری کوئی بات نہیں ٹالی ہے۔ آیئے میں آپؑ کی سفارش کروں۔

ایک عجیب منظر بنا، عباسؑ کی گود میں سکینہؑ ہیں اور عباسؑ سکینہ کو لے کر حسینؑ

کے خیمے میں داخل ہوئے۔ امام حسینؑ امامِ وقت ہیں، سمجھ گئے، آواز دی:

عباسؑ! میں سمجھ گیا کہ تم سکینہؑ کو کیوں لائے ہو؟ اب میں تمھیں نہیں روکوں گا لیکن کوئی تعجب نہیں ہے کہ پلٹ کے کہا ہو کہ سکینہؑ ابھی تو چچا کی سفارش کر رہی ہے، بعد میں چچا بہت یاد آئے گا۔ طمانچے لگ رہے ہوں گے، کوڑے پڑ رہے ہوں گے، اسی چچا کو یاد کرے گی۔

امامؑ نے کہا: عباسؑ! سکینہؑ کی سفارش آگئی ہے۔ جاؤ، میں نے اجازت دی۔

عباسؑ تو کب سے اس اعلان کا انتظار کر رہے تھے، بڑی تیزی سے گھوڑے پہ سوار ہوئے۔

حسینؑ نے روک لیا اور کہا: عباسؑ! کہاں جا رہے ہو؟

عباسؑ گھبرا گئے، کہیں ایسا تو نہیں کہ آقا حسینؑ حکم واپس لے لیں۔

گھبرا کر کہا: آقا! آپؑ ہی نے تو اجازت دی ہے۔

کہا: عباسؑ! میں نے اجازت دی ہے مگر تم اس وقت تک مقتل نہیں جا سکتا جب تک پہلے زینبؑ سے اجازت لے کر نہ آؤ۔

اللہ! اللہ!!

پچپن برس کی بوڑھی بہن کے پاس چونتیس سال کا کڑیل اور جوان بھائی جائے اور ہاتھ جوڑ کر کہے: شہزادی! اب عباسؑ کا لاشہ دیکھنے کو تیار ہو جائیں۔ ماں بن کے پالا ہے عباسؑ کو زینبؑ نے۔

عباسؑ ہاتھ جوڑ کر کھڑے ہو گئے اور کہا: شہزادی! اجازت دیں۔ اب میں مقتل جا رہا ہوں۔

زینبؑ نے سر سے پیر تک عباسؑ کو دیکھا۔

ایک جملہ آپ آدھا سنتے ہیں، پورا جملہ کچھ اور ہے۔

آدھا جملہ یہ ہے کہ علی اکبرؑ شبیہ رسولؐ خدا ہیں۔

پورا جملہ یہ ہے کہ علی اکبرؑ شبیہ رسولؐ خدا ہیں اور عباسؑ شبیہ علی مرتضیٰؑ ہیں۔

عباسؑ کا چہرہ علیؑ کا چہرہ ہے۔

یہی تو زینبؑ نے کہا: عباسؑ! تمھیں پتہ ہے کہ مجھے جب بابا یاد آتا تھا تو میں تمھارا چہرہ دیکھ لیتی تھی۔ بابا کی زیارت کر لیتی تھی۔ اب زینبؑ کیسے اجازت دے گی؟

لیکن جاؤ نانا کے دین کے لیے زینبؑ ہر قربانی دینے کو تیار ہے۔ جاؤ مگر ایک جملہ سنتے جاؤ۔ ایک بار میں بابا کے پاس بیٹھی تھی، میرے بابا کی نگاہ میرے بازوؤں پر پڑی۔ میرا بابا رونے لگا۔ میں نے کہا: بابا! بیٹیوں کو دیکھ کر تو باپ خوش ہوتے ہیں آپؑ رو کیوں رہے ہیں؟

کہا: زینبؑ بیٹی! یہی شہر کوفہ ہوگا جہاں پہ آج تو شہزادی بن کر آئی ہے۔ ایک دن قیدی بن کر آئے گی۔ سر پر چادر نہیں ہوگی، بازوؤں میں رسّی ہوگی، مجھ سے وعدہ کر، بد دعا نہ کرے گی۔

میں نے وعدہ تو کر لیا مگر دل میں سوچا کہ جس بہن کا ایک بھائی ہوتا ہے اس کی طرف کوئی نگاہ اُٹھا کر نہیں دیکھتا۔ میرے تو بارہ بھائی ہیں اور عباسؑ جیسے بہادر کی بہن ہوں لیکن عباسؑ! آج جب تم مقتل کو چلے، اب زینبؑ کو یقین ہو گیا کہ وہ وقت آ گیا۔

عباسؑ! تم نہیں جا رہے، زینبؑ کا پردہ جا رہا ہے، زینبؑ کی چادر بھی چھن جائے گی، زینبؑ کے بازوؤں میں رسیاں بھی بندھیں گی لیکن تم جاؤ۔

بس!

عباسؑ چلے۔ اب میں کیا جہاد بیان کروں؟

بعض علماء سے ایک جملہ سنا ہے وہی جملہ کافی ہے۔

عباسؑ چلے، ۳۰ ہزار کا لشکر ہے۔

عمر ابن سعد نے کہا: خبردار! یہ دریا تک نہ جانے پائے۔ اگر یہ ایک بار پانی تک پہنچ گیا تو قیامت ہو جائے گی۔

عباسؑ کا راستہ تیس ہزار کے لشکر نے روکا اور عباسؑ بڑھ رہے ہیں۔ فضہ درِ خیمہ پر کھڑی ہیں۔ ایک مرتبہ آواز دی: شہزادی زینبؑ! ذرا میرے پاس تو آیئے۔

شہزادیؑ نے کہا: اماں فضہؓ! کیا بات ہے؟

کہا: آپؑ کو جب میں اپنے مولاؑ کے حالات سناتی تھی کہ میرا مولاؑ بدر میں کیسے لڑا؟ میرا مولاؑ اُحد میں کیسے لڑا؟ میرا مولاؑ خیبر میں کیسے لڑا؟ تو آپ اکثر پوچھتی تھیں نا۔ کاش! میں اپنے بابا کا جہاد دیکھتی۔ آیئے! درِ خیمہ سے دیکھیے۔ یہ عباسؑ فرات کے کنارے نہیں جا رہے بلکہ یہ حیدرِ کرارؑ خیبر کا قلعہ فتح کر رہے ہیں۔ اسی شان سے علیؑ کا بیٹا دریا تک گیا۔ ایک بار چلّو میں پانی لیا۔ پانی لے کر آیا۔ اب جو واپس پلٹا تو اس وقت عباسؑ کو مشک بچانے کی فکر ہے۔ چاروں طرف سے ظالموں نے گھیر لیا۔ عباسؑ نظر آنا بند ہو گئے اور اُدھر سکینہؑ سارے بچوں سے کہہ چکی ہیں کہ اے بچو! پانی کے کوزے لے کر باہر آجاؤ۔ میرا چچا وعدہ کر کے گیا ہے۔ پانی ابھی آجاتا ہے۔ اب عباسؑ نظر نہیں آرہے۔

ہاں!

علَم نظر آرہا ہے، علَم دکھائی دیا۔

سکینہؑ نے کہا: دیکھو بچو! یہ علَم فرات تک پہنچ گیا ہے۔

پھر علَم پلٹا۔

سکینہؑ نے کہا: دیکھو! پانی آ رہا ہے۔ علم پلٹا یعنی میرا چچا آ رہا ہے، تیار ہو جاؤ۔
ایک بار علم ذرا سا دائیں طرف جھکا۔ ایسا لگا کہ علم گرنے والا ہے۔
سکینہؑ گھبرا گئیں۔ ہائے میرا چچا، اللہ کرے خیر ہو۔ علم سنبھل گیا۔ علم اور آگے بڑھا۔ ایک بار بچوں نے دیکھا کہ علم بائیں طرف جھکا۔ ایسے لگا کہ علم گرنے والا ہے۔ سکینہؑ گھبرا گئیں۔ علم اور آگے بڑھا۔
سکینہؑ نے کہا: بچو! میرا چچا بہت قریب آ گیا ہے۔ پانی کے کوزے سنبھال لو۔
علم آگے بڑھا۔ تھوڑی دیر گزری۔ ایک بار علم فرات کے کنارے، کربلا کی زمین پہ گر کر ٹھنڈا ہوا۔
عباسؑ کی آواز آئی: آقا! میرا آخری سلام لیجیے۔
حسینؑ خیمے میں کمر پکڑ کر بیٹھ گئے۔
عَبَّاس! اَلْآنَ اِنْکَسَرَ ظَھْرِی
"عباسؑ! تم شہید نہیں ہوئے، حسینؑ کی کمر ٹوٹ گئی"۔
پھر میرا آقا سنبھلا، کھڑا ہوا۔ اُدھر حسینؑ عباسؑ کے سرہانے پہنچے، اِدھر سکینہؑ نے پانی کا کوزہ پھینک دیا۔
ارے!
دونوں ہاتھوں سے سر پیٹا اور کہا: چچا! مجھے پانی نہیں چاہیے۔ ارے چچا! میرے پاس آ جا، سکینہؑ بڑی شرمندہ ہے۔
سکینہؑ رو رہی ہے، حسینؑ عباسؑ کے قریب پہنچے۔ زمینِ کربلا پہ میرا آقا بیٹھا۔ عباسؑ کے سر کو گود میں رکھا اور کہا: عباسؑ! کوئی وصیت ہو تو بتاؤ؟
عباسؑ نے کہا: آقا! جب پیدا ہوا تھا تو پہلی زیارت آپ کی کی تھی۔ اب دنیا

سے جاتے ہوئے آخری زیارت آپ کی کرنا چاہتا ہوں۔ میری ایک آنکھ میں تیر ہے اور دوسری آنکھ میں خون جما ہوا ہے۔ مولاؑ! میرے ہاتھ سلامت ہوتے تو خون خود صاف کر لیتا۔ بس اتنی زحمت ہے میری آنکھ سے خون کو پونچھ دیجیے۔

آقا حسینؑ نے عباء کا دامن اُٹھایا، عباسؑ کی آنکھ سے خون کو صاف کیا۔ عباسؑ نے آنکھیں کھولیں، آخری زیارت حسینؑ کے چہرے کی کی۔

آقا حسینؑ نے کہا: عباسؑ! ایک خواہش میری بھی ہے۔ ساری زندگی جب بھی تم نے مجھے بلایا ہمیشہ آقا کہہ کر بلایا۔ ایک بار مجھے بھائی تو کہہ کر پکارو۔

عباسؑ نے حکمِ امام سنا اور آخری جملہ کہا: اے میرے بھائی!

عباسؑ دنیا سے رخصت ہوئے۔ حسینؑ نے علم اُٹھایا۔ ایک بار صحنِ خیمہ میں آئے اور زینبؑ سے کہا: زینبؑ! عباسؑ کا علم سنبھالو اور اب مجھے آخری رخصت کے لیے الوداع کرو۔ میرا عباسؑ مارا گیا، میں جا رہا ہوں۔

ایک بار زینبؑ رُک گئیں اور کہا: بھیا! ذرا ٹھہریں۔ میں ابھی آتی ہوں۔

زینبؑ علم لے کر صحنِ خیمہ میں آئیں اور آواز دی: اے کلثومؑ! اے رقیہؑ! اے ربابؑ! اے لیلیٰؑ! اے کبریٰؑ! اے سکینہؑ! یہاں تو آؤ۔

ساری بیبیاں آگئیں اور کہا: شہزادیؑ! کیا بات ہے؟

کہا: کل رات کو علیؑ کی بیٹی نے تمھارے ساتھ ایک وعدہ کیا تھا کہ تمھاری چادریں سلامت رہیں گی لیکن اب میں اپنا وعدہ واپس لے رہی ہوں۔ ارے! جس عباسؑ کے سہارے وعدہ کیا، میرا عباسؑ مارا گیا۔ ارے علم آ گیا، علمدار نہ آیا۔

وَسَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَيَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ ۝

شہادتِ علی اصغرؑ

امام حسین علیہ السلام نے فرمایا:

"مجھے وہ گھر اچھا ہی نہیں لگتا جس میں ربابؑ اور سکینہؑ نہ ہوں"۔

دیکھیے!

بیوی، اگر واقعاً تمھاری بیوی شریکۂ حیات ہے، تمھارے دُکھ سکھ میں تمھارے ساتھ ہے تو بتاؤ اس کی عظمت کو حسینؑ جیسا امام معصومؑ لفظ "جیسا" کو میں نے سمجھا دیا، اتنی صنوبر شخصیت، تقدس اور تقویٰ میں معصومینؑ میں ان کی ایک مثال لیکن ربابؑ کا تذکرہ ہے تو مجمع عام میں کہہ رہے ہیں:

"میرا دل ہی نہیں لگتا اس گھر میں جہاں ربابؑ نہ ہو"۔

کیونکہ واقعاً اس گھر میں آنے کے بعد ربابؑ نے وہ حق وفا ادا کیا کہ ایسی قربانی شاید کسی نے نہ دی ہو۔ ربابؑ کا سہاگ بھی کربلا میں اُجڑا۔ ربابؑ کا بیٹا بھی کربلا میں مارا گیا اور ربابؑ کی بیٹی بھی شام میں ماری گئی۔ اور ایسا حق وفا ربابؑ نے ادا کیا کہ زندگی میں کبھی بھی چھت کے نیچے جا کر نہیں بیٹھیں۔ اگر حسینؑ کہہ رہے ہیں تو ربابؑ کا حق ہے کہ ان کا تذکرہ اس طرح سے کیا جائے۔

آج عاشور کی رات ہے۔ ساری بیبیوں میں سب سے زیادہ پریشان بھی ربابؑ تھیں۔

سب سے زیادہ کیوں پریشان ہیں؟

آدھی رات کے بعد آقا حسینؑ نے ذرا بیبیوں کے خیام کو دیکھا۔ ہر بی بی خوش ہے اور اپنی قربانی کو کل کے لیے تیار کر رہی ہے۔ صرف ایک خیمے سے کسی کے رونے کی آواز آرہی ہے۔ بعض علماء کہتے ہیں کہ دو خیمے تھے لیکن وہ تو کسی اور مقام کی بات ہے۔ تو ایک خیمے سے رونے کی آواز آرہی ہے۔ حسینؑ قریب آئے کہ دیکھیں یہ کس کا خیمہ ہے؟ قریب پہنچے تو دیکھا کہ یہ رباب کا خیمہ ہے۔ علی اصغرؑ کے گہوارے پر سر رکھے ہوئے ربابؑ رو رہی ہیں۔ حسینؑ خیمے میں داخل ہوئے اور کہا: ربابؑ! خیریت تو ہے؟

گھبرا کر کہا: نہیں آقا! میں تو صرف اس لیے پریشان ہوں کہ آج آپ جس بھی خیمے پر نگاہ ڈالیں ہر بی بی اپنی قربانی تیار کر رہی ہے۔ کل جب یہ شہزادی فاطمہؑ کے سامنے جائیں گی تو کیسی سرخرو اور کامیاب ہو کر جائیں گی۔ لیکن ہائے ربابؑ اتنی بدقسمت ہے۔ ویسے سب سے بڑھ کر خوش قسمت، اللہ نے کائنات کے سب سے اچھے گھر میں بھیجا۔ اللہ نے دو اولادیں دیں۔ اللہ نے بیٹی بھی عطا کی، اللہ نے بیٹا بھی عطا کیا۔ لیکن اب آج کی رات میں یہ سمجھ رہی ہوں کہ میں کتنی بدقسمت ہوں کل کے جہاد میں میرا تو کوئی حصہ ہو ہی نہیں سکتا؟ اس لیے کہ بڑی اولاد بیٹی ہے سکینہؑ اور بیٹیاں مقتل میں نہیں جایا کرتیں اور جو مقتل میں جاتے ہیں بیٹے وہ چھوٹی اولاد اتنی چھوٹی ہے کہ وہ گھٹنوں کے بل چل کر بھی مقتل نہیں جا سکتا۔

مولا! کل ہر ایک اپنی قربانی دے گی مگر ربابؑ خالی ہاتھ رہ جائے گی۔

مجھے نہیں معلوم کہ آقا حسینؑ نے ربابؑ سے کیا کہا ہوگا؟ لیکن اگر ہم آپ ہوتے تو ایک ساتھ مل کر کہتے: اے شہزادی ربابؑ! آپ سمجھ رہی ہیں کہ آپ کی اولاد کل کیا قربانی دے گی؟ آپ کی اولاد تو کل ایسا جہاد کرے گی۔ ایک بیٹی آپ کی زندانِ شام میں ایسا روئے گی کہ یزیدیت کے منہ پر طمانچہ لگے گا اور بیٹا وہ تو ایسا

جہاد کرے گا کہ دنیا عباسؑ کا جہاد بھول جائے گی۔ دُنیا علی اکبرؑ کا جہاد بھول جائے گی۔

ربابؑ کے اصغرؑ نے واقعاً ایسا جہاد کیا، ایسا جہاد تو عباسؑ نہ کر سکے۔ ایسا جہاد تو اکبرؑ نہ کر سکا۔

بھئی!

ملا آپ کو کربلا میں کوئی ایسا شہید جس کے جہاد نے یزیدیوں کو رُلا دیا ہو؟ جس کے جہاد نے عمر ابن سعد کے لشکر میں بغاوت کے آثار نمایاں کر دیے ہوں؟ یہ حیدرِ کرّار کے معصوم پوتے علی اصغرؑ کی خصوصیت ہے۔

شبِ عاشور ربابؑ بے شک یہ سمجھ رہی ہیں لیکن اصغرؑ تو باپ کا ایک جملہ یاد کیے ہوئے ہے نا!

جب ۲۸ رجب کا قافلہ مدینہ سے چلا تھا اور صغریٰؑ نے آ کر کہا تھا: اماں ربابؑ! ذرا اصغرؑ کو میری گود میں تو دے دیجیے۔

ننھی بہن نے بھائی کو گود میں لیا اور ایک جملہ کہا: بھیا! سب مجھے چھوڑ کر جا رہے ہیں؟ کیا تم بھی اپنی بہن کو اکیلا چھوڑ کر چلے جاؤ گے؟

یہ سن کر اصغرؑ صغریٰؑ سے لپٹ گیا۔

اب ربابؑ نے بلایا۔ علی اصغرؑ نہیں آیا۔ لیلیٰؑ نے بلایا نہیں آیا، کلثومؑ نے بلایا نہیں آیا۔ فاطمہ کبریٰؑ نے بلایا نہیں آیا۔ حتیٰ کہ جنابِ زینبؑ نے بلایا لیکن پھر بھی علی اصغرؑ صغریٰؑ کو چھوڑنے کے لیے تیار نہیں ہے۔

حسینؑ نے یہ منظر دیکھا تو خود آ گئے اور کہا: زینبؑ! کیا بات ہے، دیر ہو رہی ہے۔ چل کیوں نہیں رہیں؟

کہا: بھیا! اصغرؑ نہیں مان رہا ہے۔

حسینؑ اصغرؑ کے قریب گئے، کانوں پہ منہ رکھ کر صرف ایک جملہ کہا:

اصغرؑ بیٹا! میں تجھے تیری بہن سے الگ نہ کرتا لیکن کل جو جہاد مجھے کربلا میں کرنا ہے اس میں مجھے تیری ضرورت ہے۔ تیرے بغیر میرا جہاد مکمل نہیں ہو سکتا۔

اتنا سنتا تھا کہ بچہ تڑپ کے بہن کی گود سے بابا کی گود میں آ گیا اور عاشورہ کا دن آ گیا۔ وہ وقت آ گیا کہ عباسؑ اور اکبرؑ مارے گئے۔ حسینؑ اکیلے رہ گئے۔

آج شبیرؑ پہ کیا عالمِ تنہائی ہے۔

عاشورہ کی سہ پہر آئی، حسینؑ ایک ٹیلے پہ گئے، چاروں طرف دیکھا اور فریاد کی:

هَلْ مِنْ نَاصِرٍ يَنْصُرُنَا

"ہے کوئی ہماری مدد کرنے والا؟"

کہیں اور سے تو جواب نہ آیا۔ سیدانیوں کے خیموں سے بیبیوں کے رونے کی آواز آئی۔ حسینؑ ٹیلے سے اُترے، خیمے میں آئے، کہا: زینبؑ! ابھی میں زندہ ہوں یہ ماتم کس لیے؟

کہا: بھیا! اِدھر آپؑ نے فریاد بلند کی اُدھر اصغرؑ نے اپنے آپ کو گہوارے سے زمین پر گرا دیا۔

شاید یاد دلا رہا ہو کہ بابا ۲۸ رجب کو مدینہ سے وعدہ کر کے لایا تھا کربلا میں، اصغرؑ جہاد کرے گا، ابھی اصغرؑ زندہ ہے، ابھی کیوں فریاد بلند کر رہا ہے؟ ننھے مجاہد نے یاد دلایا کہ بابا! ابھی آپؑ کی فوج کا ایک سپاہی زندہ ہے۔

ایک بار آقا حسینؑ نے اصغرؑ کو اپنی گود میں لیا، مقتل کی جانب چلنا چاہتے ہیں مگر میں نے سنا اپنے بزرگوں سے کہ ایک بار ربابؑ نے گھبرا کر کہا: مولا! ذرا اصغرؑ کو میری گود میں تو دے دیجیے۔

حسینؑ نے کہا: ربابؑ! کیا بات ہے، بچے کو جدا کرنے کو دل نہیں چاہ رہا؟

کہا: نہیں مولا! ایسی بات نہیں ہے۔ میں ابھی آتی ہوں۔

یہ کہہ کر ربابؑ اپنے خیمے میں گئیں۔ تھوڑی دیر کے بعد آئیں تو کیا دیکھا۔ ربابؑ نے اصغرؑ کا کرتہ بدل دیا ہے۔ کمر میں رومال باندھ دیا ہے، بالوں میں کنگھی کر دی ہے۔

ایک مرتبہ کہا: بہت چھوٹا ہے تو کیا ہوا شیر خدا کا پوتا ہے، حیدرِ کرار کا پوتا ہے، پوری شان کے ساتھ جہاد کرنے جائے گا۔

اصغرؑ کو لے کر آقا حسینؑ لشکرِ یزید کے سامنے آئے۔

لشکرِ یزید نے سمجھا کہ شاید حسینؑ قرآن لے کر آئے ہیں۔ مگر جب عباء کا دامن ہٹایا تو دیکھا کہ قرآن کا ایک پارہ ہے۔ ایک جملہ کہا: اصغرؑ! تم حجتِ خدا کے پوتے ہو، اپنی حجت خود تمام کرو۔

اصغرؑ نے اپنی سوکھی زبان پیاسے ہونٹوں پر پھیرنا شروع کی۔

ہائے اکبرؑ کی تلوار کا وہ اثر نہ تھا۔ عباسؑ کے نیزے کا وہ اثر نہ تھا جو اصغرؑ کی سوکھی زبان کا اثر ہوا کہ لشکرِ یزید منہ پھیر پھیر کر رونے لگا۔

ایک جملہ سن لیجیے!

آدھا ابھی آرہا ہے اور آدھا تھوڑی دیر کے بعد آرہا ہے۔

پورے کربلا کے جہاد میں اصغرؑ وہ واحد مجاہد ہے جس کے جہاد نے عمر ابن سعد کو بھی پریشان کر دیا اور حسینؑ جیسے صابر کو بھی پریشان کر دیا۔

حسینؑ بڑا صابر ہے، حسینؑ نے اکبرؑ کا لاشہ اٹھایا، عباسؑ کے سرہانے گیا کہیں پریشان نہ ہوا لیکن جیسے ہی اصغرؑ کا جہاد آیا تو حسینؑ پریشان۔

بس!

عمر ابن سعد گھبرا گیا۔ حرملہ کے قریب آیا اور کہا: اے حرملہ! تجھے پتہ ہے، میری فوج کچھ دیر اور اسی حالت میں رہی تو بغاوت ہو جائے گی۔

اِقْطَعْ كَلَامَ الْحُسَيْنِ

''ارے! کسی طرح حسینؑ کا کلام کاٹ لے''۔

حرملہ نے اپنے ترکش کو دیکھا۔ ایک بھال کا تیر چھوڑ دیا، دو بھال کا تیر چھوڑ دیا، تین بھال کا تیر نکالا جس کا وزن اصغرؑ کے وزن سے زیادہ تھا۔

عرب میں آدمی کی گردن توڑنے کے لیے ایک بھال کا تیر استعمال ہوتا ہے لیکن اگر گھوڑے کی گردن توڑنا ہو تو دو بھال کا تیر۔ کسی درخت میں سوراخ کرنا ہو، کسی دیوار کو توڑنا ہو تو تین بھال کا تیر استعمال ہوتا ہے۔

ہائے کہاں بے شیر کا ننھا اور نازک گلا، ہائے ششماہے کا گلا اور تین بھال کا تیر جو گھوڑے کی گردن توڑنے کے لیے استعمال ہوتا ہے۔

ایک بار حرملہ نے کمان میں تیر لگایا۔ اب چلانا چاہتا ہے، ہاتھ کانپے۔ تیر و کمان دونوں زمین پر گر گئے۔ دوبارہ لگایا تو بھی ناکام رہا۔ جب تیسری مرتبہ لگایا اور ناکام رہا تو اس کا دوست سنان قریب آیا۔ اس نے کہا: حرملہ! اگر کوئی مجھ سے پوچھے آج عرب کا سب سے بڑا تیر انداز کون ہے تو میں تیرا نام لوں گا۔ ایک ننھے سے بچے سے ڈر گیا؟

حرملہ نے کہا: بچے کی بات نہیں ہے، بات دراصل یہ ہے کہ جب میں تیر چلانا چاہتا ہوں تو اس وقت خیمے کا پردہ اس طرح ہلتا ہے جیسے بچے کی ماں در خیمہ پہ کھڑی ہے۔ ہائے ماں کی آنکھوں کے سامنے کس طرح اس کے ششماہے کو ذبح کروں؟

سنان ملعون نے کہا: میں تیری آنکھوں پہ ہاتھ رکھتا ہوں۔

اِدھر آنکھوں پہ ہاتھ رکھا اُدھر تیر چلا اور اس طرح چلا کہ اصغرؑ کا گلا ایک سرے سے دوسرے سرے تک چھد گیا۔ خون کا فوارہ بلند ہوا۔ حسینؑ نے تیر نکالنا چاہا، ننھا شہزادہ تڑپ گیا۔

حسینؑ نے کہا: اصغرؑ! مجھے پتہ ہے تجھے بہت تکلیف ہو رہی ہے مگر حیدرِ کرار کا پوتا ہے، حسینؑ کا بیٹا ہے، عباسؑ کا بھتیجا ہے۔ میں تیر نکالتا ہوں، تڑپنا نہیں۔

اب جو باپ نے کہا: اصغرؑ نہیں تڑپا مگر تیر کیا نکالا اصغرؑ بھی دُنیا سے چلا گیا۔ خون کا فوارہ بلند ہوا۔ حسینؑ نے چلّو بڑھایا۔ ایک بار چلّو میں خون لیا آسمان کی طرف پھینکنا چاہتے ہیں۔ آسمان گھبرا گیا، آواز آئی: مولاؑ! یہ بے گناہ خون نہ آنے پائے ورنہ قیامت تک بارش نہیں ہوگی۔ مولاؑ نے خون زمین پر پھینکنا چاہا تو زمین گھبرا گئی۔

آواز آئی: مولاؑ! اگر یہ بے گناہ خون آ گیا تو قیامت تک کوئی چیز پیدا نہ ہوگی۔

ارے!

میرا آقا حسینؑ اصغرؑ کا خون چلّو میں لے کر کھڑا ہے۔ آخر اپنے چہرے پر ملا اور فرمایا: میں نانا رسول اللہؐ کے پاس اسی حالت میں جاؤں گا اور کہوں گا: نانا! یہ میرے اصغرؑ کا خون ہے۔

انکار آسماں کو ہے راضی زمیں نہیں
اصغرؑ تیرے لہو کا ٹھکانا کہیں نہیں

عزادارو!

ابھی حسینؑ کا امتحان باقی ہے۔ خون کو چہرے پہ مَل لیا۔ لاشہ ہاتھ میں ہے، سوچ رہے ہیں کہ یہ لاشہ کیسے خیمے میں لے جاؤں۔ ماں دیکھے گی تو مر نہ جائے۔ حسینؑ کربلا میں پہلی بار پریشان ہوئے۔ لاشہ ہاتھ میں لے کر سات مرتبہ آگے

بڑھے اور پیچھے ہٹے:

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

رِضًا بِقَضَائِہٖ وَتَسْلِیْمًا لِاَمْرِہٖ

کل آپ اعمالِ عاشورہ میں سات مرتبہ آگے جا کر پیچھے آ رہے ہوں گے۔

بس عزادارو!

آقا حسینؑ نے آخر علی اصغرؑ کی لاش کو ٹیلے کے پیچھے لے جا کر دفن کیا۔

صاحب ریاض القدس لکھتے ہیں کہ آقا حسینؑ نے اصغرؑ کو دفن کیا۔ گیارہ محرم کی تاریخ آئی۔ ایک بار شہیدوں کے سر کاٹے جانے لگے۔ سارے سر جمع ہوئے۔

عمر ابن سعد نے کہا: مجھے اصغرؑ کا سر تو نظر نہیں آ رہا۔

فوج کہتی ہے کہ ہاں اصغرؑ کا لاش تو ہمیں نہیں ملا۔

کچھ سپاہیوں نے کہا: ابن سعدؒ! ہم نے دیکھا تھا حسینؑ یہ لاشہ لے کر ٹیلے کے پیچھے گئے تھے اور پھر خالی ہاتھ باہر آئے تھے۔ شاید وہاں کہیں لاشہ دفن کیا ہو؟

شمر نے کہا: لاشہ ڈھونڈ کے میں لاتا ہوں۔

عزادارو!

اُس ملعون نے لاشہ کیسے ڈھونڈا؟

ایک نیزہ لے کر چلا۔ زمین میں نیزہ گاڑتا ہے اور نکالتا ہے۔ ایک بار جو زمین میں نیزہ گاڑ کر نکالا تو نوکِ نیزہ پر شہزادے کا لاشہ معلق نظر آیا۔ شمر نے ایک ہاتھ میں اصغرؑ کو تھاما، دوسرے ہاتھ سے خنجر نکالا۔ اصغرؑ کے ننھے گلے پہ خنجر رکھا۔ اصغر ذبح ہو گیا۔

وَسَیَعْلَمُ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْٓا اَیَّ مُنْقَلَبٍ یَّنْقَلِبُوْنَ ۝

عصرِ عاشور

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

وَالۡعَصۡرِ ۙ﴿۱﴾ اِنَّ الۡاِنۡسَانَ لَفِیۡ خُسۡرٍ ۙ﴿۲﴾ اِلَّا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوۡا بِالۡحَقِّ ۬ۙ وَتَوَاصَوۡا بِالصَّبۡرِ ﴿۳﴾

''عصر کی قسم! تمام انسان گھاٹے میں ہیں سوائے ان کے جو ایمان لائے اور جنھوں نے نیک عمل کیے اور وہ لوگ جو ایک دوسرے کو حق کی وصیت کرتے ہیں اور وہ جو ایک دوسرے کو صبر کی وصیت کرتے ہیں''۔ (سورۃ العصر)

کربلا میں عصر کا وقت آ گیا۔ اس وقت کی مجلس اس لیے بہت مختصر رکھنا ہے کہ نمازِ مغربین سے پہلے ہمیں ایک پرسہ دینا ہے آلِ محمدؐ کو۔ دن کا اختتام ایک زیارت پر ہوتا ہے جس کا نام ہی یہی ہے ''پرسہ والی زیارت، تعزیت والی زیارت''۔

اَحۡسَنَ اللّٰہُ لَکَ الۡعَزَآءَ

اللہ کے رسولؐ سے ہم کہتے ہیں: ''ہم آپ کی بارگاہ میں یہ پرسہ لے کر آئے ہیں''۔

تو یہ زیارت بھی ہمیں مغرب کی نماز سے پہلے پڑھ لینا ہے۔ یہ پرسہ کی زیارت اس لیے بہت اہم ہے کہ زینبؑ کا ماں جایا مارا گیا اور کوئی پرسہ دینے نہ آیا۔ جنابِ لیلیٰؑ کا اکبرؑ مارا گیا کوئی پرسہ دینے نہ آیا۔ جنابِ اُمِ فروہؑ کا قاسمؑ مارا گیا کوئی

پُرسہ دینے نہ آیا۔ پُرسہ تو در کنار خیمے جلانے والے آئے، چادریں چھیننے والے آئے، کوڑے برسانے والے آئے۔

قرآن مجید مختصر سے سورہ میں جس منظر کو بیان کر رہا ہے ۶۱ ہجری کے میدانِ کربلا، ۱۰ محرم جمعہ کا دن۔ قرآن کی اس آیت کی اس سے زیادہ مناسب تفسیر نہیں ہو سکتی۔

قرآن کہہ رہا ہے:

وَالْعَصْرِ ﴿١﴾

''عصر کی قسم!''

اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ ﴿٢﴾

''انسان خسارے میں ہے''۔

آ کر دیکھو کہ انسان اور انسانیت کتنے خسارے میں ہیں۔ جلتا سورج ہے، تپتی ریتی ہے۔ ایک لاشہ یہاں پڑا ہے، ایک لاشہ وہاں موجود ہے۔ کسی کے بدن کے ٹکڑے وہاں نظر آ رہے ہیں۔ کوئی بے ہاتھ کا لاشہ فرات کے کنارے پر موجود ہے اور ایک یک و تنہا اس زمین پر اللہ کا نمائندہ، حجتِ خدا بس اس شان کے ساتھ اپنا جہاد کر رہا ہے اور کہہ رہا ہے:

اَنَا ابْنُ رَسُوْلِ اللّٰهِ

''مجھے پہچانو، میں کون ہوں؟ میں رسولؐ خدا کا بیٹا ہوں''۔

کہیں سے کوئی جواب نہیں آتا ہے۔ ہاں درِ خیمہ پر کھڑی بہن کہہ دیتی ہے:

مَرْحَبًا یَابْنَ رَسُوْلِ اللّٰهِ!

ہاں! زینبؑ تیرے جہاد کو دیکھ رہی ہے اور ٹھیک یہ وقتِ عصر۔ میدانِ کربلا کا

جہاد تو چل رہا ہے۔ شہر مدینہ میں رسولؐ خدا کی ایک بیوہ اُم سلمہؓ سو رہی ہیں۔ ۶۱ ہجری ہے جمعہ کا دن ہے، عاشورہ ہے۔ اُم سلمہؓ اپنے حجرے میں سو رہی ہیں۔ ایک مرتبہ پچاس سال بعد، ۱۱ ہجری میں رسولؐ خدا کی وفات ہوئی ہے۔ ۶۱ ہجری کو پچاس سال بعد اُم سلمہؓ نے عصر کے وقت پیغمبرؐ خدا کو خواب میں دیکھا مگر بڑی عجیب حالت میں دیکھا۔ سر پر عمامہ نہیں ہے، بال بکھرے ہوئے ہیں، بالوں میں مٹی پڑی ہے، آنکھوں سے آنسو جاری ہیں، اللہ کا رسولؐ ننگے سر بھی ہے، ننگے پیر بھی ہے، آستینیں بلند ہیں، روتے ہوئے نظر آئے۔

اُم سلمہؓ گھبرا گئیں اور کہا: یارسولؐ اللہ! آپؐ کی یہ کیا کیفیت ہے؟ آپؐ کہاں سے آرہے ہیں؟

جواب دیا: اُم سلمہؓ! میں کربلا سے آرہا ہوں۔ جب میں کربلا کے میدان سے چلا تھا تو میرے حسینؑ کا سرتن سے جدا کر کے نوکِ نیزہ پر بلند کیا جارہا تھا؟

ابھی اُم سلمہؓ خواب دیکھنے کے فوراً بعد تیزی کے ساتھ اس الماری کی جانب بڑھیں جس کے اندر وہ شیشی رکھی ہے جس میں رسولؐ خدا کربلا کی خاکِ شفا رکھوا کر گئے تھے اور کہا تھا کہ اے اُم سلمہؓ! جب میرا حسینؑ مارا جائے گا تو اس وقت کربلا کی یہ مٹی خون بن جائے گی۔

اُم سلمہؓ نے وہ شیشی نکالی، دیکھا تو ایک مرتبہ تازہ خون نظر آرہا۔ جوش کھاتا ہوا خون دکھائی دیا جو اس بات کی دلیل ہے کہ حسینؑ کا سر کٹ گیا۔ حسینؑ کا گلا کٹ گیا۔ حسینؑ کا سر نوکِ نیزہ پر بلند ہوا مگر ایک بار اُم سلمہؓ شیشی کو چھپانے کی کوشش کر رہی ہیں کیوں کہ برابر کے حجرے میں صغریٰؑ کی آواز آرہی ہے:

نانی! نانی! کیا آپؓ مجھے یہ بتا سکتی ہیں کہ میرا بابا کس حالت میں ہے؟ میرا

بھیا اکبرؑ کس حالت میں ہے؟ دونوں حجروں کو ملانے والا دروازہ کھلا۔ ایک بار ننھی صغریٰؑ نانی اُمِ سلمہؓ کے حجرے میں آئی اور کہا: نانی! میں ابھی سو رہی تھی۔ میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک بہت بڑا میدان ہے اور اس میدان میں جگہ جگہ مجھے اپنے گھرانے کے لاشے نظر آئے لیکن میں نے یہ منظر دیکھا کہ میرا بابا! میرے بھائی اصغرؑ کو ہاتھوں میں لے کر کھڑا ہے۔ میرے اصغرؑ کا گلا چھدا ہوا ہے۔ میرا بابا! کس حال میں ہے؟ مجھے بتایئے، میرا کلیجہ ٹکڑے ٹکڑے ہو رہا ہے۔ میرا دل بیٹھا جا رہا ہے۔

اُمِ سلمہؓ جنابِ صغریٰؑ کو تسلی دینا چاہتی ہیں مگر اس سے پہلے کہ اُمِ سلمہؓ اس وقت کچھ کہیں فاطمہ صغریٰؑ کی نگاہ اس شیشی پر پڑ گئی اور ایک بار تازہ خون کو جوش کھاتے دیکھا تو بے اختیار فریاد کی اور کہا: نانی! اب مجھے کچھ نہ بتایئے۔ اب مجھے کچھ نہیں پوچھنا ہے۔ مجھے پتہ چل گیا میرا بابا! مارا گیا۔ ہائے صغریٰؑ یتیم ہوگئی، میرے سر پہ یتیمی آگئی۔

میرا دل چاہتا ہے کہ مومنین کی جانب سے اپنی شہزادیؑ کی خدمت میں ہاتھ جوڑ کر عرض کروں: اے شہزادیؑ! ہم تعزیت پیش کر رہے ہیں، ہم پرسہ دے رہے ہیں، آپؑ یتیم ہوئیں، آپؑ کا بابا! مارا گیا مگر اگر یہ گستاخی نہ ہو تو اتنا عرض کروں کہ یتیم ہوئی، پرسہ ملا، آپؑ نے ہائے بابا! کہا لیکن ایک کربلا کی یتیمہ ہے۔ بابا! اس کا بھی مارا گیا، یتیم وہ بھی ہوئی، اسے کوئی پرسہ دینے والا نہیں بلکہ طمانچے مارنے والے ہیں، کوڑے لگانے والے ہیں۔

ہائے کربلا! ہائے کربلا!

حسینؑ کا کٹا سر نوکِ نیزہ پر بلند ہو رہا ہے اور سجادؑ دیکھ کر کہہ رہے ہیں:

بابا! تیرے کٹے سر پر میرا اسلام۔

آج یہ سلام خالی حسینؑ کو نہیں ہے بلکہ ہمارا سلام ان سیدانیوں پر بھی ہے جن کی چادریں چھینی گئیں، ہمارا سلام ان بچوں پر جن کو طمانچے لگائے گئے۔ ہمارا سلام اس بیمارؑ پر جس کی کمر پہ کوڑے برسائے گئے۔

حسینؑ کا کٹا سر نوکِ نیزہ پر بلند ہے لیکن حسینؑ کا بدن کہاں ہے؟

ایک بار عمر ابن سعد اپنی فوج سے کہتا ہے: تم عرب کے رہنے والے ہو، تمھیں معلوم ہے کہ جب کسی سے پورا انتقام لیتے ہیں تو اس کے لاشے پہ گھوڑے دوڑاتے ہیں، لہٰذا گھوڑوں کو تیار کرو۔ وہ کٹا سر نوکِ نیزہ پہ ہے اور بے سر کا لاشہ قتل گاہ میں ہے۔

پسر سعد کہتا ہے کہ گھوڑے تیار کرو، ابھی ہمیں اس لاشے پہ گھوڑے دوڑانا ہیں۔

بس عزادارو!

یہ جملہ سننا تھا ایک بار حُرؓ کی فوج آگے بڑھی، کہا: عمر ابن سعد! ہمارے سردار نے بہت غلطی کی، سزا برداشت کرلی لیکن ہماری غیرت کے خلاف ہے کہ ہمارے ہوتے ہوئے حُرؓ کا لاشہ پامال کیا جائے۔

عمر ابن سعد نے کہا: حُرؓ سے میرا کوئی بڑا اختلاف نہیں ہے، لے جاؤ حُرؓ کا لاشہ۔ حُرؓ کا لاشہ چلا گیا۔

قبیلہ بنی اسد کے لوگ آگے بڑھے اور کہا: عمر ابن سعد! حبیبؓ ابن مظاہر نے ٹھیک ہے حسینؑ کا ساتھ دیا مگر ہم قبیلہ بنی اسد والے یہ برداشت نہیں کرسکتے۔

عمر ابن سعد نے کہا: حبیبؓ سے بھی میرا کوئی ذاتی جھگڑا نہیں تھا۔ جاؤ حبیبؓ کا لاشہ بھی لے جاؤ۔

ایک ایک شہید کا کوئی نہ کوئی وارث آتا، ایک ایک شہید کا کوئی نہ کوئی جاننے

والا آتا، ایک ایک کر کے سارے لاشے اُٹھاتے گئے۔کوئی لاشہ زمین کربلا پہ نہ رہا۔ ہاں ایک محمدؐ کے نواسے کا لاشہ ہے، ہاں علیؑ کے لختِ جگر کا لاشہ ہے، ہاں فاطمہؑ کے دلبند کا لاشہ ہے۔کوئی نہیں جو آ کر کہے کہ اے عمر ابن سعد! یہ محمدؐ کا نواسہ، علی اکبرؑ زندہ ہوتا تو بابا کے لاشے کو بچاتا۔

اِدھر گھوڑے دوڑے اور اُدھر زینبؑ کے کان میں یہ آواز آئی۔ ایک مرتبہ کہا: اماں فضہؓ! میرا بھیا تو مارا گیا، اب یہ گھوڑے کیوں دوڑ رہے ہیں؟

فضہؓ باہر آئیں، عجیب منظر دیکھا۔فاطمہؑ کا لال گھوڑوں کی ٹاپوں تلے۔

بس!

ایک مرتبہ آواز دی: شہزادی! ذرا باہر آ کر یہ منظر تو دیکھیے۔

جنابِ زینبِ کبریٰؑ خیمے سے باہر آئیں۔ دوڑتے ہوئے گھوڑے دیکھے۔ ایک بار پہلے تو مدینہ کا رُخ کیا۔ نانا رسولؐ! جس حسینؑ کو سینے پہ سلاتا تھا، ذرا آ کر دیکھ حسینؑ کے سینے پہ گھوڑوں کی ٹاپوں سے حملہ کیا جا رہا ہے۔

اور پھر پلٹ کر ایک بار فرات کی طرف دیکھا۔ عباسؑ! ارے تو نہ رہا تو آ کر دیکھ کس طرح سے تیرے آقا کے لاشے پہ گھوڑے دوڑ رہے ہیں۔

عزادارو!

عباسؑ کو زینبؑ نے صرف ایک ہی بار نہیں پکارا بلکہ اس سہ پہر کو بار بار پکارا ہے، اس لیے کہ پھر زینبؑ خیمے میں گئیں۔ ایک مرتبہ پھر گھوڑے دوڑنے کی آواز سنی اور کہا: اماں فضہؓ! ذرا دیکھنا! اب یہ گھوڑے کیوں دوڑ رہے ہیں؟

جنابِ فضہؓ باہر آئیں اور عجیب منظر دیکھا۔

عمر ابن سعد کہتا ہے: حملہ کرو خیموں پر، حملہ کرو مال و اسباب پر۔ آگے بڑھو

جس کو جو سامان ملے لوٹ لو۔

اب یہ فوج بڑھی چلی آ رہی ہے۔ اِدھر خیمہ جلا ساری بیبیاں دوسرے خیمے میں گئیں، دوسرا خیمہ جلا۔

عزادارو!

آگ بڑھ رہی ہے ــــ خیمے جلتے چلے جا رہے ہیں۔ سترہ خیمے جل چکے تو اٹھارہویں خیمے میں خاندانِ اہلِ بیتؑ جمع ہو گیا۔ ایک بار ساری بیبیوں نے ہاتھ جوڑے اور کہا:

شہزادی زینبؑ! آقا خیمے میں بٹھا کر گئے تھے اور یہ کہہ رہے تھے کہ میرے بعد زینبؑ کا حکم ماننا۔ اب یہ بتایئے کہ ہماری ذمہ داری کیا ہے؟ خیمے میں جل کر مر جائیں یا خیمے سے نکل جائیں؟

جنابِ زینبؑ نے کہا: بیبیو! میرا بھیا مارا گیا مگر میرا بھتیجا اس وقت امامؑ وقت ہے۔ زینبؑ سجادؑ کے پاس آئیں، کہا: بیٹا سجادؑ! تیری پھوپھی کیا جواب دے؟

امام سجادؑ نے کہا: پھوپھی اماں!

عَلَيكُنَّ بِي الصَّحَرَاءِ

"پردہ ساکت ہے، لٹے ہوئے گھر کو لے کر صحرا کی طرف نکل جایئے"۔

جنابِ زینبؑ لٹے ہوئے گھر کو لے کر نکلیں۔

کربلا کے کئی سال بعد مدینہ میں کسی نے آقا سجادؑ سے سوال کیا تھا:

آقا آخری خیمے سے آپؑ کا گھرانہ کیسے نکلا؟

آقا سجادؑ کے ہاتھ میں تسبیح تھی کہا: اگر یہ تسبیح ٹوٹ جائے تو دانے کس طرح بکھر جاتے ہیں، دانے کس طرح پھیل جاتے ہیں۔ میدانِ کربلا میں محمدؐ کی اولاد

فاطمہؑ کے بیٹے اس طرح بکھر کر رہ گئے۔

یہاں پر دو روایتیں ہیں:

پہلی روایت: اب یہ سب تسبیح کے ٹوٹے ہوئے دانوں کی طرح سے ایک بار میدانِ کربلا میں بکھرے۔

بعد از واقعۂ کربلا ایک اور سوال کسی نے کیا: فرزندِ رسولؐ! جب یہ خیمہ جلا۔ آخری خیمہ جلا، ساری بیبیاں باہر آئیں۔ سارے بچے باہر آئے، ہر ایک پریشان تھا۔ ہر طرف آواز تھی:

وَاجَدَّاہُ! وَامُحَمَّدَاہُ. وَاعَلِیَّاہُ!

ہم نے سنا ہے کہ ایک بی بی ایسی تھی سرخ چادر کو اوڑھے ہوئے، صبر اور استقامت کا مجسمہ۔ کبھی بچوں کو سنبھالے، کبھی سیدانیوں کو تسلی دے، کبھی آپؑ کو جلتے خیموں سے لے کر آئے۔۔۔ مولاؑ! وہ کون بی بی تھیں؟

میرے مظلوم آقا نے سر جھکا کر کہا: وہ میری پھوپھی ثانیٔ زہراؑ زینب الکبریٰؑ تھیں۔

راوی کہتا ہے: مولاؑ! جو لوگ کربلا میں تھے انھوں نے کہا ہے کہ زینبؑ کے سر پہ سرخ چادر تھی۔ شامِ غریباں میں زینبؑ کو کوئی سفید چادر نہ ملی؟

یہ سن کر میرا آقا سجادؑ دھاڑیں مار مار کر رونے لگا اور کہا:

سوال کرنے والے! تُو نے انصاف نہیں کیا؟ تو نے سوال نہیں کیا بلکہ میرے کلیجے میں برچھی اُتار دی ہے۔ میری پھوپھی کی چادر سفید تھی۔ جب اکبرؑ کا لاشہ خیموں میں آیا اور میری پھوپھی ہائے اکبرؑ بیٹا کہہ کر لاشے پہ گری تو یہ جوان کے سینے سے نکلنے والا خون ہے جس نے میری پھوپھی کی سفید چادر کو سرخ کر دیا۔

اکبرؑ کا خون زینبؑ کی چادر پہ لگا اور زینبؑ سارے گھر کو اکٹھا کر رہی ہے۔

عزادارو!

اب بڑی عجیب روایت آ گئی ہے!

ایک مرتبہ سرخ چادر زینبؑ کے سر پہ ہے۔ یہ اکبرؑ کا خون ہے جو چھلک رہا ہے۔

جب امیر مختارؒ کے دربار میں خولی کو پکڑ کر لایا گیا۔ مختارؒ نے اس سے پوچھا: تو یہ بتا کہ تُو نے کربلا میں کیا کیا، کیا ہے؟

خولی نے کہا: جب میرے آقا عمر ابن سعد نے حکم جاری کیا کہ دوڑو، مال و اسباب لوٹو، خیمے جلاؤ۔ تو ساری فوج آئی لیکن مجھے آنے میں کچھ دیر ہو گئی۔ جب میں پہنچا تو میں نے دیکھا سب مال و اسباب لٹ چکا ہے۔ اب کچھ نہیں بچا ہے۔ اب مجھے کچھ نہیں ملے گا۔

ہاں میری نگاہ ایک چھوٹی سی بچی پر پڑی جس کے کان میں سادہ سی بالیاں تھیں۔ بہت معمولی بندے تھے۔ میں نے دیکھا کہ یہ بندے کیسے بچ گئے۔ معلوم ہوا کہ یہ اتنے کم قیمت ہیں اور جب کوئی ظالم جاتا ہے تو یہ بچی اپنی بالیوں پہ ہاتھ رکھ لیتی ہے اور کہتی ہے: یہ میرے بابا کا تحفہ ہے۔ ارے! تم نے میرے بابا کو مار دیا۔ یہ بابا کی نشانی تو سکینہؑ کے پاس رہنے دو۔

ظالموں کا دل ٹکڑے ٹکڑے ہوتا ہے۔ وہ یہ بالیاں چھوڑ کر آگے بڑھ جاتے ہیں۔

خولی کہتا ہے: میں نے دیکھا جب مجھے کچھ اور نہیں ملا تو میں نے سوچا کہ میں اپنا نقصان کیوں کروں۔ میں تیزی سے آگے بڑھا اور وہ بالیاں چھیننا چاہیں۔ بچی

نے بالیوں کو چھپایا۔ ارے! یہ میرے بابا کا تحفہ ہے۔ بابا نہ رہا، بابا کا تحفہ تو رہے۔

میں نے بچی سے کہا کہ بالیاں مجھے دے دے۔

بچی نے کہا: میرے بابا کا تحفہ ہے۔

جب میں نے دیکھا کہ وہ بچی بالیاں نہیں دے رہی۔ میں غصے میں آگے بڑھا۔ مجھے جلدی ہے۔ میں نے بالیوں کو ہاتھ میں لیا اور اس طرح کھینچا کہ بالی تو میرے ہاتھ میں آئی لیکن سکینہؑ کے دونوں کان کٹ گئے۔ بچی نے فریاد کی:

ارے بابا! تو نہ رہا تو دیکھ تیری سکینہؑ کی کیا حالت ہے؟!

بس آخری جملہ!

خولی کہتا ہے: میں آگے بڑھا، میں نے دیکھا ایک خیمہ ابھی بچا ہوا ہے۔ میں نے جھانک کر دیکھا اس خیمے میں ایک بیمار مجھے نظر آیا۔ فوجِ یزید نے بھی اس کا خیال کیا کہ یہ بیمار ہے کہ اسے تکلیف نہ دیں لیکن میں نے سوچا میں اپنا نقصان کیوں کروں۔ میں آگے بڑھا اور اتنی تیزی سے وہ بستر گھسیٹا کہ وہ بیمار بستر سے منہ کے بل زمین کربلا سے ٹکرایا۔ میں بستر لے کر چل پڑا۔

عزادارو!

میں کیسے پڑھوں، آپ کیسے سنیں گے؟

خولی کہتا ہے: اب میں نے ایک نگاہ ڈالی، دیکھا کہ ساری چادریں چھن چکی ہے۔ ہر ظالم ایک ایک چادر لے گیا مگر علیؑ کی بیٹی زینبؑ کی چادر سلامت ہے۔ وہی سرخ رنگ کی چادر، زینبؑ کا ایک جلال ہے۔ زینبؑ کی ایک ہیبت ہے۔ ارے! کسی میں ہمت نہیں پڑ رہی کہ وہ چادرِ زینبؑ میں ہاتھ ڈالے۔ ہر ایک کو پتہ ہے کہ یہ محمدؐ کی نواسی ہے۔ ہر ایک کو پتہ ہے کہ یہ فاطمہؑ کی بیٹی اور وارث ہے۔ کوئی زینبؑ کے

قریب آنے کی ہمت نہیں کر رہا۔

خولی کہتا ہے: میں نے سوچا کہ میں اپنا نقصان کیوں کروں؟ میں آگے بڑھا، میں نے چادرِ زینبؑ میں ہاتھ ڈالا۔ اِدھر چادر کو کھینچنا چاہا ایک بار زینبؑ نے دونوں ہاتھوں سے اپنی چادر کو مضبوطی سے تھاما۔

خولی جوان آدمی تھا، فوج کا سپاہی تھا لیکن زینبؑ پچپن برس کی ضعیفہ ہے۔ بھائیوں کی شہادتوں کے داغ کلیجے پہ لگے ہیں۔ حسینؑ جیسا بھائی مارا گیا۔ اکبرؑ جیسا بیٹا مارا گیا مگر حیدرِ کرّار کی بیٹی ہے۔

اِدھر زینبؑ نے چادر تھامی۔ خولی کہنے لگا: میں ساری طاقت لگا کر تھک گیا چادرِ زینبؑ نہ چھین سکا۔ میں نے سوچا کہ میرا نقصان کیوں ہو۔ میرے ہاتھ میں کوڑا تھا۔ میں نے کوڑا اُٹھایا۔ زینبؑ کے چہرے پہ کوڑا مارا۔

شہزادیؑ کا چہرہ زخمی ہوا۔ خون کا فوارہ جاری ہوا۔ میں نے چادرِ زینبؑ پہ ہاتھ ڈالا۔ چادرِ زینبؑ کو چھینا۔ زینبؑ نے پکارا: عباسؑ! ذرا آ کر دیکھ! تیری بہن کی چادر چھین لی گئی۔

وَسَيَعْلَمُ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَيَّ مُنْقَلَبٍ يَنْقَلِبُونَ ○

شامِ غریباں

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

وَلَنَبۡلُوَنَّكُمۡ بِشَیۡءٍ مِّنَ الۡخَوۡفِ وَالۡجُوۡعِ وَنَقۡصٍ مِّنَ الۡاَمۡوَالِ وَالۡاَنۡفُسِ وَالثَّمَرٰتِ ؕ وَبَشِّرِ الصّٰبِرِیۡنَ ﴿۱۵۵﴾ الَّذِیۡنَ اِذَاۤ اَصَابَتۡهُمۡ مُّصِیۡبَةٌ ۙ قَالُوۡۤا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّاۤ اِلَیۡهِ رٰجِعُوۡنَ ﴿۱۵۶﴾ (سورۂ بقرہ: آیت ۱۵۵-۱۵۶)

عزادارو!

میدانِ کربلا میں شامِ غریباں آگئی۔ ایک کل کی رات تھی اور ایک آج کی رات ہے۔ گزرے ہوئے کل کی رات ''شبِ شہیداں'' تھی۔ آج کی رات ''شامِ غریباں'' ہے۔ کل ہر بہن کے پاس بھائی موجود تھا۔ ہر بچی کے سر پہ باپ کا سایہ تھا۔ ازواج کے سہاگ سلامت تھے۔ خیمے لگے ہوئے تھے۔ فرش بچھے ہوئے تھے۔ چراغ جل رہے تھے۔ سروں پہ چادریں تھیں اور یہ صرف چوبیس گھنٹے گزرے اور اتنی بڑی تبدیلی آگئی کہ بہن بغیر بھائی کے رہ گئی۔ بچی یتیم ہوگئی۔ ازواج کے سہاگ اُجڑ گئے۔ خیمے جل گئے۔ فرش لوٹ لیے گئے، چادریں چھین لی گئیں اور سورج ڈوبا تو کربلا کے میدان میں اندھیرا چھا گیا۔

ہاں!

جہاں پہ زینبؑ اپنے لٹے ہوئے گھر کو لے کر بیٹھی ہے وہاں پہ اندھیرا نہیں ہے،

وہاں روشنی ہے۔

کیا کسی غیرت مند مسلمان کو خیال آیا اور اس نے سورج ڈوبتے ہی آ کر بڑھ کر کہا ہو کہ اے محمدؐ کی نواسی! ہمیں پتہ ہے کہ چھوٹے بچے اندھیرے میں ڈر جاتے ہیں، ہم ان بچوں کے لیے چراغ لائے ہیں؟

عزادارو!

یہ چراغوں کی روشنی نہیں ہے۔ یہ جلتے ہوئے خیموں کی روشنی ہے جس روشنی میں زینبؑ اپنے لٹے ہوئے گھر کو لے کر بیٹھی ہوئی ہے۔

اگر یہ جملہ کہوں تو شاید ۲۸ رجب سے اس کا ربط مل جائے۔

اپنے لٹے ہوئے گھر کو لے کر بیٹھی ہوئی ہے اور اپنے بھائی سے کیے ہوئے وعدے کو پورا بھی کر رہی ہے۔ کئی حدیثوں کو ملا کر علماء ۲۸ رجب کے حوالے سے بھائی اور بہن کی یہ گفتگو نقل کرتے ہیں:

گورنر مدینہ نے امام حسینؑ کو بلایا۔ امام حسینؑ گئے اور واپس آئے۔ اس دوران سب سے زیادہ بے چینی اور بے قراری سے جنابِ زینب الکبریٰؑ مکان کے صحن میں ٹہل رہی ہیں۔ بار بار صحن میں جاتی ہیں۔ آسمان کو دیکھتی ہیں۔

خداوندا! میرا بھائی تیری حفاظت میں ہے۔

خداوندا! زینبؑ اپنے بھائی کو نہیں کھوسکتی ہے۔ دشمنوں کے درمیان میرا بھیا گیا ہوا ہے۔

زینبؑ نے شکرانے کی نماز بھی مان لی۔

میں کہوں گا: شہزادیؑ! تھوڑی سی دیر کے لیے میرا آقا گورنر کے محل کی جانب گیا تو آپؑ اتنی پریشان ہو گئیں اور جب کربلا میں آخری رخصت کے موقع پر امامؑ

نے کہا تھا: زینبؑ بہن! آج پچپن برس بعد بہن اور بھائی کا ساتھ چھوٹ رہا ہے۔
میرا آخری سلام! تو اس بہن کے دل پر کیا قیامت گزری ہوگی؟!
واپس آئے حسینؑ ـــــ تاریخ کی رواتیوں کو ملا کر اپنے الفاظ میں بیان کر رہا ہوں۔
زینبؑ نے گھبرا کر کہا: بھیا! خیریت ہے آپ کو کیوں بلایا گیا تھا؟
حسینؑ نے کہا: زینبؑ! حاکمِ شام مر گیا ہے۔ اس کی جگہ یزید بیٹھ گیا ہے اور مجھ سے یزید کی بیعت طلب کی گئی ہے۔
بہت جہاد حسینؑ کو کرنا ہے اور جیسا کہ میں کئی بار کہہ چکا ہوں کہ یہ جہاد حسینؑ کر نہیں سکتا جب تک کہ زینبؑ ساتھ نہ ہو۔ جب تک کہ اصغرؑ ساتھ نہ ہو۔
زینبؑ نے کہا: بھیا! کیوں بلایا؟
جہاد کا آغاز ہو رہا ہے۔
حسینؑ نے کہا: زینبؑ! مجھ سے یزید کی بیعت طلب کی گئی ہے۔
زینبؑ نے گھبرا کر کہا: بھیا! آپؑ نے پھر کیا جواب دیا؟
حسینؑ نے کہا: بتا! میں کیا جواب دوں؟
ایک مرتبہ جنابِ زینبؑ کی گھبراہٹ اور بڑھ گئی۔ بھیا! مجھ سے پوچھ رہا ہے؟
کہا: مجھ میں اور تجھ میں کیا فرق ہے۔ جو تیرا نانا ہے وہی میرا نانا ہے، جو تیرا بابا ہے وہی میرا بابا ہے، جو تیری ماں ہے وہی میری ماں ہے، جو غذا تو نے کھائی وہی غذا میں نے کھائی، جو خون تیری رگوں میں وہی خون میری رگوں میں ہے۔
ہاں! اگر کوئی فرق ہے تو وہ یہ ہے کہ حسینؑ کے سر پر علیؑ کا عمامہ ہے اور زینبؑ کے سر پہ زہراؑ کی چادر ہے۔

کیا میرا امتحان لے رہا ہے؟

امام حسینؑ نے کہا: نہیں زینبؑ! امتحان نہیں لینا ہے، بڑے مرحلے سے گزرنا ہے اس لیے پوچھ رہا ہوں۔

بس!

اب تو علیؑ کی بیٹی کو مدینہ میں جلال آ گیا۔

کہا: بھیا! انکار کر دے۔ تو اور یزید کی بیعت کرے یہ کیسا ہو سکتا ہے؟

حسینؑ نے کہا: انکار تو کر دوں گا لیکن بڑا جہاد کرنا پڑے گا۔

زینبؑ نے کہا: کوئی بات نہیں ہے۔ ہم دونوں مل کر یہ جہاد کریں گے۔ بتا کیا جہاد کرنا ہے؟

حسینؑ نے کہا: ایک بھی نہیں دو میدان فتح کرنا ہیں۔ ایک کربلا کا میدان ہے، ایک شام کا میدان ہے۔

زینبؑ نے کہا: بھیا! ہم دونوں میدانوں کو فتح کریں گے۔ کربلا کا میدان تو اپنے ذمہ لے لے اور شام کا میدان زینبؑ کے حوالے کر دے۔ مگر بھیا! جب کربلا میں تو جائے گا تو ہر منزل پہ بہن تیرے ساتھ تو ہو گی۔ جب شام میں زینب جائے گی تو کیا تو اپنی زینبؑ کے ساتھ چلے گا؟

شاید حسینؑ نے کہا ہو: زینبؑ! میرا بدن تو نہ آ سکے گا، وہ تو کربلا میں رہے گا مگر نوکِ نیزہ پر میرا کٹا ہوا سر ہر ہر منزل پہ تیری سواری کے آگے آگے چل رہا ہو گا۔

زینبؑ کو شریکۃ الحسینؑ انھی روایتوں کی بنا پر کہتے ہیں۔

کہا: بھیا! کوئی بات نہیں ہے۔ دونوں میدان فتح کریں گے۔ کربلا تیرے حوالے ہے، شام میرے حوالے ہے۔

بھیا! کام تقسیم کر لیتے ہیں۔ تو مرد ہے خیموں سے باہر کے کام تیرے لیے۔ میں عورت ہوں خیموں کے اندر میرے لیے ہیں۔ مجاہد کو تیار میں کروں گی۔ گھوڑے پہ تو سوار کرائے گا۔ مقتل سے لاشہ تو اٹھا کر لائے گا۔ صفِ عزاء بچھا کے زینبؑ خیمے میں بیٹھے گی۔

بھیا! بچوں کو بھی تقسیم کر لے، تو مرد ہے، لڑکے تیرے حوالے۔ میں عورت ہوں، لڑکیاں میرے حوالے۔ اب قیامت تک اصغرؑ تیرے ساتھ رہے گا اور قیامت تک سکینہؑ شام میں میرے ساتھ رہے گی۔

بھیا! لڑکے تیرے حوالے، لڑکیاں میرے حوالے۔ اب قیامت تک اصغرؑ تیرے ساتھ رہے گا اور قیامت تک سکینہؑ شام میں میرے ساتھ رہے گی۔

بھیا! لڑکے تیرے حوالے، لڑکیاں میرے حوالے۔ اصغرؑ کے گلے میں تیر لگے گا تو تیری ہی گود میں اور سکینہؑ کے رخسار پر طمانچے لگیں گے تو میری گود میں۔

عزادارو!

یہی وہ منزل آگئی جہاں سے زینبؑ کا جہاد شروع ہوا۔

۲۸ رجب سے ۱۰ محرم کی سہ پہر تک زینب زینبؑ تھی اور اِدھر حسینؑ کا سر نوکِ نیزہ پر بلند ہوا تو اب زینبؑ زینبؑ نہ رہی۔ اب زینبؑ کبھی عباسؑ بنی، اب زینبؑ کبھی اکبرؑ بنی، اب زینبؑ کبھی حسینؑ بنی۔

عزادارو!

ہمارا تجربہ ہے کہ تین مصیبتیں ایسی ہیں جن میں اگر کوئی آ جائے تو آدمی کا دماغ کام نہیں کرتا۔ اگر کسی کا جوان بیٹا مر رہا ہو اور آپ گئے اس کے پاس کہ ڈاکٹر صاحب ذرا بتایئے کہ فلاں بیماری کا علاج کیا ہے؟ وہ کہے گا کہ دیکھتے نہیں ہو کہ میرا

اٹھارہ سال کا جوان ہاتھ سے نکلا جا رہا ہے، میرا دماغ کام نہیں کر رہا، کسی اور وقت آنا۔

کہا جاتا ہے کہ اگر کہیں آگ لگ جائے تو اچھے بھلے آدمی اپنے ہوش و حواس کھو بیٹھتے ہیں۔ آپ وکیل کے پاس گئے فلاں مسئلے میں قانون کیا کہتا ہے؟

وہ کہے گا دماغ صحیح ہے۔ میرا سارا گھر آگ میں جل رہا ہے، میری بچیاں آگ میں جل رہی ہیں، میرے گھر کی عورتیں آگ میں جل رہی ہیں۔ میری سمجھ میں کوئی قانون وغیرہ نہیں آ رہا۔

کہا جاتا ہے کہ اگر کہیں پر زلزلہ آجائے تو آدمی سب کو بھول جاتا ہے حتیٰ کہ مائیں اپنی اولادوں کو بھلا دیتی ہیں مگر ہمارا سلام ہو علیؑ کی بیٹی زینبؑ پر! ہمارا سلام ہو عباسؑ کی بہن زینبؑ پر۔ میدانِ کربلا میں ایک نہیں اٹھارہ لاشوں کے درمیان کھڑی ہے۔ میدانِ کربلا میں تمام خیمے جل رہے ہیں۔ جلتے خیموں کے درمیان ہے۔ میدانِ کربلا میں زلزلہ مگر سلام اس شریکۃ الحسینؑ زینبؑ پر، کس طرح لٹے ہوئے گھر کو سنبھال رہی ہے۔

میرا مظلوم آقا سجادؑ تو کہہ گیا، تسبیح ٹوٹ جائے تو جس طرح دانے بکھر جاتے ہیں، میدانِ کربلا میں ہمارا گھرانہ بکھر گیا۔

مدینہ میں کسی نے پوچھا تھا: مولاؑ! جب آخری خیمہ جلا تو آپ کے گھرانے کی کیا حالت تھی؟

مولاؑ کے ہاتھ میں تسبیح تھی، کہا: اگر یہ تسبیح ٹوٹ جائے تو کس طرح سے دانے زمین پر بکھر جاتے ہیں۔ ہمارا گھرانہ کربلا میں بکھر کر رہ گیا۔

ایک بار اندھیرا چھانے لگا۔ شامِ غریباں آنے لگی تو زینبؑ نے کلثومؑ سے کہا:

کلثومؑ بہن! جب خیمے جلے تھے، جب گھوڑے دوڑے تھے، جب بچوں کے رخساروں پر طمانچے لگے تھے۔ جب بچیوں کے بدن پر کوڑے مارے گئے تھے، جب بیبیوں کے سر سے چادریں چھینی گئی تھی تو سارے بچے گھبرا کر بھاگے تھے۔ آؤ ان کو جمع کریں، آؤ انھیں ڈھونڈ کر لائیں۔

ہمارا سلام ہو اس کلثومؑ پر، ہمارا سلام ہو علیؑ کی بیٹی زینبؑ پر۔

یہ وہ خواتین ہیں جو دن کی روشنی میں شہروں میں بھی کبھی اکیلے گھر سے باہر نہیں گئی ہیں۔ آج رات کا اندھیرا ہے، آج اکیلی اور تنہا ہیں اور آج کربلا کا جنگل ہے۔ دو بہنیں چلیں۔ کئی بچے رو رہے تھے، ان کو لے کر آئیں۔ کئی بچے سو رہے تھے۔ ان کو لے کر آئیں۔

اور کہیں پر وہی روایت جو ابھی آپ نے سنی ایک بار یہ دیکھا کہ اولادِ عقیلؑ کے دو شہزادے ایک جھاڑی کے نیچے گلے میں بانہیں ڈالے سو رہے تھے۔

زینبؑ نے کہا: کلثومؑ! آہستہ چلو، ایسا نہ ہو کہ بچوں کی آنکھ کھل جائے، انھیں دوبارہ نیند نہیں آئے گی۔

قریب پہنچیں تو دیکھا کہ یہ سوتے ہوئے بچے نہیں ہیں۔ ننھے ننھے امام زادے، سینہ پہ گھوڑوں کی ٹاپوں کے نشان۔ گھوڑے دوڑے تھے، بچے اُس کی لپیٹ میں آگئے۔ سینے پہ گھوڑوں کی ٹاپوں کے نشان۔

زینبؑ نے کہا: کلثومؑ بہن! گھبرانا نہیں، پریشان نہ ہونا۔ اگر عباسؑ اور حسینؑ نہ رہے تو کیا ہوا ہم تو ہیں۔ ایک لاشہ تم اُٹھاؤ، ایک لاشہ میں اُٹھاتی ہوں۔

دونوں بہنیں جھکیں۔ ایک لاشہ زینبؑ نے اُٹھایا۔ ایک لاشہ کلثومؑ نے اُٹھایا مگر اب زینبؑ کا دل بھر آیا۔ ایک بار بس ایک جملہ کہا۔ فرات کو دیکھا اور کہا:

عباسؑ! تو نہ رہا تو تیری بہنوں کو لاشے بھی اُٹھانا پڑ رہے، ہائے میرا عباسؑ!

بچے جمع کیے گئے، سوتے ہوئے بچے، روتے ہوئے بچے، ننھے لاشے مگر ایک بار زینبؑ گھبرا گئی اور کہا: کلثومؑ بہن! ارے! سارے بچے جمع ہو گئے، مجھے سکینہؑ نظر نہیں آ رہی۔ بھیا جاتے وقت سکینہؑ کو میرے حوالے کر گیا۔ ارے! میرے بھائی کی نشانی سکینہؑ نظر نہیں آ رہی ہے۔ آؤ ہم سکینہؑ کو ڈھونڈیں۔ تم فرات کی جانب جاؤ، میں مقتل گاہ کی جانب چلتی ہوں۔

کلثومؑ فرات کی جانب چلیں۔ سکینہؑ تو نظر نہ آئیں، جوان بھائی کا لاشہ نظر آ گیا۔ خدا کی کسی بہن کو اپنے بھائی کا ایسا لاشہ نہ دکھائے۔

اللہ! آپ کو اگر کربلا لے جائے تو وہاں جو قتل گاہ ہے ـــ تو زینبؑ ایک بار سکینہؑ کو تلاش کرتی ہوئی چلی۔ چل بھی رہی ہے، آواز بھی دے رہی ہے۔

سکینہؑ! سکینہؑ! پھوپھی پکار رہی ہے۔ جواب دو۔

ارے! اب میں تجھے طمانچوں سے بچا لوں گی۔ اب میں تجھے کوڑوں سے بچا لوں گی۔

سکینہؑ کا جواب تو نہ آیا، سکینہؑ کی آواز تو نہ آئی۔ حسینؑ کی آواز آ گئی۔

زینبؑ بہن! ذرا آہستہ بولو۔ زینبؑ بھائی کی آواز سن کر چلی۔ دیکھا کہ مقتل میں بے سر کا لاشہ گھوڑوں کی ٹاپوں تلے پامال پڑا ہے۔ سر تو نوکِ نیزہ پر بلند ہو گیا اور یہ لاشہ یہیں ہے اور لاشے کے سینے پر سر رکھے ہوئے ننھی سکینہؑ سو رہی ہے۔

زینبؑ نے قریب جا کر سکینہؑ کا بازو ہلایا اور کہا:

سکینہؑ بیٹی! یہاں کیسے آ گئی، گھر والوں کو چھوڑ کر جنگل میں کوئی نہیں سوتا؟

بچی نے تڑپ کر کہا: پھوپھی اماں! میرا بابا بھی تو یہیں سو رہا ہے۔

زینبؑ نے کہا: بیٹا سکینہؑ! میرے ساتھ چلو، جہاں سارے گھر والے ہیں۔
ایک بات بتاؤ۔ رات کا اندھیرا، کسی کی بھی پہچان یا تو چہرے سے ہوتی ہے یا لباس سے ہوتی ہے۔ تیرے باباؑ کا سر کاٹ لیا گیا، لباس لوٹ لیا گیا۔ نہ لباس ہے، تو نے اندھیرے میں کیسے پہچانا کہ یہ تیرا باباؑ ہے؟

کہا: پھوپھی اماں! جب خولی نے طمانچے لگائے، جب شمر نے کوڑے مارے، اس وقت میں نے گھبرا کر فریاد کی۔

باباؑ! تیری سکینہ طمانچے کھا رہی ہے، بابا! مجھے بچا لے۔

ایک بار اسی بے سر کے لاشے سے آواز آئی:

اِلَیَّ اِلَیَّ......

"سکینہؑ بیٹی! یہاں پہ آؤ"۔

باباؑ نے بلایا تھا۔

بس عزادارو!

سکینہؑ کو بھی سارے بچوں کے ساتھ لٹا دیا گیا۔ ننھی بچی بھی سو گئی اور پھر میرے خیال میں کربلا کے واقعہ میں سیدانیوں اور بیبیوں پہ سب سے زیادہ قیامت اس وقت گزری ہوگی۔ پھر ایک مرتبہ پانی خیموں میں آیا۔

اب مجھے یہ نہیں پتہ پانی کون لے کر آیا۔ یہ زوجہ حُرؑ کی روایت صحیح ہے یا غلط ہے، یا کہیں اور سے آیا لیکن بہر حال رات کے اندھیرے میں پانی آ گیا۔

پانی لانے والوں نے آواز دی امام سجادؑ کو۔ فرزند رسولؐ! ہم بچوں کے لیے پانی لائے ہیں۔

امام سجادؑ نے پانی لے لیا۔ پھوپھی کے قریب آئے۔

یہ سب سے مشکل مرحلہ ہوگا۔

کیسے؟

اگر آپ کو کسی سے بہت محبت ہو اور وہ کوئی چیز آپ سے مانگ رہا ہے اور آپ اس کو نہ دے سکیں اور وہ اس چیز کو یاد کرتے کرتے دنیا سے چلا گیا۔ جب بھی وہ چیز سامنے آئے گی تو آپ کو آپ کا مرنے والا ضرور یاد آئے گا۔

ارے!

کربلا کی بیبیوں نے پانی دیکھا، علی اکبرؑ کی ماں لیلیٰؑ کو یاد آیا، ہائے میرا اکبرؑ کتنا پیاسا تھا، پانی دیکھ کر کہا ہوگا:

اکبرؑ بیٹا! تو نے بابا سے پانی مانگا تھا۔ آ، دیکھ لو پانی آ گیا۔

فروہؑ کو اپنا قاسمؑ یاد آیا ہوگا۔

عزادارو!

جب ربابؑ نے پانی کو دیکھا ہوگا اور نظر اپنی خالی گود پر پڑی ہوگی تو اس وقت ربابؑ کے دل پر کیا قیامت گزری ہوگی؟

بس!

اب پہلی مرتبہ زینبؑ کو جلال آ گیا۔ بڑا صبر سے کام لیا ہے۔ بڑی صابرہ ہے علیؑ اور فاطمہؑ کی بیٹی۔ ہر ہر منزل پر اپنے جلال کو روکا ہے۔

خیر!

زینبؑ کو جلال آ گیا اور کہا: سجادؑ بیٹا! پانی واپس کر دے، مجھے پانی نہیں چاہیے۔

امام سجادؑ نے کہا: پھوپھی اماں! پانی پی لیجیے۔

کہا: سجادؑ بیٹا! مجھے پانی نہیں چاہیے۔ میرا اکبرؑ پیاسا گیا، میرا عباسؑ پیاسا

گیا، میرا اصغرؑ پیاسا گیا، میرا ماں جایا پیاسا گیا، زینبؑ کیسے پانی پیئے؟

امام سجادؑ نے کہا: پھوپھی اماں! پانی پی لیں۔

زینبؑ نے کہا: سجادؑ! زینبؑ کیسے پانی پی لے۔

جب تیسری مرتبہ امام سجادؑ نے کہا: پھوپھی پی لیجیے۔

اب ایک بار زینبؑ نے کہا: سجادؑ! میں نے کبھی نہیں دیکھا کہ میری بات کے بعد تو نے کبھی وہ بات دُہرائی ہو، آج میں منع کر رہی ہوں اور تو بار بار اصرار کر رہا ہے۔

امام سجادؑ نے کہا: پھوپھی اماں! بس ایک چیز آپ کو دکھانی ہے۔ ایک بار ذرا دیکھیے۔

امام سجادؑ نے اشارہ کیا۔ جنابِ زینبؑ نے آسمان کی طرف دیکھا تو جنت نظر آ رہی ہے، نہرِ کوثر کا کنارہ نظر آ رہا ہے، رسولِؐ خدا کوثر کے کنارے بیٹھے ہیں، ساقی کوثر حیدرِ کرارؑ کوثر کا پانی لے کر آگے بڑھ رہے ہیں۔ حسینؑ نانا کے سامنے کھڑے ہیں۔

علیؑ نے کہا: اے میرے لال! تو نے وہ جہاد کر دیا، لے یہ کوثر کا پانی لے۔

حسینؑ نے کہا: بابا! میں پانی نہیں پیوں گا۔

بڑا بھائی حسن مجتبیٰؑ آگے بڑھا، بھائیوں کے درمیان بڑی بے تکلفی ہوتی ہے، حسنؑ آگے بڑھے اور کہا: بابا! مجھے دیجیے۔

حسنؑ کوثر کا پانی لے کر بڑھے اور کہا: بھیا! پانی پی لے۔

حسینؑ نے کہا: بھائی حسنؑ! میں پانی نہیں پیوؤں گا۔

رسولِؐ خدا نے کوثر کا جام ہاتھ میں لیا اور کہا: اے میرے لال! پانی پی لے۔

حسینؑ نے کہا: نانا! میں کوثر کا پانی نہیں پیئوں گا۔

آخر میں فاطمہ زہراؑ آگے بڑھیں، بیٹے کو کلیجے سے لگایا اور کہا: حسینؑ! تیرا امتحان پورا ہو گیا۔ اب تو کوثر کا پانی پی لے۔

حسینؑ نے کہا: اماں! میں پانی نہیں پیوں گا۔

فاطمہ زہراؑ نے کہا: حسینؑ! آخر بات کیا ہے، کیوں نہیں پانی پیتے؟

کہا: ابھی میری زینبؑ پیاسی ہے، ابھی میری سکینہؑ پیاسی ہے، ابھی میرے بچے پیاسے ہے۔

امام سجادؑ نے کہا: پھوپھی اماں! آپ دیکھ رہی ہیں نا، اگر آپ نے پانی نہ پیا تو میرا بابا کوثر کے کنارے بھی پیاسا رہے گا۔

بس عزادارو!

اب زینبؑ نے پانی لیا، چاروں طرف دیکھا۔ ایک بار سوتی ہوئی سکینہؑ کو اُٹھایا اور کہا: سکینہؑ بیٹی! اُٹھ جا۔ سکینہؑ نے آنکھ کھولی۔ پوچھا: پھوپھی اماں! کیا بات ہے؟

کہا: بیٹی! پانی لے لے، پانی آ گیا ہے۔

سکینہؑ نے جب پانی کا نام سنا، تو فوراً بے ساختہ کہا: پھوپھی اماں! کیا میرا چچا عباسؑ آ گیا؟

زینبؑ نے کہا: سکینہؑ تیرا چچا نہیں آیا، پانی آ گیا، پانی پی لے۔

سکینہؑ نے کہا: پھوپھی اماں! پیاسی تو آپ بھی ہیں، پہلے آپ پانی پئیں۔

زینبؑ نے کہا: نہیں! پہلے تجھے پینا ہے۔

سکینہؑ نے کہا: میری ماں ربابؑ پیاسی ہے۔

زینبؑ نے کہا: نہیں! پہلے تجھے پینا ہے۔

سکینہؑ نے کہا: پھوپھی اماں! میرا بھیا سجادؑ پیاسا بھی ہے اور بیمار بھی ہے۔

کہا: پہلے تجھے پینا ہے۔

سکینہؑ نے کہا: پھوپھی اماں! وہ کیوں؟

زینبؑ نے کہا: اس لیے سب سے پہلے چھوٹوں کو پانی دیتے ہیں اور یہاں پر سب سے چھوٹی تم ہو۔

بس اتنا سننا تھا کہ اب سکینہؑ بھی کچھ نہ بولی۔ پانی تو لے لیا۔ پانی پیا پھر بھی نہیں بلکہ پانی لے کر مقتل کی جانب چل پڑی۔

زینبؑ نے کہا: بیٹی! کہاں جارہی ہو؟

کہا: پھوپھی اماں! آپؑ ہی نے تو کہا ہے کہ پہلے چھوٹوں کو پانی پلاتے ہیں۔ ارے! میرا اصغرؑ سب سے چھوٹا بھی ہے اور پیاسا بھی ہے۔ اصغرؑ کو پانی پلانے جارہی ہوں۔

وَسَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَيَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ○

کربلا سے کوفہ

جہادِ کربلا کوئی عام جہاد نہیں ہے، اس کو انجام دینے کے لیے بھی ہمت چاہیے۔ یہ امام حسین علیہ السلام کا کام تھا کہ جن کی بدولت اللہ نے اسلام کو عزت بخشی۔

دیکھیے!

یہ بہت مشکل وقت تھا لیکن پھر بھی مدینہ اور مکہ سے آپؑ کے دوستوں نے آپؑ کا ساتھ نہ چھوڑا۔ مگر جو لوگ مکہ سے آپؑ کے ساتھ چلے تھے خاص طور پر جب مسلمؑ ابن عقیلؑ اور ہانی ابن عروہؓ کی شہادت کی خبر ملی تو کتنے لوگ ساتھ چھوڑ کر گئے۔ خود کربلا پہنچنے کے بعد بھی کچھ امید تھی کہ شاید جنگ کے بغیر حسینؑ کوفہ پہنچ جائیں لیکن جب وہ فیصلہ ہوا کہ پانی بند ہوگا اور لشکرِ حسینؑ کو گھیرے میں لیں گے۔

دیکھیے!

ایک لفظ بہت مشہور ہے "عاشورہ" لیکن تاریخ میں دو لفظ ہیں:

① تاسوعہ ② عاشورہ

عاشورہ عشرے سے بنا ہے دس محرم اور تاسوعہ تسعہ سے بنا ہے نو محرم۔

- تاسوعہ کے لیے لکھا جاتا ہے:

قَدْ حُوصِرَ فِيهِ الْحُسَيْنُ

"۹ محرم وہ تاریخ ہے جس میں حسینؑ مکمل طور پر محاصرے میں آگئے"۔

اب لوگ آرہے ہیں، مولا! ہم کچھ اور سمجھ رہے تھے لیکن یہاں کچھ اور نتیجہ نکلا

لہٰذا ہم جا رہے ہیں۔

کوئی کہتا ہے: مولا! میرے اُوپر قرضہ بہت ہے، قرضہ کی ادائیگی کے لیے جانا چاہتا ہوں۔

کوئی کہتا ہے: مولا! میرا بیٹا قید ہو گیا ہے، مجھے اطلاع ملی ہے میں اسے قید سے چھڑوانے جا رہا ہوں۔

یہ سب لوگ تاسوعہ کو دیکھ کر ہی تیار ہو گئے تھے۔ یہ شبِ عاشور سے پہلے کی بات ہے بلکہ ایک نے تو یہاں تک کہا تھا کہ مولا! چلیں میں آپؑ کے ساتھ رہوں گا۔

یہ آدمی شبِ عاشور کی میٹنگ میں تھا۔

اس نے کہا: مولا! میں آپؑ کے ساتھ رہوں گا اور اس وقت تک آپؑ کے ساتھ رہوں گا جب تک میں دیکھوں گا کہ میرا ساتھ دینا آپؑ کو کوئی فائدہ پہنچائے لیکن اگر کوئی موقع آیا کہ اگر میں مارا بھی جاؤں تو آپؑ کو کوئی فائدہ نہیں ہوگا تو پھر میں چلا جاؤں گا۔

حسینؑ نے فرمایا: تمھاری مرضی، آئے بھی اپنی مرضی سے ہو اور جاؤ بھی اپنی مرضی سے۔

تمام اصحابِ امامؑ مارے گئے، اس نے جنگ میں حصّہ نہیں لیا، آرام سے بیٹھا رہا۔ شہدائے ہاشم شہید ہوئے، یہ آرام سے بیٹھا رہا، اصغرؑ کی ننھی سی قبر دیکھتا رہا۔

آخر میں آیا اور کہا: مولا! دیکھیے میرا آپؑ سے ایک وعدہ تھا۔

حسینؑ نے فرمایا: وعدہ نہیں تھا بلکہ تو نے کہا تھا۔

کہا: مولا! اب میں دیکھ رہا ہوں اور تیس ہزار کا لشکر ہے اگر میں آپؑ کے ساتھ مل کر جنگ بھی کروں اس وقت اور اگر مر بھی جاؤں تو میرا مرنا اور جینا دونوں برابر

ہیں آپؑ کے نزدیک۔ میں نے پہلے سے آپؑ کو کہا تھا لہٰذا میں جا رہا ہوں۔

حسینؑ نے فرمایا: اس محاصرے کو کیسے توڑے گا؟

کہا: وہ طریقے میں جانتا ہوں۔

کوئی طریقہ اس نے اختیار کیا اور وہ نکل گیا یعنی آخری مرحلے میں۔ جب جنت میں اور اس کے درمیان صرف ایک تلوار کا فاصلہ رہ گیا پھر بھی چھوڑ کر چلا گیا۔

یہ وہ ہے جو اس وقت تک امام حسینؑ کے قصیدے پڑھ رہتا، امام حسینؑ کی تعریف کرتا رہا، حسینؑ کا ساتھ دیتا رہا، امام حسینؑ کے ساتھ تین دن کی بھوک اور پیاس برداشت کی۔ سارے مصائب دیکھ بھی رہا ہے، پتھر پگھل کے پانی بن جائے جن مصائب پر۔

اس کا جو جملہ تھا کہ کوئی فائدہ نہیں ہوگا آپؑ کو کہ اگر میں آپ کا ساتھ دوں۔

یہ کس کو کہتا ہے فائدہ؟

حکومت، خزانہ مل جائے۔

یہ فائدہ نہیں ہے تو میں جا رہا ہوں۔

ایک یہ ہے اور ایک وہ جو یہودی ہے، پیسے والا ہے، لیکن آخری مرحلے میں آ کر وہ جنتی بن گیا۔

اب زمانے کا امامؑ دیکھ رہا ہے اُسے وہ سپاہی چاہییں کہ یہ سپاہی۔

خیر!

تو گھوڑے کو دوڑا کر چلا گیا۔ کہا: نہیں مولاؑ! میرا رہنا یا نہ رہنا فائدہ مند نہیں ہے۔

ایک فائدہ اور نقصان یہ بتا رہا ہے مگر ایک فائدہ اور نقصان امام حسینؑ بتا رہے

ہیں وہ کوئی اور ہے۔ اس کے نزدیک فائدہ یہ ہے کہ اگر حکومت ملے آقا کو تو پھر ساتھ دینے میں فائدہ ہے۔ بیت المال ملے یا خزانہ ملے تو حسینؑ کے ساتھ جاؤں۔

ذکرِ مصائب: امام سجادؑ کا کربلا میں لاشوں کو دفن کرنا

بس۔۔۔!

ہمیشہ تمام دشمنوں کا ہدف کربلا کی زیارت کیوں رہی ہے؟ متوکل نے آخر روضۂ امامؑ کے بارے میں کیوں دشمنی دکھائی؟ خالی متوکل نہیں اور بھی ایسے گزرے۔

آج بھی آپ جائیے کربلا میں ایک دروازے کا نام ہے "باب السدرہ"۔ سدرہ عربی میں بیر کے درخت کو کہتے ہیں۔ یہاں ایک بیر کا درخت تھا۔ اس بیری کے درخت کو ہارون نے کٹوایا تھا۔ مدینے کے ایک محدث پکار اُٹھے کہ رسولؐ کی حدیث تو آج سمجھ میں آئی:

لَعَنَ اللهُ قَاطِعَ السِّدْرَةَ

"اللہ کی لعنت ہو بیری کے درخت کو کاٹنے والے پر"۔

بہت عرصے سے پڑھ بھی رہا ہوں اور اپنے شاگردوں کو بھی پڑھا رہا ہوں۔ سمجھ میں نہیں آئی، آئی سمجھ میں آئی، کون سا بیری کا درخت ہے اور کس حوالے سے رسولؐ بات کر رہے ہیں؟

وہاں سے لے کر صدام کی حکومت تک مسلسل کربلا پر پابندیاں کیوں ہیں؟

کربلا ایک ایسا جوش عطا کرتا ہے، کربلا دین کی خدمت کا ایک جذبہ دیتا ہے انسان کو۔ لیکن کربلا کو جب کوفہ و شام سے ملائیں، کیونکہ کربلا کا نتیجہ تو یہ نکلے گا (نعوذباللہ) ٹکرائے تھے، بڑی طاقت سے مارے گئے۔ اس لیے کربلا کا عاشورہ

اس وقت تک مکمل نہیں ہوتا جب اس کو اربعین تک نہیں ملائیں گے۔ زیارتِ عاشورہ سے زیارتِ اربعین کی اہمیت ہے، کیونکہ اربعین اس چیز کا نام ہے کہ بڑی سے بڑی طاقت کو شکست دی جاسکتی ہے بغیر وسائل سے۔

عاشورے کو تو یہ قافلہ قیدی بن کر گیا تھا، اربعین کو یہ قافلہ فاتحانہ شان سے آیا۔

کون سا قافلہ؟

زینبؑ، کلثومؑ کا۔

مصائب میں نے کل سے شروع کیے ہوئے ہیں۔ عباسؑ کے مصائب ہوگئے، حسینؑ کے مصائب ہوگئے، اگرچہ زندگی بھر بھی اگر بیان کروں تو حق ادا نہیں ہوسکا لیکن کل سے جو مصائب شروع ہوئے تھے۔

قافلہ کربلا سے چلا۔

کس حالت میں چلا؟

اربعین میں کس حالت میں آیا؟

اربعین اعلان ہے اس بات کا کہ مدینے اور مکے میں بیٹھ کر ہی اسلام فتح نہیں کیا جاسکتا ہے بلکہ شام میں جا کر بھی اسلام کو کامیاب کیا جائے اور بغیر کسی فوج کے، بغیر کسی ہتھیار کے۔

یہی میرے شامِ غریباں والے پہلے نکتے کا خلاصہ ہے۔

بہن کہتی ہے: بھائی! ایک میدان تُو فتح کرے گا، ایک میدان زینبؑ فتح کرے گی۔

چنانچہ! زینبؑ کربلا سے چلی، سجادؑ کربلا سے چلا مگر یہ پورا قافلہ اربعین کو

واپس آیا سوائے میرے آقا سجادؑ کے جو بیچ میں ایک مرتبہ کربلا آئے تھے۔

کب آئے تھے؟

جس دن میرا آقا حسینؑ کربلا کے میدان میں پہنچا تھا، وہاں بھی ایک اہم پیغام دیا ولایت کے حوالے سے۔

کیا پیغام دیا ــــ؟

ولایت واجب کفائی نہیں ہے کہ خاندان کا ایک آدمی ولایت کو مان لے، ذمہ داری ادا کرے باقی سب سے یہ ذمہ داری ساقط ہوگئی۔ ہر ایک کو ذمہ داری ادا کرنا ہے چاہے مرد ہو، عورت ہو یا بچہ ہو۔

جب کربلا آئے تھے تو یہی پیغام حسینؑ نے دوسرے انداز میں دیا تھا، بنی اسد کے قبیلے سے زمین خرید کر شرط لگائی تھی نا؟

جب بھی میرا کوئی زوار یا زوار میری زیارت کرنے آئے تو اسے تین دن میرا مہمان بنا کر رکھنا۔

دوسری شرط کیا تھی ــــ؟

جب لشکرِ یزید چلا جائے اور جلتی ریت پر ہمارے لاشے پڑے ہوں تو وعدہ کرو کہ ہماری لاشوں کو دفن کرو گے۔ سارے مردوں نے ہاتھ باندھ کر روتے ہوئے وعدہ تو کیا مگر آقا نے کہا: اب جا کر اپنے قبیلے کی ساری عورتوں کو پیغام دو۔

وہ عورتیں حیران اور پریشان، ہم گھر میں بیٹھنے والی کمزور، آخر محمدؐ کے نواسے کو ہماری کیا ضرورت پڑگئی کہ سارے قبیلے کی عورتیں بلوائی گئیں؟

چادریں پہن کر آئیں، ہاتھ جوڑے۔

اے ہماری شہزادی فاطمہؑ کے لعل! ہماری جانیں آپؑ پر قربان!

فرمایا: دیکھو، ہو سکتا ہے ہمارے مارے جانے کے بعد تمھارے مرد یزید کے لشکر کے ڈر سے گھر سے باہر نہ نکلیں تو وعدہ کرو کہ جب فرات کے کنارے پانی بھرنے آؤ گی تو پانی بھرنے کے دوران ہماری لاشوں کو بھی دفن کر دینا۔

ساری عورتوں نے زار و قطار روتے ہوئے کہا:

آقا! ہماری جانیں آپؑ پر قربان، مر جائیں گی مگر اس فریضے کو ضرور انجام دیں گی۔

کہا: اب جا کر اپنے بچوں کو بھی بھجواؤ۔

نو، دس سال کے بچے گھبرائے ہوئے آ گئے، آقا نے ہمیں کیوں بلوایا ہے؟ ہاتھ جوڑے، عرض کیا: آقا! کیا ہم بھی کسی قابل ہیں کہ ہمیں بھی بلوایا جائے۔

فرمایا: بس! ایک بات ہے، اگر تمھارے باپ اور تمھاری مائیں لشکرِ یزید کے ڈر سے گھروں سے باہر نہ نکلیں تو وعدہ کرو جب کھیلتے کھیلتے فرات کے کنارے آؤ گے نا، تو اپنی ننھی ننھی مٹھیوں میں مٹی لے کر ہماری لاشوں پر ڈال دینا۔

یہ ننھی ننھی مٹھیوں کی خاک کیا فائدہ پہنچائے گی؟

یہ الگ بحث ہے لیکن اس کا ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ ولایت کی خدمت مردوں کو بھی کرنا ہے، ولایت کی خدمت عورتوں کو بھی کرنا ہے، ولایت کی خدمت بچوں کو بھی کرنا ہے۔ ہر ہر مومن کا اپنی جگہ پہ یہ فریضہ ہے اور اپنے بچوں کو تیار و آمادہ کرنا ہے، اپنے بچوں کو اس کے لیے پیغام دینا ہے۔

حسینؑ نے پیغام دیا۔

اب گیارہ محرم کا قافلہ اس انداز سے چلا جو کل آپ نے سن لیا۔

یہ قافلہ گیا۔

اگرچہ یہاں دو روایتیں ہیں:

ایک روایت یہ ہے کہ چالیس دن بعد لاشے دفن ہوئے لیکن زیادہ معتبر یہی تو ہے نا، تین دن کے بعد۔ آج سوئم کی، آج زیارت کی مجلس ہے۔

تین دن کے بعد یہ لاشے دفن کیے گئے، کیسے؟

ایک مرتبہ پہلا دن گزرا، لشکرِ یزید کے ڈر سے واقعاً بنی اسد گھروں سے باہر نہ آئے۔ دوسرا دن گزرا، جو آج کا دن تھا، لشکر یزید کے ڈر سے بنی اسد باہر نہ آئے۔ جب تیسرا دن گزرا، اب اطمینان ہو گیا اور اطلاع بھی آ گئی کہ سارا لشکر کوفہ پہنچ چکا ہے۔ بنی اسد کے سارے افراد گھروں سے باہر نکلے۔ مردوں نے بیلچے اُٹھائے۔

کہا: ہم جا رہے ہیں۔

عورتوں نے کہا: کہاں جا رہے ہو؟

کہا: آقا حسینؑ نے وعدہ لیا تھا، وعدہ پورا کرنے جا رہے ہیں۔ عورتوں نے بھی اپنے سروں پر چادریں ڈالیں۔

خالی تم سے وعدہ نہیں لیا تھا ہم سے بھی وعدہ لیا تھا۔ ہم بھی چل رہی ہیں۔

بچوں نے دیکھا، آج عجیب دن ہے، یہ سارے باپ، ساری مائیں جا رہی ہیں۔

گھبرا کر کہا: آپ لوگ کہاں جا رہے ہیں؟

کہا: فرات کے کنارے آقا کا وعدہ پورا کرنے۔

ایک بار بچوں نے کہا: آقا نے تو ہمیں بھی بلا کر وعدہ لیا تھا۔

ارے! ہم بھی چلیں گے۔

عجیب انداز سے بنی اسد کا قبیلہ آ گیا۔ سارے مرد آ گئے بیلچے لے کر، ساری

عورتیں اور بچے میدانِ کربلا میں آن پہنچے۔ مگر ایک عجیب منظر ہے، بے گوروکفن لاشے ہیں، نہ کوئی کفن دینے والا ہے، نہ کوئی مٹی ڈالنے والا ہے۔ سروں کو کاٹ کر لے جایا جا چکا تھا۔ لباس لوٹ لیے گئے تھے، اب لاشے نظر آرہے ہیں۔ پہچان نہیں ہو رہی، ان میں کون سا لاشہ کس کا ہے؟ آقاؑ کا لاشہ کہاں ہے؟ شہزادے کا لاشہ کہاں ہے؟ عام اصحابؓ کے لاشے کہاں ہیں؟ کوئی پہچان نہیں ہو رہی۔ یہ تو پتہ ہے کہ لشکرِ یزید کے لاشے نہیں ہیں۔

کوفہ کتنا دور ہے کربلا سے ــــ؟

آج تو آپ آدھے گھنٹے میں پہنچ جاتے ہیں۔

لشکرِ یزید اپنے لاشے ساتھ لے کر گیا تھا، کوفہ میں دفن کرنا ہیں۔

یہ سب لاشے ہیں اصحابِ امامؑ کے، پہچان نہیں ہو رہی ہے۔ ایک بار سردار نے کہا: آقاؑ! ہماری مجبوری دیکھ رہا ہے، ایسا کرو ایک بڑی قبر کھودتے ہیں گنجِ شہیداں اور سارے لاشے اس میں دفن کر دیتے ہیں۔

بڑی قبر آج کھودی جا رہی ہے، یہ تیسرا دن ہے۔ یہ زیارت کا دن ہے، یہ عام آدمیوں کے سوئم کا دن ہے۔

ایک بڑی قبر وہاں میدانِ کربلا میں کھدی۔ اب قبر تیار ہو گئی، پہلا لاشہ اُٹھانا ہی چاہتے تھے کہ راہِ کوفہ سے کسی کی آواز آئی:

ذرا ٹھہر جاؤ! میرا انتظار کرو، میں آرہا ہوں۔

سارے قبیلے نے چونک کر دیکھا۔

کیا دیکھا ــــ؟

ایک اُونٹ پر سوار تیزی سے آرہا ہے، آنے والا قریب آیا۔ مگر بڑی عجیب

حالت میں تھا، گلے میں طوق بھی ہے، ہاتھوں میں ہتھکڑی بھی ہے، پاؤں میں بیڑی بھی ہے۔ قریب آکر سواری کو بٹھایا، ہتھکڑی کھلی، بیڑی ٹوٹی، گلے کا طوق نہ اُترا۔ وہ تو ایک سال بعد دربارِ شام میں لوہار کو بلا کر اُتارا گیا تھا۔ ہتھکڑی اور بیڑی کھلی، مسافر اُترا۔

ایک مرتبہ کہا: تم پریشان کیوں ہو؟

سردار نے گھبرا کر کہا: ہم بنی اسد ہیں، لاشے دفن کرتا ہیں، پہچان نہیں ہو رہی۔

کہا: گھبراؤ نہیں، مَیں آگیا ہوں، میں پہچان کراتا ہوں۔

ایک ایک لاشے پر جاتا ہے، پہچان کر کے اُٹھواتا ہے۔ ایک مرتبہ آنے والا سر تھام کر بیٹھ گیا۔

یہ کس کا لاشہ ہے؟

کہا: دیکھتے نہیں سارا بدن ٹکڑے ٹکڑے ہے، یہ حسنؑ کے لعل قاسمؑ کا لاشہ ہے۔

آگے ایک اور لاشہ نظر آیا، آنے والا کلیجہ پکڑ کر بیٹھ گیا۔

سردار نے پوچھا: یہ کس کا لاشہ ہے؟

کہا: دیکھتے نہیں کلیجے میں برچھی کا ٹوٹا پھل ابھی تک نظر آرہا ہے، یہ حسینؑ کے اٹھارہ سال کے جوان اکبرؑ کا لاشہ ہے۔

ایک آخری لاشہ نشیب میں نظر آیا، آنے والے کی نگاہ پڑی۔ بے اختیار کہا: ہائے بابا! میں یتیم ہو گیا۔

آنے والا غش کھا کر گر پڑا۔ پانی چھڑکا گیا، ایک بار آنے والے نے آنکھیں کھولیں۔

سردار نے پوچھا: یہ کس کا لاشہ ہے؟

کہا: نظر نہیں آرہا، گھوڑوں کی ٹاپوں تلے پامال، یہ رسولؐ کا نواسہؑ ہے۔ یہ علیؑ کا بیٹا ہے، یہ زہراؑ کا لختِ جگر ہے، یہ حسینؑ ابن علیؑ ہے۔

اب سردار چونکا، ہاتھ جوڑے۔

کہا: تُو کون ہے جس نے یہ لاشہ دیکھ کر کہا: ہائے میرا بابا!؟

بس ــــ!

ایک بار اشارہ کیا اس لاشے کی جانب۔

کہا: میں اسی کا بیٹا ہوں۔

اَنَا عَلِیُّ ابْنُ الْحُسَیْنْ

"میں حسینؑ کا بیٹا سجادؑ ہوں"۔

باباؑ کا لاشہ دفن کرنے آیا ہوں۔

بس عزادارو!

سارے لاشے اُٹھا لیے، سارے لاشے دفن کر دیے، میدان خالی ہوگیا۔

اب سردار کو ہوش آیا، ہاتھ جوڑے۔

کہا: مولاؑ! آپؑ میرے زمانے کے امامؑ ہیں یہاں تک آئے ہیں، ذرا زحمت ہوگی ہمارے قبیلے میں چلیے، کچھ دیر ہمارے مہمان بنیے۔

مولا سجادؑ نے کہا: نہیں، ابھی ہمارا فریضہ نامکمل ہے۔

سردار نے میدان دیکھا۔

کہا: مولاؑ! سارے لاشے دفن ہو چکے ہیں۔

مولا سجادؑ نے فرمایا: ابھی ایک لاشہ باقی ہے۔

سردار کہتا ہے: وہ کہاں ہے؟

کہا: چل میرے ساتھ فرات کے کنارے۔

سردار نے پوچھا: وہاں کس کا لاشہ ہے؟

کہا: وہاں میرا چچا، میرے بابا کا علمدار عباسؑ ابن علیؑ کا لاشہ ہے۔

میرا آقا سجادؑ چچا کے لاشے کے قریب آیا۔

یہ واحد لاشہ تھا جو اس حالت میں تھا کہ ہاتھوں میں نہیں اُٹھایا جا سکتا تھا، چٹائی منگوائی گئی۔ بھتیجے نے چچا کا جسم جمع کیا، اپنے ہاتھوں میں لے کر قبر میں اُترے، باہر نکلے۔

کہا: خبردار! کوئی قریب نہ آنے پائے جب تک مَیں خود باہر نہ آؤں۔

ریاض القدس کی روایت ہے: میرا مولا سجادؑ چچا عباسؑ کی قبر میں اُترا، بہت دیر ہو گئی۔

راوی کہتا ہے: میں گھبرا گیا، میرا مولاؑ خیریت سے تو ہے؟

جب قریب آیا، جھانک کر دیکھا۔ کیا دیکھا؟

عباسؑ کے سینے پر سر رکھے سجادؑ لیٹے ہیں۔ بس ایک ہی جملہ دُہرا رہے ہیں:

اے میرے غیرت مند چچا! آپؑ یہاں آرام کر رہے ہیں، میں آپؑ کو بتانا چاہتا ہوں، آپ کی بہنوں پر کیا گزر رہی ہے؟

اے میرے غیور چچا! آپؑ کی جس بہن کی چادر گھر کے صحن میں بھی نہ اُتری وہ بازارِ کوفہ میں ہے، نامحرموں کا مجمع ہے، بلوائے عام ہے۔

وَسَيَعْلَمُ الَّذِينَ ظَلَمُوٓا اَيَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ○

محافظۂ امامت

یہ زینبؑ ہے جو کبھی بازاروں میں جائے اور کبھی درباروں میں جائے اور ہر جگہ کہے کہ ہائے میرا ماں جایا بھوکا اور پیاسا میدانِ کربلا میں اس طرح ذبح کیا گیا کہ اس کا لاشہ جلتی ریتی پہ پڑا ہے مگر جب زینبؑ اپنے بھائی کا تذکرہ کرتے ہوئے صفِ عزاء بچھا رہی ہے، کربلا میں بھی صفِ عزاء زینبؑ نے بچھائی۔ کوفہ میں بھی صفِ عزاء زینبؑ نے بچھائی۔ شام مین بھی صفِ عزاء زینبؑ نے بچھائی۔ جب یہ صفِ عزاء بچھائی تو یاد رکھیے کہ یہ ایسے ہی ہے جیسے حسینؑ کا کٹا سر نوکِ نیزہ سے تلاوت کر رہا ہے، یعنی یہ سمجھئے کہ زینبؑ خود بھی ذبح ہو چکی ہے اور پھر اتنا عظیم جہاد کر رہی ہے۔

مرحوم حافظ کفایت صاحب اعلیٰ اللہ مقامہ ایک فقہی مسئلے سے مصائب پر آئے تھے وہ فرماتے ہیں: لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ کربلا میں حسینؑ ذبح ہوئے تو ساتھ زینبؑ بھی ذبح ہوئیں۔ اس لیے کہ شریعت میں لفظ مشترک ہے ذبح لیکن اس لفظ کا اطلاق ہر ایک پہ الگ الگ ہوگا۔ عام جانور کا ذبح الگ ہے، گردن کی رگیں کاٹنا، مچھلی کا ذبح الگ ہے۔ اس کی رگیں نہیں کٹتی ہیں بلکہ اسے پانی سے نکال دو تو وہ خود بخود ذبح ہو جائے گی۔

حسینؑ کا ذبح ہے کہ یقیناً قاتل کا خنجر گلے پہ چلے گا، زینبؑ کا ذبح یہ نہیں ہے بلکہ زینبؑ کا ذبح یہ ہے کہ زینبؑ کی چادر کا چھن جانا۔ کیا پانی سے نکلی مچھلی تڑپے گی جو علیؑ کی بیٹی تڑپی بے مقنعہ و چادر کے۔ بازاروں اور درباروں میں جاتی ہے۔

ذرا دیکھیے!

ذبح ہونے کے بعد بھی زینبؑ کا جہاد اور پھر وہی میرا جملہ کہ ذبح امامت کا اس طرح تحفظ کر رہی ہے کہ گیارہ محرم کا قافلہ کربلا سے چل رہا ہے۔

بڑی عجیب منزل ہے!

یہ قافلہ وہاں سے لے جایا گیا جہاں ان بیبیوں کے وارثوں کے لاشے بکھرے پڑے ہیں۔

ذرا سوچیے!

جنابِ فروہؑ کے دل پہ کیا قیامت گزر رہی ہوگی جب قاسمؑ کو دیکھ رہی ہو اور حسینؑ اکبرؑ کے کلیجے سے برچھی کا پھل نکال بھی نہ سکے تھے۔ بی بی لیلیٰؑ صرف بیٹے کا لاشہ ہی نہیں دیکھ رہی بلکہ برچھی کا پھل بھی دیکھ رہی ہے جو کلیجے کے اندر ہے۔ ربابؑ اصغرؑ کو تو نہیں دیکھ پا رہی لیکن میدانِ کربلا کی ایک ننھی سی قبر پہ تو نگاہ پڑ رہی ہے۔

ایک بار ہر بی بیؑ نے اپنے اپنے وارث کا ماتم شروع کیا۔ زینب کبریٰؑ تو سب کا ایک ساتھ ماتم کرنا چاہتی ہیں مگر ایک بار زینبؑ کی نگاہ امام سجادؑ پہ پڑی۔ کیا دیکھا کہ میرے مظلوم آقا کا سارا بدن کانپ رہا ہے، چہرے کا رنگ زرد پڑتا جا رہا ہے۔

شہزادی زینب گھبرا گئیں، خدا خیر کرے۔ میرا سجادؑ! یہ حالت کیسی ہے؟

دیکھا تو کیا دیکھا امام سجادؑ کی نگاہیں قتل گاہ میں موجود گھوڑوں کی ٹاپوں سے پامال لاشے پہ پڑی ہے۔ جوان بیٹا بوڑھے باپ کا لاشہ دیکھتا ہے تو کانپ اٹھتا ہے۔

عزادارو!

پہلا سوال تو امام سجادؑ سے کروں کہ مولا سجادؑ! آپؑ کے بابا کا لاشہ آپؑ کے سامنے ہے، آپؑ نے لاشے کو دفن کیوں نہ کیا اور اگر دفن کرنا ممکن نہ تھا تو آقا حسینؑ کی

ایک خواہش تھی نا کہ اگر کوئی میرا لاشہ دفن نہ کر سکے تو ایک مٹھی خاک ہی اُٹھا کر میرے لاشے پہ ڈال دے۔ بنی اسد کے بچوں سے تو یہی کہا تھا نا کہ تم میرا لاشہ دفن نہیں کر سکتے، کھیلتے کھیلتے آجانا۔

ارے! آقا! ایک مٹھی خاک ہی ڈال دیں۔

تو آپ کو معلوم ہے کہ کیا جواب ملے گا؟

ہائے میرا آقا سجادؑ کہے گا: جوان بیٹے سے پوچھتے ہو جس کے گلے میں طوق ہے، پاؤں میں بیڑیاں ہیں، ہاتھوں میں بھی ہتھکڑیاں ہیں، ایک مٹھی خاک ڈالے تو کیسے ڈالے؟

بابا کا لاشہ دیکھ تو رہے ہیں نا!

ایک بار امام سجادؑ کی حالت خراب ہوتی جارہی ہے۔ زینبؑ گھبرا گئیں، زینبؑ کا دل بھی چاہتا ہے کہ ماں جائے کا ماتم کرے مگر سجادؑ کو بچانا زیادہ اہم ذمہ داری ہے۔ زینبؑ نے سجادؑ کو بچایا۔

کیسے بچایا؟

زینبؑ کی کوشش یہ تھی کہ سجادؑ کی توجہ کسی طرح لاشے سے ہٹ جائے۔

توجہ ہٹانے کے لیے زینبؑ نے کیا کیا؟

عزادارو!

چلتے ہوئے اُونٹ سے علیؑ کی بیٹی نے اپنے آپ کو زمین کربلا پر گرا دیا۔ زینبؑ کے گرنے کی آواز آئی۔

سجادؑ نے مڑ کر پھوپھی کو دیکھا۔ لاشے سے توجہ ہٹ گئی۔

بعض جملے میں بھی آرام سے کہہ دیتا ہوں اور آپ مجھ سے بھی زیادہ آرام سے سن بھی لیتے ہیں۔

ارے ذرا سوچیے!

زینبؑ اُونٹ سے گر رہی ہے اور زینبؑ کی حالت کیا ہے؟

ایک بار امامِ زمانہؑ نے جنابِ زینبؑ کو سلام کیا:

"میرا سلام ہو میری دادی زینبؑ کو جن کے دونوں ہاتھ پسِ گردن سے بندھے ہیں"۔

ارے!

بندھے ہاتھوں کے ساتھ زینبؑ زمین کربلا پہ کیسے آئی ہوگی؟ وہ عباسؑ ہیں جو کٹے ہوئے بازوؤں سے گرے۔ یہ زینبؑ ہیں جو بندھے ہاتھوں سے گریں۔

وَسَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَيَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ ○

تذکرہ علی اصغرؑ

کربلا کا ایک پیغام ہے!

کیا ــــ؟

دین کو بچانے کے لیے ہر قربانی دو۔

یہی وجہ ہے کہ کربلا میں کسی ماں کو یہ فکر نہیں تھی کہ اے لال! آ جا میرے پاس، میں اللہ سے دعا کرتی ہوں کہ تو محفوظ رہے۔ وہاں تو ہر ماں کو یہ فکر تھی کہ میرا بیٹا کل شہید ہوگا کہ نہیں؟ چاہے وہ لیلیٰؑ ہوں، چاہے وہ اُمِ فروہؑ ہوں۔

میں اس وقت جنابِ اُمِ فروہؑ کے مصائب نہیں پڑھ رہا لیکن بتانا چاہتا ہوں کہ قاسمؑ جب آدھی رات کو اپنے چچا کے پاس آئے تھے شبِ عاشور اور کہا تھا کہ چچا! اتنا بتایئے کہ کل کے شہیدوں میں میرا نام ہے کہ نہیں؟

تو امام حسینؑ نے کہا تھا: بیٹا قاسمؑ! یہ آدھی رات کا وقت ہے، کربلا کا جنگل ہے، یہاں آنے کا وقت نہیں ہے۔ تیری ماں خیمے میں اکیلی ہوگی جا ماں کے پاس جا کر بیٹھ۔

جنابِ قاسمؑ نے کہا تھا کہ مجھے اماں ہی نے تو بھیجا ہے۔ مغرب سے لے کر آدھی رات تک میری ماں بڑی پریشان تھی۔ بار بار کہتی تھی: اے قاسمؑ! میں سیدانی نہیں ہوں، میں غیر سیدہ ہوں، مجھے ڈر لگ رہا ہے کہ کل ایسا نہ ہو کہ تیر و تلوار دیکھ کر تو ڈر جائے اور لوگ کہیں کہ حسنؑ کا بیٹا کبھی نہ ڈرتا، یہ فروہؑ کی تربیت کا اثر ہے۔

جا کر آقا سے اتنا پوچھ آ کہ کل کے مرنے والوں میں میرا نام ہے کہ نہیں؟

صرف ایک جملہ کہا تھا: بیٹا! تو اپنے بارے میں پوچھ رہا ہے کل کے شہیدوں میں تو تیرے بھائی اصغرؑ کا نام بھی موجود ہے۔

بس!

شہزادۂ اصغرؑ کے بارے میں دو جملے کہنا ہیں!

شہزادۂ اصغرؑ کا نام سننا تھا کہ ہاشمی شہزادے کو جوش آ گیا۔ تیرہ سال کا گر عباسؑ کی شان میں ایک انگڑائی لی اور کہا: چچا! کیا یہ بے حیا فوج ہمارے خیموں تک آجائے گی۔

قاسمؑ کو تو حسینؑ بتانا ہی نہیں چاہتے کہ اصغرؑ گہوارے میں شہید نہیں ہوگا۔ اصغرؑ میری گود میں ہوگا جب میں اصغرؑ کو لے کر کربلا کے میدان میں آؤں گا۔

عزادارو!

اصغرؑ کربلا کا عجیب شہید ہے، سب سے کمسن ہے لیکن سب سے بڑا شہید ہے۔ آقا حسینؑ تو سید الشہداء ہیں لیکن باقی جتنے شہید ہیں ان سب میں اصغرؑ سب سے بڑا شہید ہے۔

یہ میں نے کس لیے کہا؟

یہ کتاب ریاض القدس کے اس جملے کی وجہ سے کہا۔

کربلا کا ہر شہید ایک بار مارا گیا ہے لیکن اصغرؑ دو بار مارا گیا ہے۔ علی اکبرؑ ہوں کہ قاسمؑ ہوں، عونؑ و محمدؑ ہوں کہ عباسؑ ہوں ــــ ہر ایک صرف ایک بار شہید ہوا ہے تا لیکن کربلا کا یہ ایک عجیب مجاہد ہے۔ عمر میں سب سے کم ہے مگر شہادت میں اتنا بڑا ہے کہ ایک بار نہیں دو بار مارا گیا۔

پہلی مرتبہ تو وہ موقع تھا کہ جب حرملہ ملعون کا تین بھال کا تیر اس طرح سے اصغرؑ کے گلے میں لگا کہ ایک سرے سے لے کر دوسرے سرے تک اصغرؑ کی ساری گردن چھد گئی۔ خون کا فوارہ بلند ہوا۔

حجرؓ نے جو وصیت کی تھی یہ اہلبیتؑ کی تربیت تھی کہ اس نے کہا تھا کہ ہتھکڑی اور بیڑی کے ساتھ رسولؐ خدا کے سامنے جاؤں گا اور کہوں گا کہ اے سیّدِ کائناتؐ! آپؐ اور آپؐ کی اولاد کی محبت میں مجھے کس طرح مارا گیا۔

یہی جملہ کربلا میں حسینؑ نے کہا تھا جب اصغرؑ کا خون چلّو میں لیا، آسمان کی طرف پھینکنا چاہتے ہیں۔ آسمان کانپ کر کہتا ہے: آقا! اس خونِ ناحق کا ایک قطرہ نہ آنے پائے ورنہ قیامت تک بارش نہ ہوگی۔ زمین پہ پھینکنا چاہا زمین تھرا اٹھی اور کہا: آقا! اس خونِ ناحق کا ایک قطرہ بھی زمین پہ نہ گرے۔ قیامت تک کوئی سبزہ پیدا نہ ہوگا۔

حسینؑ پریشانی کے عالم میں کھڑے ہیں، اصغرؑ کے خون کا کیا کیا جائے؟

انکار آسمان کو ہے راضی زمیں نہیں
اصغرؑ! تیرے لہو کا ٹھکانا کہیں نہیں

اور ٹھکانا ملا تو کہاں؟

حسینؑ نے وہ خون اپنے سارے چہرے اور داڑھی پہ ملا اور ایک جملہ کہا: جب نانا رسولؐ کے سامنے جاؤں گا تو کہوں گا: نانا! ذرا دیکھیں آپؐ کی اُمت نے آپؐ کے بیٹے کو کیا صلہ دیا؟

عزادارو!

یہ اصغرؑ کی پہلی شہادت ہے۔

اصغرؑ کی دوسری شہادت کیا تھی؟

گیارہ محرم کا دن آیا ایک بار عمر ابن سعد نے کہا: شہیدوں کے سر کاٹ کر ایک جگہ جمع کیے جائیں۔ یہ سارے سر نوکِ نیزہ پر بلند کیے جائیں گے۔ سارے سر لا کر جمع کیے۔

عمر ابن سعد سروں کو دیکھ رہا ہے، گھبرا کر کہتا ہے: اس میں اصغرؑ کا سر تو نظر نہیں آ رہا، اصغرؑ کا سر کہاں ہے؟

ایک بار فوج گھبرا کر کہتی ہے: ہم کو اصغرؑ کا لاشہ ہی نہیں ملا، سر کاٹیں تو کیسے؟

ایک سپاہی نے کہا: میں نے دیکھا تھا، حسینؑ اصغرؑ کا ننھا سا لاشہ لے کر ایک ٹیلے کے پیچھے گئے تھے اور جب آئے تھے تو خالی ہاتھ آئے تھے۔ ایسا لگ رہا ہے کہ ٹیلے کے پیچھے کہیں اصغرؑ کو دفن کر آئے ہوں گے۔

آخر کہاں دفن کیا؟ نشانِ قبر نہیں مل رہا ہے۔ اب کیسے تلاش کیا جائے۔ کربلا کا میدان تو بہت بڑا ہے۔

شمر لعین کہتا ہے: اصغرؑ کو میں ڈھونڈ کر لاتا ہوں۔

عزادارو!

وہ ملعون ایک نیزہ لے کر چلا، زمینِ کربلا میں جگہ جگہ پہ نیزہ گاڑتا ہے اور زمین سے نکالتا ہے۔ ایک بار جو اس نے نیزہ گاڑ کے نکالا تو نوکِ نیزہ پر شش ماہے کا ننھا سا لاشہ۔ شمر ملعون نے ایک ہاتھ سے اصغرؑ کے لاشے کو پکڑا، دوسرے ہاتھ سے خنجر نکالا۔ اصغرؑ کے چھدے گلے کو کاٹ رہا ہے۔ ننھی سکینہؑ خیمے کا پردہ پکڑ کر یہ منظر دیکھ رہی ہے۔ آواز دیتی ہے: اماں ربابؑ! پھوپھی زینبؑ! آ کر دیکھ، ہر شہید ایک بار مارا گیا لیکن میرا اصغرؑ دو بار شہید ہوا۔

وَسَيَعْلَمُ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَيَّ مُنْقَلَبٍ يَنْقَلِبُونَ ○

بازارِ کوفہ

آج زینبؑ اسی شہر کوفہ میں قیدی بن کر لائی جارہی ہیں۔

دیکھیے!

بعض چیزیں ایسی ہوتی ہیں کہ جو سننے سے سمجھ میں نہیں آتی، جس پہ قیامت گزر رہی ہے، جس کو کوڑے مارے گئے، وہ تکلیف آپ کی سمجھ میں آگئی۔ کسی کی گردن کاٹی گئی، آپ کی سمجھ میں آگیا کہ بہت تکلیف ہوئی ہوگی۔ کسی کو آگ میں جلایا گیا، آپ کو سمجھ آیا۔ آپ کو بہت تکلیف ہوگی۔ کوئی تکلیف نہیں ہے۔ اس امتحان کے مقابلے میں جو علیؑ کی بیٹیوں کو شہر کوفہ میں دینا ہوگا۔

تلوار سے گردن کٹ جانے، زینبؑ کے لیے یہ آسان ہے مگر شہر کوفہ میں جو میرے بابا کا شہر ہے اس میں مجھے قیدی بنا کر بغیر مقنعہ اور چادر کے لایا جائے۔

دیکھیے!

لاہور شہر ہے۔ خوش قسمت تھے لاہور والے جنھوں نے حافظ کفایت صاحب کو اپنے درمیان رکھا اور ان کا بیان سنا۔ وہ اکثر فرماتے تھے کہ یہ ایک غلط فہمی ہے کہ کربلا میں حسینؑ ذبح ہوئے اور زینبؑ زندہ رہیں۔

اَلَا قَدْ ذُبِحَ الْحُسَيْنُ بِكَرْبَلَاء

"لوگو! زہراؑ کا لال کربلا میں ذبح کردیا گیا"۔

جبرئیلؑ نے بھی یہ آواز آسمان پر دے دی۔ حسینؑ ذبح ہوئے۔ اس میں کسی

قسم کا شک وشبہ نہیں ہے لیکن ساتھ زینبؑ بھی ذبح ہوئیں۔ کیونکہ اسلام میں ذبح کا لفظ مشترک ہے۔ طریقہ الگ الگ ہے۔ جانور کا ذبح ہے کہ چار گردنیں کاٹو، مچھلی کا ذبح ہے کہ اسے خالی پانی سے نکال لو۔ جب وہ تڑپے گی تو یہ اس کا ذبحہ ہے۔ حسینؑ کا ذبحہ تھا کہ سینے پر شمر خنجر لے کر بیٹھا اور حملہ کر رہا ہے۔ حسینؑ کی گردن کاٹ رہا ہے۔ زینبؑ کا ذبحہ یہ تھا کہ زینبؑ کے سر سے چادر چھین لی ہے۔ نامحرموں میں لے جا رہے ہیں۔ علیؑ کی بیٹی جس طرح تڑپ تڑپ کے جاری ہے۔

عزادارو!

خالی اتنا ہی نہیں، بے حیا اور بے غیرت شمر کا انداز تو دیکھیے۔

گیارہ محرم کا قافلہ چلتے چلتے شہر کوفہ کے قریب پہنچا، کوفہ شہر کے سات دروازے ہیں، کسی بھی دروازے سے زینبؑ کو لے جایا جا سکتا تھا لیکن شمر ملعون نے ایسا نہیں کیا۔ اس ملعون نے مولاؑ کا زمانہ دیکھا ہے۔ مولا علیؑ کے زمانے میں ایک بار قید بھی ہوا تھا لیکن امام حسینؑ کی سفارش سے رہا ہوا تھا۔ اس کو معلوم ہے کہ ان سات دروازوں میں علیؑ والا دروازہ کون سا ہے جس سے ہمیشہ علیؑ اپنی بیٹیوں کو لے کر شہر کوفہ میں جاتے تھے۔

کہا: یہ قافلہ وہی سے جائے گا۔

زینب الکبریٰؑ نے یہ منظر دیکھا تو زینبؑ کو بابا! یاد آ گیا۔ یہ تو وہ دروازہ ہے جس سے میرا بابا! ہمیں لے کر شہر میں جاتا تھا۔ کبھی دن کے وقت نہیں جاتا تھا ہمیشہ رات کے وقت جاتا تھا۔ ہم لوگ مدینہ سے آ رہے تھے، گھر قریب نظر آتا ہے تو مسافر کا دل چاہتا ہے کہ جلدی سے چلے جاؤ۔

زینبؑ نے کہا: بابا! وہ دیکھو! گھر سامنے ہے۔

علیؑ نے کہا: نہیں! ابھی دن کا وقت ہے۔ کوفہ میں لوگوں کی آمد ورفت کا سلسلہ جاری ہے۔ علیؑ کی غیرت گوارا نہیں کرتی کہ اپنی بیٹی کو اتنے لوگوں کے درمیان سے گزار کر جائے۔ جب رات ہوگئی تو زینبؑ نے کہا: بابا! اب چلے چلیں؟

کہا: نہیں ابھی عشاء کی نماز ختم ہوئی ہے اور لوگ گلیوں میں چل رہے ہیں۔ اندھیرا ہے، نمازیوں کا مجمع ہے لیکن علیؑ تیار نہیں ہیں۔

شمر سے کہا: کوفہ کے بہت سے دروازے ہیں دوسرا دروازہ بالکل اس کے قریب ہے یہاں کی بجائے وہاں سے لے جاؤ۔

شمر ملعون نہ مانا وہی اس نے گستاخی کی۔

کیا ــــ؟

اس ملعون نے کہا: زینبؑ! کیا ابھی تک تم نے اپنے کو شہزادی سمجھ رکھا ہے۔ اب تم شہزادی نہیں ہو، ہماری قیدی ہو، ہمارا حکم ماننا پڑے گا۔

ایک بار جنابِ زینبؑ کو جلال آگیا۔ آواز دی: اے کلثومؑ! اے رقیہؑ! اے لیلیٰؑ! اے ربابؑ! اے کبریٰؑ، اے سکینہؑ! یہ ظالم مجھے مجبور سمجھ رہا ہے۔ آؤ میں ایک بار بددعا کے لیے ہاتھ اُٹھاتی ہوں، اسے پتہ چل جائے کہ آج بھی زینبؑ میں کتنی طاقت ہے؟

یہ کہہ کر شہزادیؑ نے بددعا کے لیے ہاتھ اُٹھائے اور کہا:

بیبیو! میں بددعا کرتی ہوں تم نے آمین کہنا ہے۔

اِدھر ہاتھ اُٹھائے۔ آسمان کو دیکھنا چاہتی ہیں کہ اس سے پہلے نوکِ نیزہ پر آقا حسینؑ کا کٹا سر نظر آگیا۔ خالی کٹا سر نظر نہیں آیا۔ حسینؑ کی آنکھوں سے بہتے ہوئے آنسو بھی نظر آئے؟

زینبؑ نے پہلی بار بھائی کو روتے دیکھا تو گھبرا کر کہا:

بھیا! کیا عباسؑ یاد آرہا ہے؟ کیا اکبرؑ یاد آرہا ہے؟ کیا اصغرؑ یاد آرہا ہے؟

سرِ حسینؑ سے آواز آئی: نہیں زینبؑ! وہ مقصد یاد آرہا ہے جس میں مَیں نے اپنے عباسؑ، اکبرؑ، اصغرؑ کو قربان کر دیا۔

زینبؑ! جس طرح سے یہ ظالم کہے اسی طرح سے چلی جاؤ۔ بددعا نہ کرنا۔

بس!

زینبؑ نے ہاتھوں کو سمیٹا، ہاتھوں کو نیچے کیا، سر کو جھکایا۔

کہا: بھیو! اب میں بددعا نہیں کرتی۔ میرا بھیا منع کر رہا ہے، جس طرح کہہ رہا ہے، چلو۔

میں کہتا ہوں کہ ایک بار جنابِ زینبؑ نے نجف کی جانب ضرور دیکھا ہوگا اور آواز دی ہوگی:

بابا! یا علیؑ مدد۔ آج اپنی زینبؑ کی مدد کو آیئے۔ جس کو بے مقنعہ و چادر شہرِ کوفہ میں داخل ہونا پڑ رہا ہے۔

وَسَيَعْلَمُ الَّذِينَ ظَلَمُوا اَیَّ مُنْقَلَبٍ يَنْقَلِبُونَ ○

امام حسین علیہ السلام کا الوداعی سلام

امام حسین علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

عَلَی الْاِسْلَامِ السَّلَامُ

"ایسے اسلام کو میرا الوداعی سلام ہے جس میں یزید کو خلیفہ بنا لیا جائے"۔

دیکھیے!

یزیدیت سے معاذ اللہ حسینؑ یا اولادِ حسینؑ کو کوئی خطرہ نہیں تھا۔ یزید جیسے سینکڑوں بھی آجاتے، خاندانِ بنی ہاشم یا آلِ محمدؐ کا اسلام خطرے میں نہیں تھا۔ لیکن آخر کیا وجہ بنی کہ امام حسینؑ نے یہ جملہ کہا:

"ایسے اسلام کو میرا الوداعی سلام ہے جس میں یزید کو خلیفہ بنا لیا جائے؟"

یہ ہماری اور آپ کی اولاد کے لیے کہا۔

جس نے ہماری اولاد اور ہمارے ایمان کو بچانے کے لیے اکبرؑ قربان کر دیا جائے، اصغرؑ کے گلے میں تیر برداشت کر لیا جائے، قاسمؑ کے بدن کے ٹکڑے برداشت کر لیے جائیں۔

نہیں!

اس سے بھی قیمتی جملہ!

سکینہؑ کے رخسار پہ طمانچے برداشت کیے جائیں، زینبؑ کی چادر کو چھنتا ہوا دیکھا جائے اور برداشت کیا جائے۔

بہر حال!

اتنا عرض کروں کہ ہمارے اور آپ کے ایمان کو بچانے کے لیے آقا حسینؑ نے بہن زینبؑ کی چادر کو قربان کر دیا۔

کل مَیں نے حافظ مرحوم قبلہ کفایت حسین صاحب اعلی اللہ مقامہ کا ایک جملہ عرض کیا اور آج دُنیا کے بہت اچھے خطباء میں سے حجۃ الاسلام آغا مہاجر کا جملہ بیان کرنے لگا ہوں۔ ان کی مجلس میں مَیں نے سنا، اپنے استاد کا واقعہ بتایا۔ خواب نہیں سامنے آقا حسینؑ کو روتے ہوئے دیکھا، مولاؑ! کیا آپؑ علی اکبرؑ کو رو رہے ہیں؟

کہا: نہیں۔

عرض کیا: عباسؑ کی وجہ سے رو رہے ہیں؟

کہا: نہیں۔ میں تو اس وجہ سے رو رہا ہوں جس وجہ سے میرا اکبرؑ بھی رو رہا ہے، میرا عباسؑ بھی رو رہا ہے اور وہ ہے میری زینبؑ کی چادر۔

امتحان دیا مگر کتنا سخت یہ امتحان حسینؑ کے لیے بنا، آلِ محمدؐ کے لیے بیٹوں کے لاشے اُٹھانا ایک فخر ہوتا ہے۔ کسی نے جا کر پوچھا: مولاؑ سجاد! میں پینتیس سال سے آپؑ کو روتے ہوئے دیکھ رہا ہوں۔

دیکھیے!

ایسا رونا نہیں بلکہ اتنا رونا کہ ایک مسافر چوتھے امامؑ کے زمانے میں عمرہ اور زیارت کی نیت سے مدینہ پہنچا۔ مسجد میں پہنچنے میں اسے ذرا سی تاخیر ہوگئی۔ اذان ہوگئی۔ دوڑا دوڑا جا رہا ہے۔ اس نے دیکھا کہ اگر اس راستے سے جاؤں گا تو دیر ہو جائے گی تو دوسرے راستے سے گیا۔ اب وہ تیزی سے جا رہا ہے کہ اچانک ایک مکان کی چھت سے پانی اُس کے کپڑوں پر آ گرا۔ وہ گھبرا گیا کہ میں مسجد میں نماز پڑھنے جا رہا ہوں خدا معلوم کہ میرے کپڑے پاک رہے یا نہیں۔ آگے جاؤں کہ گھر جا کر کپڑے بدلوں۔

اسی پریشانی میں کھڑا تھا کہ گلی میں کھڑے کسی آدمی نے کہا: کیوں پریشان ہو رہے ہو؟

کہا: مسجد میں جماعت میں شرکت کرنا ہے، اقامت ہو چکی ہے، اور میرے کپڑوں پہ یہ پانی گر گیا۔ میں پریشان ہوں کہ میرے کپڑے پاک رہے یا نجس ہو گئے کیونکہ مجھے نہیں پتہ کہ پانی کہاں سے آیا؟

ارے!

مدینہ کے اس شخص نے اپنا سر پیٹ لیا، کہا: یاد رکھو کائنات میں اس سے زیادہ پاک اور پاکیزہ کوئی نہیں ہے۔ مکان کی چھت پہ کربلا کا ایک عزادار اور سوگوار سجادؑ بیٹھا ہوا اپنے بابا کا ماتم کر رہا ہے۔ یہ سجادؑ کی آنکھوں سے نکلنے والے آنسو ہیں جو تیرے لباس پہ پانی کی شکل میں گرے۔

ذرا سوچیے!

ایک آدمی کتنا روئے گا اور کتنے آنسو بہائے گا کہ باقاعدہ اس طرح سے پانی چھت سے ٹپکے جیسے بارش کا پانی گرتا ہے۔

تو ایسا حسینؑ کا سوگوار ۳۵ سال ماتم کرنے والا، امامؑ کے پاس ایک راوی جاتا ہے جس کا نام ہے منہال کوفی۔ امام حسینؑ کا چاہنے والا ہے، امام سجادؑ کی معرفت رکھنے والا ہے، امام سجادؑ کے ماتم نے اسے بھی پریشان کر دیا۔

کہا: مولا! تیس سال سے آپ کو روتا دیکھ رہا ہوں، کب تک آپؑ ماتم کریں گے؟

آقا سجادؑ نے کہا: شاید تو نے قرآن میں یعقوبؑ کا واقعہ نہیں پڑھا۔ ان کا ایک یوسفؑ خالی کھو گیا تھا مگر ہمارے تو کتنے یوسفؑ کربلا میں شہید ہوئے جن کی مثل روئے زمین کوئی نہیں تھا۔

وَسَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَيَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ۝

دربارِ یزید لعٓ

اسلام کو اتنی بڑی کامیابی جو حسینؑ کے خون نے دلوائی وہ بھی بغیر قربانی کے نہیں۔ اگر ہم چاہیں کہ ہمارے گھروں میں، ہمارے خاندان میں، ہماری برادری میں اور ہمارے شہر میں اسلام زندہ ہے تو ہمیں بھی قربانی دینا ہوگی۔ خالی حسینؑ ہی کا خون اسلام کے لیے نہیں ہے بلکہ ہر ہر مومن کا خون چاہیے۔

یہی وجہ ہے کربلا میں اگر اکبرؑ کا خون بہا تو غلام حبشی جونؓ کا خون بھی بہا تاکہ ہمیں اور آپ کو پتہ چلے ہر ایک کی ذمہ داری ہے اور اتنی آسانی کے ساتھ اتنی بڑی کامیابی نہیں ملی۔ کتنا بڑا امتحان اور کتنی بڑی قربانی اہلِ بیتؑ کو دینا پڑی۔ سجادؑ تو ساری زندگی شام کو یاد کر کے روتا رہا مگر اسی شام میں سجادؑ نے کتنا بڑا انقلاب برپا کیا، امام سجادؑ کے اس انقلاب میں ایک بہت اہم حصہ ننھی سکینہؑ کا بھی تھا۔

دربارِ شام جہاں یزید جیسے گھمنڈی اور مغرور کے پاس کون آیا؟

دیکھیے!

کسی کی توہین کرنے کا ایک طریقہ یہ بھی ہوتا ہے کہ اسے نظر انداز کر دو۔

تاریخ کے اوراق میں یہ جملہ بھی آتا تھا کہ ہندہ کا پوتا تختِ حکومت پر سینہ تان کے، جامِ شراب ہاتھ میں لے کر بیٹھا ہے اور محمدؐ کی نواسیوں کو قیدی بنا کر، بازوؤں اور گلے میں رسی ہے۔ سر جھکائے کھڑی ہیں۔ یہ بھی آتا تھا تاریخ میں۔

یزید کی حالت کیا ہے؟

ایک تو ویسے ہی اقتدار کا نشہ ہے۔ اقتدار کا نشہ بھی بہت عجیب ہوتا ہے، تخت پہ بیٹھا ہے۔ پھر شراب بھی پی رہا ہے۔ جامِ شراب قصداً ہاتھ میں لیا ہے۔ آیتِ تطہیر والا گھرانہ سامنے کھڑا ہے اور یہ بے حیا جان بوجھ کے اپنے ہاتھ میں شراب لے کر بیٹھا ہے اور ساتھ میں جوا بھی کھیل رہا ہے۔

بتانا یہ چاہ رہا ہے کہ مجھے کوئی پرواہ نہیں ہے کہ کون آیا ہے؟ میں تو اپنے کاموں میں لگا ہوں اور ایک کونے میں اتنے دیر تک محمدؐ کا گھرانہ قیدی بن کے کھڑا رہا۔ اتنی دیر تک کہ زینبؑ کے گھٹنے دُکھنے لگے۔ جس بی بیؑ نے ساری رات شامِ غریباں چوبِ خیمہ ہاتھ میں لے کر لٹے گھر کا پہرہ دیا۔ اتنی دیر تک دربار میں کھڑی کی گئی کہ زینبؑ کے گھٹنے دُکھنے لگے۔ چاروں طرف دیکھا، ایک بھی غیرت مند مسلمان نہیں ہے۔ جو آگے بڑھ کر یہ کہتا: اے محمدؐ کی نواسی! تو ضعیف بھی ہے، تیرے ساتھ چھوٹے بچے بھی ہیں تو بیٹھ جا، ہم کھڑے ہو جاتے ہیں۔

دیکھیے!

تاریخ میں آجاتا کہ یزید کے سپاہیوں نے اسے گرفتار کر لیا۔ تاریخ میں ایسا واقعہ آیا بھی۔ رومی سفیر کا واقعہ آ گیا، عیسائی عالم کا واقعہ آ گیا، یہودی راہب کا واقعہ آ گیا، لیکن کسی مسلمان کا ایک جملہ نہ آیا۔

ایک جملہ اکثر جنابِ عباسؑ کے لیے کہا کرتا ہوں اور ساری کائنات کا مشکل کشا ہے اہلِ بیتؑ کا گھرانہ، دُنیا میں کسی کو بھی کوئی پریشانی آجائے تو وہ کس کو پکارتا ہے؟ مومن ہی نہیں کافر بھی، انسان ہی نہیں جانور بھی، اہلِ بیتؑ سب کے مشکل کشا ہیں لیکن اگر اہلِ بیتؑ پر کبھی کوئی پریشانی آجائے تو اہلِ بیتؑ کے مشکل کشا کا نام ہے عباسؑ!

ایک بار زینبؑ نے چاروں طرف نگاہ ڈالی۔ ایک گوشے میں کٹے سر نظر آئے جن میں عباسؑ کا سر بھی تھا، جب عباسؑ کے سر پہ نگاہ پڑی تو زینبؑ نے فریاد کی:

عباسؑ! تو جو نہ رہا تو آج یہ وقت آ گیا ہے کہ تیری بہنوں کو اتنی دیر تک دربار میں کھڑا رہنا پڑ رہا ہے۔

یزید کی کیا حالت ہے؟

وہ تو شراب کے نشے میں، جوئے کے نشے میں، اقتدار کے نشے میں اور سب سے بڑھ کر دشمنیٔ اہلِ بیتؑ کے نشہ میں ہے۔ دیکھتا ہی نہیں۔

پھر یزید کی توجہ کیسے ہوئی قیدیوں کی طرف؟

ایک ننھی بچی ہے جس کا ایک ہاتھ چہرے پر ہے اور ایک ہاتھ گلے پر ہے، کبھی کھڑی ہو جاتی ہے، کبھی بیٹھ جاتی ہے۔ ۲۸ رجب کی ایک روایت بے موقع پڑھ رہا ہوں لیکن مصائب مکمل کرنے کے لیے۔

۲۸ رجب کی ایک روایت پڑھی جاتی ہے کہ جب حسینؑ قافلے کے چلنے کی تیاری ہو گئی اور صغریٰؑ کو یقین ہو گیا کہ میرا بابا! مجھے نہیں لے جا رہا، ابھی تک اُمید تھی کہ شاید پھوپھی زینبؑ سفارش کر دے، شاید اماں ربابؑ سفارش کر دے۔ معلوم ہوا کہ اب میں نہیں جاؤں گی۔

تو آگے آئی ربابؑ کے قریب اور کہا: اماں! جب سے میرا اصغرؑ بھیا پیدا ہوا ہے میں نے جی بھر کے اس کو دیکھا نہ گود میں لیا۔

صغریٰؑ بیمار ہے اور جو نیا بچہ ہو، بیماروں کو ذرا اس سے دُور رکھا جاتا ہے۔

صغریٰؑ تو خود دُور تھی لیکن جب دیکھا کہ اب جا رہا ہے قافلہ تو کہا:

اماں! اب تک تو میں نے اپنے بھائی اصغرؑ کو جی بھر کے نہ دیکھا ہے نہ گود

میں لیا ہے۔ ذرا ایک لمحے کے لیے میرے اصغرؑ بھائی کو میری گود میں دے دیجیے۔

جنابِ صغریٰؑ نے اصغرؑ کو گود میں لیا اور ایک جملہ کہا:

اصغرؑ! سب تو مجھے چھوڑ کر جا رہے ہیں کیا تُو بھی مجھے چھوڑ کر چلا جائے گا۔

پتا نہیں کس طرح سے بہن کے دل سے یہ بات نکلی۔ اس کے بعد اصغرؑ جو سینے سے چمٹا۔ حسینؑ کا پیغام آیا: زینبؑ! بیبیوں سے کہو کہ سواریاں آ گئی ہیں، جلدی سے گھروں سے باہر آؤ۔

ربابؑ آگے بڑھی اور کہا: اصغرؑ بیٹا! آ، قافلہ چلنے والا ہے۔ اصغرؑ نے منہ پھیر لیا۔ بہن کے سینے سے چمٹا۔ اُمِ فروہؑ آگے آئیں، کہا: اصغرؑ بیٹا! میری گود میں آ جا۔

اُمِ کلثومؑ آگے آئیں، حسینؑ کا پیغام آ رہا ہے ـــ دوسرا پیغام۔ فاطمہ کبریٰؑ آگے آئیں، ننھی سکینہؑ آگے آئی لیکن اصغرؑ ہے کہ صغریٰؑ کی گود چھوڑنے کو تیار نہیں۔

حسینؑ کا تیسرا پیغام آیا۔ اب زینبؑ خود آگے بڑھیں، کہا: اصغرؑ بیٹا! پھوپھی کی گود میں آ جا۔

اصغرؑ ہے کہ منہ پھیر کے صغریٰؑ کی گود میں منہ کو چھپا لیتا ہے۔ یہاں تک کہ چوتھی بار خود حسینؑ آ گئے، کہا: زینبؑ! تجھے پتہ ہے کہ رات سے پہلے مدینہ سے نکلنا ہے، دیر ہو رہی ہے۔ آخر بیبیاں کیوں باہر نہیں آ رہیں؟

کہا: بھیا! اصغرؑ نہیں مان رہا، صغریٰؑ کی گود چھوڑنے کو تیار نہیں ہے۔

آقاؑ قریب آئے ایک جملہ کہا اور اصغرؑ ایک دم سے اُچھل کے صغریٰؑ کی گود سے حسینؑ کی گود میں آ گیا۔

حسینؑ نے کہا: اصغرؑ میں تجھے کبھی تیری بہن سے الگ نہ کرتا لیکن جو کربلا میں مجھے جہاد کرنا ہے اس میں مجھے تیری ضرورت بھی ہے، تیرے بغیر میرا جہاد مکمل

نہیں ہو سکتا۔

بس!

یہ جملہ سنا تھا کہ بابا کو میری ضرورت ہے تو کربلا کا ننھا مجاہد باپ کی گود میں آ گیا۔ اسی طرح امام سجادؑ نے کہا ہوگا شاید کہ سکینہؑ بہن! میں شام کے اس زندان میں اور مصائب میں نہ لے جاتا لیکن جو مجھے شام میں حاصل کرنا ہے اس میں مجھے تیری مدد کی ضرورت ہے۔ چنانچہ دربارِ شام میں یزید نہ علیؑ کی بیٹیوں کو دیکھ رہا ہے، نہ محمدؐ کی نواسیوں کو اور نہ امامِ وقت کو نظر انداز کر رہا ہے۔

ننھی سکینہؑ کا جہاد دیکھیے!

بس!

ایک بار سکینہؑ ہے جس کی وجہ سے یزید ادھر متوجہ ہوا۔

ایک بار منہ پھیرا، کہا: اے بچی! یہ تو کیا کر رہی ہے؟ ایک ہاتھ چہرے پر ہے، ایک ہاتھ گلے پر ہے، کبھی کھڑی ہوتی ہے، کبھی بیٹھ جاتی ہے۔ پہلے یہ بتا کہ تو ہے کون؟

کہا:

اَنَا فَاطِمَةُ بِنْتُ الْحُسَیْنِ

"میں حسینؑ کی بیٹی فاطمہؑ ہوں"۔

بابا! مجھے پیار سے سکینہؑ کہا کرتا تھا۔

یزید نے کہا: اچھا! یہ ہے حسینؑ کی سکینہ مگر یہ ایک ہاتھ چہرے پر کیوں ہے؟

کہا: یزید! میری بہنوں اور پھوپھیوں کے بال بڑے ہیں وہ اپنے بالوں سے چہرہ چھپاتی ہیں لیکن میرے بال بھی اتنے بڑے نہیں ہیں اس لیے میں نے ہاتھ

سے چہرہ چھپایا ہے۔

یزید نے کہا: تیرا ایک ہاتھ گلے پر ہے، کبھی تو کھڑی ہوتی ہے، کبھی بیٹھ جاتی ہے؟

کہا: یزید! تیری فوج نے ایک رسی میں اٹھارہ گلے باندھے ہیں۔

مولا! شب ۲۰ رمضان ساری رات آپ کو نیند نہیں آ رہی ہے۔ زخمی علیؑ، سر پہ ضربت لگی ہے، کروٹیں بدل رہے ہیں۔

کلثومؑ قریب آئی، کہا: بابا! کیا تکلیف بہت زیادہ ہے، طبیب کو بلاؤں؟

فرمایا: نہیں۔ تکلیف کا مسئلہ نہیں ہے۔ مجھے ایک قیدی کے کراہنے کی آواز آ رہی ہے۔

ارے! حسنؑ کو بلا کر کہو کہ ابن ملجم کی رسیاں ڈھیلی کر دے۔

مولا! ابن ملجم کی رسیاں ڈھیلی کرانے والے! آیئے آج دربارِ شام میں دیکھیے۔

سکینہؑ کہتی ہے: یزید! تیری فوج نے ایک رسی میں اٹھارہ گلے باندھ دیے ہیں جب مَیں کھڑی ہوتی ہوں تو میرا گلا گھٹنے لگتا ہے اور جب میں بیٹھتی ہوں تو میرے بھائی سجادؑ کا گلا گھٹنے لگتا ہے۔

یزید ملعون نے کہا: سکینہؑ! میں نے سنا ہے کہ تیرا بابا! تجھ سے بڑی محبت کرتا تھا؟

- سکینہؑ نے کہا: یزید! اس میں کیا شک ہو سکتا ہے۔

اس کے بعد غلام کو اشارہ کیا۔ وہ طشت نکالا جس میں حسینؑ کا سر مبارک تھا۔

عزادارو!

ہائے تین سال کی بچی، طشت میں بابا کا سر دیکھا۔ بے اختیار پکاری: ہائے بابا!

یزید کہتا ہے: میں اس وقت مانوں گا اگر حسینؑ خود سے تیرے پاس آجائیں۔

بس!

ایک بار سکینہؑ نے جلا ہوا کرتہ، دامن پھیلا دیا، کہا: بابا! میری محبت کا امتحان ہو رہا ہے۔

راوی کہتا ہے کہ میں نے دیکھا حسینؑ کا کٹا سر طشت میں سے بلند ہوا۔ ہوا میں اُڑتا ہوا چلا، سکینہؑ کے جلے ہوئے کرتے میں آ گیا۔ سکینہؑ جھکی، بابا کے منہ پہ اپنا منہ رکھا۔

کل وہ وقت تھا جب حسینؑ جھک کر سکینہؑ کا بوسہ لیتے تھے، آج بیٹی جھک کر بابا کا بوسہ لے رہی ہے۔

بابا! ذرا دیکھ تیرے بعد مجھ پر کیا گزری؟ میرے رخساروں پر طمانچوں کے نشان......

وَسَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَيَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ ○

قاضی شریح کا فتویٰ

کربلا کا پیغام یہ ہے کہ صحیح غلط کو پہچانتے رہنا۔ اسی دور میں قاضی شریح بھی موجود تھا اور تعجب ہے کہ قاضی شریح، عظمتِ حسینؑ کو جانتا بھی ہے۔ چنانچہ جب پہلی بار اس کے سامنے قتلِ حسینؑ کا فتویٰ آیا۔

بس!

کربلا کا پیغام ہے جو سورۂ انفال کی آیت کا ترجمہ ہے:

"جاگتے رہنا، ہوشیار رہنا اور دشمنوں کی سازش کے طریقے کو پہچانتے رہنا، ایسا نہ ہو کہ تمھاری غفلت میں تمھارا دین چلا جائے اور تمھارا ایمان"۔

اس سے زیادہ میں کیا کہہ سکتا ہوں اور ساری رہنمائی کربلا سے لینا۔ کربلا تمھیں ہر چیز کا پیغام دے گی۔

قاضی شریح، ہر ایک کو معلوم ہے، جب قتل حسینؑ کا فتویٰ آیا تو یہ رُو دیا۔ دیوار سے سر ٹکرا دیا۔ اللہ! اتنا بڑا گناہ اور مجھ سے دستخط کروا رہے ہیں لیکن رات کو جب درہم و دینار کی بوریاں آئیں تو اگلی صبح خود گیا ابن زیاد کے پاس اور کہا کہ کل رات کے فتوے کے اندر غلطی ہو گئی ہے لاؤ میں اسے صحیح کرتا ہوں اور پھر جملہ لکھا:

خَرَجَ الْحُسَيْنُ عَنْ حَدِّهٖ فَوَجَبَ قَتْلُهٗ بِسَيْفِ جَدِّهٖ

"حسینؑ اپنی حد سے نکل گئے۔ اب واجب ہے انھیں ان کے

نانا کی تلوار سے قتل کرو"۔ (معاذ اللہ)

معاذ اللہ یزید رسولؐ اللہ کی تلوار بن گیا اور معاذ اللہ حسینؑ حد سے خارج ہونے والے بن گئے۔

یہ درہم و دینار خالی ۶۱ ہجری کے قاضی شریح کو ہی نہیں دیے گئے بلکہ آج بھی کہاں کہاں تقسیم ہو رہے ہیں۔ زمانہ بدلا ہے وہ ۶۱ ہجری تھا اور یہ ۱۴۴۰ھ ہے۔ وہ درہم و دینار تھے۔ یہ ڈالر اور پاؤنڈ لیکن طریقہ ایک ہے، خالی نام بدلے۔

جیسا کہ میں نے پہلے بھی کہا تھا سورۂ انفال کی آیت، شہید صدرؒ بہت زیادہ تلاوت کرتے تھے۔ اس بے گناہ مرجع کے خونِ ناحق نے قوم کے سوال کا جواب دے دیا۔

شہید صدرؒ اور ان کی بہن جیسی قربانی کس نے دی؟

فرماتے ہیں: اگر غافل ہو گئے۔ قرآن کی آیت پہ عمل نہ کیا تو مسئلہ بگڑ جائے گا کہ پھر اسے سنبھالنے کے لیے اکبرؑ کا کلیجہ چاہیے ہوگا اور اصغرؑ کا گلہ چاہیے ہوگا۔ حسینؑ کا کٹا ہوا سر چاہیے ہوگا۔ عباسؑ کے قلم شدہ بازو چاہیے ہوں گے۔ زینبؑ کی چادر چاہیے ہوگی۔ سیدانیوں کے ہاتھوں میں رسیاں چاہیے ہوں گی۔ اگر وقت پہ نہ سنبھلے تو ہو سکتا ہے کہ کینسر یا ایڈز جیسی بیماری ہو جائے، لاکھوں بھی خرچ کریں تو زندہ نہ بچ سکیں گے جیسا کہ ایک محاورہ ہے:

"وقت کا ایک ٹانکہ بعد کے سو ٹانکوں سے آدمی کو بچا لیتا ہے"۔

اگر گمراہی اور جہالت کا علاج لوگ شروع ہی سے کر لیتے تو کربلا میں اتنی قربانیاں نہ دینی پڑتی۔

ابھی وقت ہے، ابھی معاملہ اتنا نہیں بگڑا ہے۔ اپنی نسل تو کہے گی کہ ہم نے تو

ہمیشہ سے نماز اس طرح سے سنی تھی، اسی کا انتظار کیا جا رہا ہے کہ اتنا وقت گزر جائے۔
آج کی نسل کہے گی: ہم نے مراجع کا نام تو سنا ہے۔ اگلی نسل کہے گی کہ ہم نے تو صرف ان پر گالیاں سنی ہیں۔ اتنا وقت نہ گزرنے دیں۔ اپنی اولاد کو بچایئے۔ اپنے گھر کی عورتوں کو بچایئے۔ اتنی بڑی قربانی اسلام کو چاہیے۔

●●●

بچوں کا اُونٹوں سے گرنا

مومن چاہے کربلا میں حسینؑ کے ساتھ ہوتا اور چاہے آخری زمانے میں امامِ زمانہؑ کے ساتھ ہوتا اس کی ذمہ داری سب سے پہلی یہی ہے کہ اپنی اولاد کو اس قابل بناؤ کہ لشکرِ امامؑ میں شامل ہوسکو۔

امام حسین علیہ السلام کے لشکر میں کوئی بے پردہ عورت نہیں تھی۔ امام حسینؑ کے لشکر میں کوئی بے نماز نوجوان نہیں تھا۔ امام حسینؑ کے لشکر میں کوئی گانا سننے کا شوقین نہیں تھا۔ ان سب کو اگر ڈھونڈنا ہے تو لشکرِ یزید میں ملیں گے اور یہی امامِ زمانہؑ کے ظہور کے لیے بہترین تیاری ہے۔

یہ تیاری نہیں ہے کہ مولانا فلاں جگہ زلزلہ آ گیا۔ امامؑ آنے والے ہیں۔ فلاں جگہ طوفان آ گیا۔ اب امامؑ آنے والے ہیں۔ فلاں ملک میں سیاسی ردو بدل ہو رہا ہے۔ اب امامؑ آنے والے ہیں۔ جہاں کسی نے کوتاہی کی اپنی اولاد کو تیار کرنے میں۔ گویا اس نے حق کربلا ادا نہ کیا۔ کربلا میں ہر مثال الگ ہے کہ ہر آدمی مرنے کو تیار تھا مگر اپنی اولاد سمیت۔ جو بہت چھوٹے چھوٹے بچے تھے۔

بس!

جو بہت چھوٹے چھوٹے بچے تھے۔ امام حسین علیہ السلام اپنے چھوٹے بچوں کو میدان میں لائے لیکن جو دوسرے چھوٹے بچے تھے وہ بھی جہادِ کربلا میں کام آئے تبھی تو تاریخ کا ایک فقرہ ہے کہ جب کربلا سے یہ قافلہ چلا تو ساٹھ سے زیادہ بچے تھے لیکن جب شام پہنچا تو ۱۲ یا اس سے بھی کم بچے رہ گئے تھے۔

سوال کرنے والا سوال کرے گا کہ یہ باقی بچے کہاں چلے گئے؟

آج دہشت گردوں کے دل میں بھی رحم آجاتا ہے۔ ہم نے عورتوں اور بچوں کو رہا کیا مگر یہ یزیدیت ہے۔ کیا ایک بچہ بھی رہا کیا گیا؟

جی نہیں۔

جب جنابِ زینب الکبریٰؑ شام میں داخل ہوئیں تو تاریخ کہتی ہے کہ جن لوگوں نے کربلا میں جنابِ زینبؑ کو دیکھا تھا، انھوں نے شام میں جنابِ زینبؑ میں دو تبدیلیاں دیکھیں: چہرہ بھی زخمی تھا اور سارے بال خون سے رنگین تھے۔

کربلا سے شام تک زینبؑ پر کیا ایسی مصیبت آ گئی کہ زینبؑ کا چہرہ زخمی اور سارا سر خون میں آلود؟

ایک سوال کا جواب امامؑ دے رہے ہیں اور ایک سوال کا جواب خولی ملعون نے دیا۔

گیارہ محرم کو قافلہ چلا۔ محملیں نہیں ہیں، اماریاں نہیں ہیں، بیبیوںؑ کے دونوں ہاتھ گردن سے بندھے ہوئے ہیں، گود میں بچے بٹھائے گئے اور اُونٹ جب دوڑتے ہیں تو بچے ماؤں کی گودوں سے اُچھل کر گر جاتے ہیں۔ سب سے پہلی بچی جو گری اس کا نام تھا سکینہؑ۔

یہ جملہ میں بہت ہلکے طریقے سے پڑھ رہا ہوں۔ نہ مجھ میں پڑھنے کی ہمت ہے اور نہ آپ میں سننے کی مگر بتانا بھی ہے۔

عزادارو!

جب زندانِ شام میں سکینہؑ کو دفن کیا گیا تو اسی جلے ہوئے کرتے میں دفن کیا گیا۔ وہ آگ کہاں سے پہنچی؟

شام غریباں کو جب خیمے جلے تو سکینہؑ سب سے آخر میں نکلی تھی۔ سکینہؑ کا کُرتہ جل گیا اور لہو بھرے ہوئے کُرتے میں دفن کیا گیا۔

یہ سکینہؑ کا سارا کُرتہ خون سے کیسے رنگین ہو گیا؟

وہ اس طرح کہ سب سے پہلا بچہ جو اُونٹ سے راستے میں گرا وہ ننھی سکینہؑ تھی۔ کیونکہ باقی بچے تو پھر بھی ماؤں کی گودوں میں بٹھائے گئے تھے۔ ہاتھ بندھے ہیں مگر بندھے ہاتھوں سے بھی بچے کو ذرا سا سنبھالا جا سکتا ہے۔

عزادارو!

سکینہؑ کو اکیلے اُونٹ پر بٹھایا گیا۔ کسی بی بیؑ کے ساتھ بیٹھنے نہیں دیا گیا۔ قافلہ تھوڑی دُور آگے گیا کہ سکینہؑ گر پڑی۔ زینب الکبریٰؑ جنگل سے اپنی بچی سکینہؑ کو ڈھونڈ کے لائیں۔ ڈھونڈ کے بھی کیا لائیں۔ اپنی ماں فاطمہؑ کی گود میں بچی کو سوتے دیکھا۔

میں آپ کے جذبات کو دیکھ کر روایت کو بہت ہلکے انداز میں پڑھ رہا ہوں۔

بس!

زینبؑ سکینہؑ کو لے کر آ گئیں۔

کہا: شمر! میں نے تجھ سے پہلے ہی کہا تھا کہ بچی بہت چھوٹی ہے، یہ کبھی بغیر اماری کے اُونٹ پر نہیں بیٹھی۔ یہ گر جائے گی۔ آخر گر گئی۔ اب تو بچی کو کسی بی بی کی گود میں بیٹھنے دے۔

شمر ملعون کہتا ہے: نہیں۔ ہم اس کو کسی کے ساتھ نہیں بٹھائیں گے۔

زینبؑ نے کہا: بچی پھر گر جائے گی۔

شمر ملعون کہتا ہے: اب نہیں گرے گی۔ ہم نے انتظام کر لیا ہے۔

شمر ملعون کے انتظام بھی بڑے عجیب تھے۔ یہی وہ ملعون تھا جس نے عمر ابن سعد سے کہا تھا کہ علی اصغرؑ کا لاشہ میں ڈھونڈ کر لاتا ہوں تو یہی ملعون تھا جس نے

نیزوں کو زمین میں گاڑ گاڑ کر لاشۂ اصغرؑ کو زمین سے برآمد کیا تھا۔

ایک جگہ امام حسینؑ کا کٹا سر چلتے چلتے نیزے پہ رُک گیا۔ آگے نہیں بڑھ رہا۔ سارے سپاہی کوشش کر کے ناکام ہو گئے۔

شمر ملعون نے کہا: حسینؑ کے سر کو میں آگے بڑھاؤں گا۔

اُدھر نہیں گیا۔ کوڑا لے کر آقا سجادؑ کے قریب آیا اور اس طرح سے کوڑا آقا سجادؑ کے بدن پہ مارا۔

کہا: سجادؑ! جب تک کہ تمھارا بابا آگے نہیں بڑھے گا اس وقت تک تم کوڑے کھاتے رہو گے۔

شمر ملعون کہتا ہے: میں نے انتظام کر لیا ہے۔ نہ محمل میں بٹھاؤں گا نہ اماری میں بٹھاؤں گا اور نہ ہی کسی بی بیؑ کی گود میں بٹھاؤں گا۔

کیا انتظام کیا اس ملعون نے؟

کتاب کا نام ہے ریاض القدس۔ اس میں ہے کہ شمر ملعون رسّی کا ایک ٹکڑا لے کر آتا ہے۔ ننھی سکینہؑ کو اُونٹ کی پیٹھ پہ اُلٹا لٹاتا ہے۔ ایک بار رسّی کی مدد سے ننھی بچی کا جسم باندھتا ہے۔

زینبؑ! اب یہ بچی نہیں گرے گی۔

باباؑ کے زخم سینے پہ سونے والی، اُونٹ کی سخت پیٹھ پہ لیٹی اور رسّی سے باندھی گئی۔

کوفہ کے دروازے پر جب یہ قافلہ رُکا، رسّی کھلی تو زینبؑ نے دیکھا کہ سکینہؑ کا سارا کُرتہ خون سے بھرا ہے۔ سکینہؑ کا سارا جسم زخمی ہے۔ سکینہؑ کا خون اُونٹ کی پیٹھ پہ نظر آ رہا ہے۔

علیؑ کی بیٹی ایک اشارہ جو کرے تو قیامت ابھی آجائے گی مگر حکمِ خدا سے مجبور ہے۔

بس عزادارو!

اتنا کہا: عباسؑ! آ کر ذرا دیکھ۔ جب تُو نہ رہا تو تیری بھتیجی پہ کیا گزر رہی ہے؟

یہ پہلا بچہ تھا جو اُونٹ سے گرا۔ مگر چونکہ شمر کو یزید کے پاس سکینہؑ کو صحیح وسالم لے کر جانا ہے۔ رتی سے باندھ کر لے گیا مگر زندہ لے گیا۔

باقی بچے؟

اُونٹ چل رہے ہیں، بچے ماؤں کی گود سے اُچھل کر گر رہے ہیں۔

مائیں فریاد کر رہی ہیں:

وَاجَدَّاہُ "اے میرے لال"۔

عمر ابن سعد ملعون کہتا ہے: انھی بچوں پر سے اُونٹوں کو دوڑا دو۔

نہ معلوم کوفہ سے شام تک کتنی ننھی ننھی قبریں ہوں گی۔

اُونٹ دوڑائے جا رہے ہیں، گھوڑے دوڑائے جا رہے ہیں اور یہ معصومؑ زندہ ہیں، جانوروں کی ٹاپوں تلے تڑپ تڑپ کے شہید ہو رہے تھے۔ آخر وہ منزل آ گئی کہ جب زینبؑ نے دیکھا کہ یہ ظالم فریاد نہیں سنتا۔ اب جو ایک مرتبہ بچہ گرا۔ ایک بار نہیں اب جتنی مرتبہ بچہ گرا زینبؑ نے قافلہ روکنے کے لیے اپنے آپ کو چلتے اُونٹ سے گرا دیا۔ جب زینبؑ گری تو عمر ابن سعد ملعون کو قافلہ روکنا پڑا۔ زینبؑ کو تو لے کر جانا ہے شام تک۔

آپ نے ابھی بھی زینبؑ کے مصائب کو سمجھا نہیں۔

راستے میں اب جتنے بچے گر رہے ہیں انھیں بچانے کے لیے زینبؑ چلتے اُونٹ سے اپنے آپ کو گرا رہی ہے کہ میری وجہ سے قافلہ رُکے گا۔

وَسَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَيَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ ○

بڑی مصیبت

ایک عام آدمی بھی اگر پہلے سے ایک مثال اس کے سامنے ہو۔ امامِ زمانہؑ کیا یہ نہیں دیکھ رہے ہے کہ کوفہ والوں نے میرے دادا حسینؑ کو بلایا۔ خط، دعوت نامے، بلاوے، آجایئے آجایئے، ہم آپ کو خوش آمدید کہیں گے۔

اَلعَجَل...اَلعَجَل...اَلعَجَل

"جلدی آیئے، جلدی آیئے، جلدی آیئے"۔

ہم کو آپ کی ابھی ضرورت ہے۔

لیکن کوئی تیاری نہیں۔

تو کیا ہوا؟

یہی امامؑ کو خط لکھنے والے کربلا میں بھی امامؑ کے قافلے میں تھے اور کوفہ کے بازار کے اندر جو یہ سارا نامحرموں کا مجمع علیؑ اور فاطمہؑ کی بیٹیوں کو دیکھ رہا ہے۔

یہ کون لوگ تھے؟

یہ وہی لوگ تھے جن کے خطوط پہنچے تھے۔ کربلا کے واقعہ کا سب سے افسوس ناک حصّہ یہی ہے۔

کیا چیز؟

کوفہ اور شام کے بازاروں میں علیؑ و فاطمہؑ کی بیٹیوں کو بغیر چادر کے نامحرموں کے درمیان لے جایا گیا۔

آپ کے سامنے مصائب کا صرف ایک جملہ پڑھ رہا ہوں۔

اگر کوئی غیر مسلم اور غیر مومن یا کوئی ایسا آدمی جو اسلام کی تاریخ نہیں جانتا وہ آ کر ہم سے کہے: تم شیعہ ہو، آپ امام حسینؑ کو روتے ہیں، عزاداری کرتے ہیں، غم مناتے ہیں، آپ ہمیں بتائیے کہ کربلا کا سب سے زیادہ افسوس ناک منظر کون سا تھا؟

پہلے ہم سوچیں گے عباسؑ کے بازو کٹنا۔

خود مولا عباسؑ نے خواب میں آ کر ایک عالم کو شکایت کی تھی کہ تم ہمارے شیعوں کو ہمارے پورے مصائب کیوں نہیں بتاتے؟

اس عالم نے گھبرا کر کہا: مولاؑ! میں آپؑ کے سارے مصائب پڑھتا ہوں۔ مشک لے کر جانا، مشک میں تیر کا پیوست ہونا، آپؑ کے بازو قلم ہونا، آپؑ کا زمینِ کربلا پر گرنا۔

فرمایا: ہمارے شیعوں کو یہ بھی یاد دلاؤ جب گرنے والا گرتا ہے تو ہاتھوں کو بڑھا کر سہارا لیتا ہے۔ جب عباسؑ زمینِ کربلا پر گرے، جن کے ہاتھ کٹے ہوئے ہیں وہ کس طرح سے زمینِ کربلا پر آئے ہوں گے۔

پھر ایک بار ہم نے سوچا کہ نہیں علی اکبرؑ کی شہادت، جوان کے کلیجے میں برچھی لگی اور کون جوان؟

اکبرؑ کون؟

یہ نقل کیا گیا ہے کہ کربلا کے بعد سیّدانیاں جب شام میں داخل ہو رہی تھیں وہاں ایک جگہ عیسائی عورتیں بیٹھی ہوئی تھیں۔ انھوں نے دیکھا کہ قیدیوں کا ایک قافلہ آ رہا ہے اور نوکِ نیزہ پر شہیدوں کے کٹے سر ہیں۔ جب علی اکبرؑ کا سر نظر آیا تو ایک عورت کہنے لگی: اللہ کرے اس جوان کی ماں مر چکی ہو۔

لیلیٰؑ نے چونک کر سر اُٹھایا۔ تم کیا کہہ رہی ہو؟ تم اس جوان کی ماں کو بددُعا کیوں دے رہی ہو؟

اس عیسائی عورت نے گھبرا کر کہا: بددُعا نہیں دے رہی، ہمارا اس جوان سے کوئی رشتہ نہیں ہے، ہم سے تو اٹھارہ سال کے جوان کا کٹا سر نہیں دیکھا جا رہا۔ ہائے! اگر اس کی ماں زندہ ہوگی تو کس دل سے اپنے لال کو دیکھا ہوگا؟

ہم نے کہا: یہ کربلا کی سب سے بڑی مصیبت ہے لیکن ہمارے سامنے حسنؑ کا لال شہزادہ قاسمؑ آ گیا۔ تیرہ سال کا شہید جس کے اُوپر اس طرح گھوڑے دوڑے تھے کہ لاشہ پامال ہو گیا تھا۔

میرے مرحوم استاد مولانا جوہر صاحب کہتے تھے: کربلا کی مصیبتوں میں ایک مصیبت ایسی ہے کہ آقا حسینؑ کا ساتھ صرف قاسمؑ نے دیا اور وہ ہے لاش کا پامال ہونا۔ یا امام حسینؑ کا لاشہ پامال ہوا یا قاسمؑ کا جسم پامال ہوا۔

پھر وہ کہتے تھے: یہاں بھی ایک فرق ہے۔ حسینؑ کا جسم پامال ہوا شہادت کے بعد لیکن حسنؑ کا لال قاسمؑ اُس وقت زندہ تھا۔ جب اِدھر کے گھوڑے اُدھر دوڑ رہے ہیں اور اُدھر کے گھوڑے اِدھر۔

ہم نے کہا کہ اس سے بڑی مصیبت کیا ہو سکتی ہے؟

ہاں!

پھر ہمارے سامنے شہزادہ اصغرؑ آ گیا۔ کربلا کا وہ شہید کہ امام حسینؑ بھی ایک لمحے کے لیے پریشان ہو گئے تھے۔

بھنی!

اور کہیں آپ کو یہ واقعہ ملا؟

نہ اکبرؑ، نہ قاسمؑ۔

حسینؑ کے ہاتھ میں لاشہ ہے، سات مرتبہ کہا:

اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ رِضًا بِقَضَائِہٖ وَتَسْلِیْمًا لِاَمْرِہٖ

آگے بڑھ رہے ہیں، اصغرؑ کا لاشہ ہے۔ امام حسینؑ فیصلہ نہیں کر پا رہے کہ ماں ربابؑ کو دکھائیں یا ماں یہ لاشہ نہیں دیکھ سکتی ہے۔

ہم نے کہا کہ نہیں بھئی خود حسینؑ کی شہادت، فاطمہؑ کا بیٹا، رسولؐ کا نواسہ، شمر سینے پہ سوار، سر کاٹ کے نوکِ نیزہ پر بلند ہو رہا ہے۔

ہم فیصلہ نہیں کر پا رہے۔

اکبرؑ کی شہادت بڑی مصیبت ہے۔ اصغرؑ کا لاشہ بڑی مصیبت ہے۔ قاسمؑ کے بدن کے ٹکڑے بڑی مصیبت ہے۔

ہم ابھی اِدھر ہیں لیکن کسی نے مولا سجادؑ سے پوچھ لیا: مولاؑ! کربلا میں سب سے بڑی مصیبت کیا تھی؟

نہ اکبرؑ کا نام لیا، نہ قاسمؑ کا نام لیا، نہ اصغرؑ کا نام لیا بلکہ ایک ہی جملہ کہا:

اَلشَّام... اَلشَّام... اَلشَّام

مولاؑ! شام میں کیا بڑی مصیبت آئی؟

فرمایا: شام میں بہنوں اور پھوپھیوں کا ننگے سر نامحرموں کے درمیان جانا۔ اکبرؑ کے غم کو بھلایا جا سکتا ہے، زینبؑ کی لٹی چادر کو نہیں بھول سکتے؟

وَسَیَعْلَمُ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْٓا اَیَّ مُنْقَلَبٍ یَّنْقَلِبُوْنَ○

بازارِ شام

یزید کے لشکر میں اکثریت اُن لوگوں کی تھی جن کے خطوط کربلا میں آقا کے پاس تھے کیونکہ یہ خطوط امام حسینؑ کو خالی مکہ اور مدینہ میں نہیں ملے۔ جب حسینؑ مکہ سے نکل بھی چکے ہیں تب بھی راستے میں کوفہ والوں کے قاصد آرہے ہیں۔

مولا! آجایئے، ہم آپؑ کا انتظار کر رہے ہیں۔ اے فرزندِ رسولؐ! ہمیں آپؑ کی حکومت چاہیے۔ بوریاں بھر گئی تھیں جو خط راستے میں ملے۔ خالی بلایا تھا بغیر اپنے آپ کو بدلے ہوئے، تو حالت یہ ہوئی کہ کائنات کے بدترین قرار پائے یہ لوگ۔

جنھوں نے امام حسین علیہ السلام کو نہیں بلایا وہ اتنے بدتر مجرم نہ بنے، جنھوں نے امام علیہ السلام کو بلایا وہ بدترین مجرم بنے۔

کیوں ـــــ؟

بہت آسان جواب ہے۔

دیکھیے!

جنابِ علی اکبرؑ کو اگر شہید کیا گیا پھر بھی دشمن کے پاس ایک جواب ہے۔ غلط ہو یا صحیح لیکن جواب ہے وہ یہ کہ بھئی وہ میدان میں لڑنے آئے تھے۔ جب جنگ ہوتی ہے تو ایک مارا جاتا ہے اور ایک مارتا ہے۔ وہ تو میدانِ جنگ کی بات تھی۔

جنابِ عباسؑ کی شہادت کا ٹوٹنا پھوٹنا، غلط صحیح یا شیطانی جواب سہی، جواب ہے۔ جو جو مجاہد میدان میں گیا سامنے والا کہہ سکتا ہے کہ بھئی جنگ ہو رہی تھی، جنگ

میں تو ایک مارتا ہے اور ایک مرتا ہے۔

بدترین کیوں کہا میں نے خط لکھنے والوں کو؟

چھے مہینے کے بچے کو شہید کیا۔

میں ان کی صفائی نہیں پیش کر رہا، میں ان کا وکیل صفائی بن کر بات نہیں کر رہا۔ میں تو امام حسینؑ کا خادم ہوں۔ میں امام حسینؑ کے دسترخوان سے کھاتا ہوں، میں امام حسینؑ کا نمک حلال کرتا ہوں لیکن میں کہہ رہا ہوں کہ کوفہ کے لوگ کیا جواب دیں گے؟

جب ننھی سکینہؑ کے رخساروں پر طمانچے دیکھتے رہے اور خاموش کھڑے رہے۔ جو محمدؐ کی نواسیوں کو بلوائے عام میں دیکھتے رہے، اکبرؑ کے لیے پھر بھی جواب دے دیں گے۔

یہ کون لوگ تھے؟

بازارِ شام میں جو آپ کو شام کے لوگ نظر آ رہے ہیں وہ بعد میں تھے، پہلا تماشا محمدؐ کے گھرانے کا کوفہ والوں نے دیکھا۔

مصائب کا جملہ آپ نے سنا ہے؟

پورے واقعۂ کربلا میں میرے آقا حسینؑ نے کہیں معجزہ نہ دکھایا، صرف کوفہ میں دکھایا۔

کوفہ میں بھی کب دکھایا؟

سکینہؑ کی پیاس بجھانے کے لیے نہیں دکھایا، امام سجادؑ کو کوڑوں سے بچانے کے لیے نہیں دکھایا۔ صرف اُس وقت معجزہ دکھایا جب جنابِ زینبؑ کے سر پر نامحرموں کی نگاہ پڑ رہی تھی، نوکِ نیزہ پر کٹے ہوئے سر نے تلاوت شروع کی۔

اس سے بڑا معجزہ کیا ہوگا؟

میرا دل چاہتا ہے کہ ہاتھ جوڑ کر کہوں: آقا! میں تو سمجھ رہا تھا کہ اللہ نے پابندی لگائی اور آپ نے خود پابندی قبول کی کہ مجھے اس پورے واقعہ میں معجزہ نہیں دکھانا۔ اگر معجزے دکھانے تھے تو اس وقت دکھاتے جب اکبرؑ کے کلیجے میں برچھی کا پھل پیوست ہوا۔ معجزہ دکھانا تھا تو اس وقت دکھاتے جب مشک سکینہؑ میں تیر لگ رہا تھا۔ معجزہ دکھانا تھا تو اس وقت دکھاتے جب زندہ قاسمؑ تھا اور اِدھر کے گھوڑے اُدھر دوڑ رہے تھے اور اُدھر کے گھوڑے اِدھر دوڑ رہے تھے۔

اور سب سے بڑھ کر یہ کہ مولا! اگر معجزہ دکھانا تھا تو اس وقت دکھاتے جب حرملہ ملعون کا تیر اصغرؑ کے گلے کی جانب چلا۔ دکھایا بھی معجزہ تو اس وقت جب بازارِ کوفہ میں خالی مجمع کھڑا ہے؟

امام حسین علیہ السلام جواب فرمائیں گے: تمھیں کیا پتہ! اکبرؑ کا داغ برداشت ہے، اصغرؑ کی شہادت برداشت ہے، عباسؑ کے مصائب برداشت ہیں۔

یہ منظر نہیں دیکھا جا رہا۔ ہائے میری بہنیں، ہائے میری بیٹیاں اور نامحرموں کا مجمع۔ آگے آگے آواز دینے والا آواز دے رہا ہے:

هٰذِهٖ سَبَايَا بَنَاتِ رَسُوْلِ اللّٰهِ

''آکر تماشا دیکھو محمدؐ کی بیٹیاں قیدی بنا کر لائی گئیں''۔

• وَسَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَيَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ

دربارِ یزید لعنہ

عزادارو!

یہ تو ذرا سوچیے!

خوشی اسی کو ہوتی ہے جو جنگ جیت جاتا ہے۔ جنگِ اُحد کے موقع پر مسلمان کتنے خوش ہوئے ہوں گے۔ جنگِ اُحد میں مولا علیؑ کے کارنامے سے سب سے زیادہ دُکھ کسے ہوا ہوگا؟

اسی کو جو جنگ جیت گیا تھا کافروں کا سردار۔ ہم کامیاب ہو گئے تھے۔ آج رسالتؐ کا بھی خاتمہ تھا (معاذ اللہ)۔ آج اسلام کا بھی خاتمہ تھا (معاذ اللہ)۔ علیؑ نے آکر اسلام اور رسولؐ دونوں کو بچا لیا۔ انھوں نے کہا کہ ہم سب کو معاف کریں گے لیکن علیؑ کو معاف نہیں کریں گے۔ ہماری جیتی ہوئی جنگ کو علیؑ نے ہماری شکست میں بدلا۔ اب ہم اور تو کچھ نہیں کر سکتے۔ جب موقع ملے گا ہم علیؑ سے بدلہ لیں گے۔ اگر علیؑ نہ ملا تو علیؑ کا بیٹا تو ملے گا۔

خالی یہ جملہ کافی نہیں ہے!

اگر علیؑ ہمارے ہاتھ میں نہ آیا تو علیؑ کی بیٹیاں تو بھی.......

کوئی کہہ دے کہ مولانا! آپ بھی کیا بات کرتے ہیں۔ فتح مکہ کے بعد سب کے دل بدل گئے تھے۔ یہ سب مخلص تھے۔

مَیں کہوں گا کہ اگر یہ مخلص تھے تو دربارِ شام میں یہ جملہ ہم نہ سنتے:

"کہاں ہیں میرے بدر و اُحد کے بزرگ؟ آج میں نے اُن کا
انتقام لے لیا ہے"۔

بالکل وہی جملہ کہا تا دشمن نے جو دشمن کی سوچ تھی۔

کہا: آج میں نے بدر و اُحد کا انتقام لیا۔

اُحد میں نہ حسینؑ تھے، نہ جنابِ زینبؑ تھیں، پھر کس بات کا انتقام؟

کہا کہ نہیں، یہ جو حسینؑ کے بابا سے ہمیں جو کینہ اور نفرت تھی۔

انھوں نے وجہ غدیر خم کا اعلان نہیں بتائی۔ وجہ دعوتِ ذی العشیرہ نہیں بتائی، وجہ بتائی اُحد۔ اُحد میں ہماری جیتی ہوئی جنگ میں علیؑ نے شکست میں تبدیل کیا۔ اب ہم علیؑ سے انتقام لیں گے اور ایسا انتقام جس میں کوئی کمی نہیں تھی۔

یزید کے خیال میں اس انتقام میں کمی رہ گئی ہے وہ حیرت زدہ ہو گیا۔ یزید حیران ہوا۔ تختِ خلافت پر بیٹھا ہے۔ داڑھی کو شیو کر کے آیا ہے۔ شراب کا جام ہاتھ میں ہے۔ دوسرے ہاتھ میں وہ چھڑی ہے جس سے آقا حسینؑ کے سرِ مبارک کی توہین کر رہا ہے۔

ایک مرتبہ کہتا ہے: کہاں ہیں میرے بدر و اُحد کے بزرگ۔ آج میں نے ان کا انتقام لیا۔ ایک دم اس کی نگاہ پڑی۔ سیدانیوں کے لشکر میں اسے ایک جوان نظر آ گیا۔

یہ کیسے بچ گیا۔۔۔؟

علیؑ کے سارے گھرانے کو قتل کرنا ہے۔ نسلِ علیؑ آگے نہ بڑھ پائے۔ یہ ایک مرد کیسے بچا؟

پوچھا: تو کون ہے؟

فرمایا: اَنَا عَلِیُّ ابْنُ الْحُسَیْن (میں حسینؑ کا بیٹا علیؑ ہوں)

کہا: علیؑ ابن حسینؑ تو کربلا میں قتل ہو گیا۔

فرمایا: وہ میرا بھائی علی اکبرؑ تھا جس کو تیرے لشکر نے شہید کیا۔

ایک بار کہتا ہے: اچھا! دیکھا تمھارا بابا ہمارے مقابلے میں آیا تھا، اللہ نے کیسے شکست دی۔

عزادارو!

ہتھکڑی ضرور ہے ہاتھوں میں، بیڑی ضرور ہے پیروں میں، طوق ضرور ہے گلے میں مگر حیدرِ کرار کا پوتا ہے۔

سینہ تان کر کہا: یزید! میرا بابا شہید ہو کر شہادت کے اعلیٰ رُتبے پہ فائز ہوا ہے ورنہ ذلیل تو تُو ہوا ہے اور تیرا خاندان ہوا ہے۔

بھرے دربار میں جہاں غیر ملکی سفیر بھی موجود ہیں۔ ایسا جملہ کیسے برداشت ہو؟

اس نے جلاد سے کہا: اس جوان کی گردن اُڑا دو۔

مولا سجادؑ بھی مسکرائے اور فرمایا: اے یزید! تو مجھے موت سے ڈراتا ہے۔

اَلْمَوْتُ لَنَا عَادَةٌ وَالْكَرَامَةُ لَنَا شَهَادَةٌ

''مرنا اپنی عادت ہے، شہادت ہماری کرامت ہے''۔

سجادؑ شہید ہونے کے لیے تیار ہے مگر زینبؑ کو عصرِ عاشور یاد آ رہی ہے۔

بھیا آخری رخصت کے وقت کہہ گیا تھا: زینبؑ! میرا سجادؑ تیرے حوالے ہے، سجادؑ کی حفاظت کرنا۔

علیؑ کی بیٹی زینبؑ ایک بار سجاد کے آگے سینہ سپر ہو گئی اور کہا:

یزید! جب تک علیؑ کی بیٹی زینبؑ زندہ ہے اس وقت تک کوئی میرے بھائی کی نشانی سجادؑ کو نقصان نہیں پہنچا سکتا۔

یزید ملعون نے کہا: زینبؑ کی گردن اُڑا دو۔

جلاد نے تلوار اُٹھائی اور شہزادی زینبؑ کی طرف رُخ کیا۔

کونے میں بیٹھی ہوئی فضہؑ کو پچاس سال پہلے والی بات یاد آ گئی۔

شہزادیؑ نے جاتے وقت کہا تھا: فضہؑ تو میری بہن ہے، میرے بعد میرے بچوں کی حفاظت کرنا۔

عزادارو!

ایک بار جنابِ فضہؑ جنابِ زینبؑ کے آگے آئی۔

یزید ملعون نے کہا: جلاد! فضہؑ کی گردن اُڑا دو۔

بس!

فضہؑ نے مڑ کر دیکھا کہ دو سو کرسیوں پر حبشہ کے سردار بیٹھے ہیں۔

فضہؑ نے کہا: اے ملکِ حبشہ کے سردارو! تمھاری غیرت کو کیا ہو گیا ہے، تمھارے سامنے میری توہین ہو رہی ہے اور تم خاموش ہو؟

دو سو تلواریں نیام سے باہر آ گئیں اور کہا: یزید! فضہؑ کو کچھ نہ کہنا ورنہ تیرے دربار میں خون کی ندیاں بہہ جائیں گی۔

جنابِ زینبؑ بہت بڑی صابرہ ہیں، ہر منزل پہ صبر کیا لیکن یہ منظر دیکھ کر برداشت نہ کیا۔ دل بھر آیا۔ ایک مرتبہ مدینہ کا رُخ کیا۔

اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا جَدَّاهُ

نانا! کنیز کی حمایت میں دو سو تلواریں اور آپؐ کی بیٹی دربار میں اتنی دیر سے کھڑی ہے اور زینبؑ کی حمایت کرنے والا کوئی نہیں۔

وَسَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَيَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ ۝

شہادت سیّدِ سجادؑ

یاد رکھیے!

ہمارے یہ آنسو ایک طرف ہمیں جنت میں لے جانے کا ذریعہ بنتے ہیں۔

دیکھیے!

لوگوں کے ذہنوں میں کچھ اور چیزیں بھی ہیں، روایتیں بھی ہیں۔ میں روایتوں کا مذاق نہیں اُڑا رہا کہ حج یا بقر عید کی قربانی کا جانور پُل صراط سے ہم کو لے کر جائے گا۔

ہمیں لے جانے والی سواری کا نام ہے ہمارے آنسو۔ یہ آنسو اتنے قیمتی بنتے ہیں کہ رومالِ سیدہ فاطمہ زہراؑ میں جمع ہوتے ہیں مگر یہی آنسو ایسے ہیں کہ اگر معرفتِ امامؑ کے ساتھ آنکھ سے جاری ہوں تو انسان کے نفس کو بھی پاک کرتے ہیں۔ پانی بھی ہے نا جو جسم کے میل کچیل کو اُتارتا ہے اور روح کی پاکیزگی کا ذریعہ وہ آنسو ہے جو معرفتِ امامؑ کے ساتھ حسینؑ کی یاد اور سجادؑ کے مصائب میں بہائے گئے ہوں۔

عزادارو!

لفظ معرفت میں نے اس لیے کہا کہ ہمارے سامنے وہ آنسو بھی آئے ہیں جو اصغرؑ کو جب حسینؑ لے کر آئے تو پورا لشکرِ یزید منہ پھیر کے رونے لگا اور وہ آنسو بھی ہمارے سامنے آئے ہیں جب شامِ غریباں میں بیبیوں کی چادریں بھی چھینتے تھے اور روتے بھی تھے اور وہ آنسو بھی ہمارے سامنے آئے ہیں جب امام سجادؑ نے شام کی مسجد میں ہتھکڑی اور بیڑی کے ساتھ نماز کے بعد خطبہ دیا:

"جو جانتا ہے وہ جانتا ہے جو نہیں جانتا وہ جان لے۔ میں
تعارف کرا دیتا ہوں۔ میں اُس کا بیٹا ہوں جو پیاسا مارا گیا۔ میں
اُس کا بیٹا ہوں جس کا سر پسِ گردن سے جدا کیا گیا۔ میں اُس کا
بیٹا ہوں جس کا لاشہ بے گور و کفن رہا"۔

آپ جتنا رو رہے ہیں، سمجھ میں آتا ہے لیکن شامی رو دیے وہ آنسو نہیں چاہییں۔ ہمیں تو وہ آنسو چاہییں جو اس وقت آپ کی آنکھوں سے نکل رہے ہیں۔ یہ آنسو رومالِ زہراؑ میں جا رہے ہیں، جنت کے لیے آپ کی سواری بن رہے ہیں۔ یہ آنسو آپ کے نفس کو پاک کرتے چلے جا رہے ہیں معرفتِ امامؑ کے ساتھ جو آنسو نکلیں۔

آج تو ہم کو اس پر آنسو بہاتا ہیں جو پوری زندگی اپنے گھر والوں پہ آنسو بہاتا رہا اور کیسے کیسے امتحان دے دے کر سجادؑ نے آنسو بہائے ہیں۔

دنیا میں سخت ترین دل قصابوں کا مانا جاتا ہے۔ روایت میں بھی ہے کہ یہ پیشہ اختیار نہ کرنا، یہ تمھارے دلوں کو سخت کر دے گا۔ امام سجادؑ کے آنسوؤں نے مدینہ کے قصابوں کو رُلا دیا۔ جب میرا مظلوم آقا سجادؑ پینتیس سال بلکہ ایک سال تو زندانِ شام میں رہے، چونتیس سال مدینہ کی گلیوں اور بازاروں میں کسی کام کے لیے نکلتے اور کوئی بیٹے یا نہ نہ تقصاب ضرور اپنی دکانوں پر چادریں ڈالنا شروع کر دیتے تھے۔

ایک قصاب بھی دکان کھول نہیں پاتا ہے اس لیے کہ اگر کسی قصاب کی دکان کھلی رہ جائے اور امام سجادؑ کسی کام سے بھی جا رہے ہوں، چاہے نانا کی مسجد میں نماز پڑھنے جا رہے ہوں، چاہے دادی فاطمہؑ کی قبر پر اور چچا امام حسنؑ کی قبر کی زیارت کے لیے جنت البقیع جا رہے ہوں۔ اگر قصاب کی دکان کھلی نظر آئی، ایک لمحے کے لیے اپنا سفر روک کر قصاب کی دکان میں آتے ہیں۔ ذبحہ شدہ جانور کو دیکھ کر صرف

ایک سوال کرتے ہیں۔

کون سا؟

فرماتے ہیں: اے قصاب! اتنا بتا دے جب تو نے اس جانور کو ذبحہ کیا تھا تو ذبح کرنے سے پہلے اسے پانی بھی پلایا تھا کہ نہیں؟!

مدینہ کا رہنے والا قصاب تڑپ کر کہتا: فرزند رسولؐ! آپؑ کے جد کی شریعت کو مانتا ہوں۔ جب تک تین دفعہ یہ اپنا چہرہ خود پانی سے نہ ہٹائے، پیٹ بھر کر پانی نہ پی لے اس وقت تک ہم اسے ذبحہ نہیں کرتے۔

بس عزادارو!

جیسے ہی قصاب یہ جملہ کہتا تو اس وقت میرا مولا سجادؑ کربلا کی طرف رُخ کر کے کہتے ہیں:

اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا اَبَتَاهُ

"بابا! مدینہ کا جانور بھی پیاسا ذبحہ نہیں ہوتا لیکن ہائے میرا بابا، ہائے میرا چچا، پیاسے گلے پہ قاتل کا خنجر چلا"۔

یہ غم تو ہے ہی سجادؑ کو مگر اس سے بڑا غم جہاں سجادؑ یہ برداشت کرنے کو بھی تیار نہیں کہ کوئی میری حمایت کرے۔ اتنا بڑا غم کہ سجادؑ اپنے ناصر و مددگار کو بھی برداشت نہیں کر رہے۔

وہ کیا غم ہے؟

یہ بابا کے گلے کا خنجر۔

اب آیئے! وہ غم دیکھیے

میرا حمایتی، میرا مددگار مجھے نہیں چاہیے۔

ابن زیاد کا دربار ہے، بے حیا ملعون تخت خلافت پر بیٹھا ہے۔ اللہ! اللہ! یہ دن بھی آنا تھا کہ ہندہ کے پوتے یزید کا گورنر بے شرمی اور ڈھٹائی سے تخت خلافت پر بیٹھے اور محمدؐ کی نواسیاں بے مقنعہ و چادر قیدی بنا کر اس کے سامنے کھڑی کی جائیں۔

عزادارو!

میں تو اپنے مظلوم آقا سجادؑ کا امتحان بتا رہا ہوں۔

ابن زیاد نے کہا: کوئی جا کر میرے قیدی مختارؓ کو لے کر آئے۔ بہت علی علی کرتا ہے، آ کر دیکھے تو سہی، علیؑ کی بیٹیاں کس حالت میں ہیں۔

عزادارو!

مختارؓ آئے۔

دیکھیے!

میرا اصل جملہ مختارؓ کے بارے میں نہیں ہے بلکہ امام سجادؑ کے بارے میں ہے۔

خیر!

مختارؓ آئے، سینہ تان کے آئے، چاہے قیدی ہیں۔

ابن زیاد نے کہا: تو نے مجھے سلام نہیں کیا، میں تیرا امیر ہوں۔

مختارؓ نے کہا: تو میرا امیر نہیں ہے۔ مدینہ والا آقا حسینؑ میرا امیر ہے۔ وہ آئے گا تو سلام کروں گا۔

ابن زیاد نے کہا: سن لے، تیرا مدینے والا حسینؑ کوفہ آ چکا ہے، میرا مہمان ہے، زیارت کرے گا؟

تڑپ کر کہا: اے ابن زیاد! ہاتھ جوڑ کر درخواست کرتا ہوں کہ صرف ایک بار

دُور سے زیارت کرا دے۔

ابن زیاد کہتا ہے: دُور سے نہیں نزدیک سے زیارت کر۔

غلام کو اشارہ کیا۔ ابن زیاد کے تخت سے ایک طشت نکالا جس پہ کپڑا تو پڑا ہے لیکن مختارؓ کے سامنے جب یہ طشت گیا تو کپڑا اٹھایا۔ مختارؓ نے دیکھا کہ میرے مظلوم آقا حسینؑ کا کٹا سر دیکھا۔ پہلے تو آقا کو سلام کیا:

اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا اَبَا عَبْدِ اللّٰهِ

پھر جوش میں آ کر جھٹکا دے کر ہتھکڑی توڑی، کسی سپاہی کی تلوار چھینی۔

جملہ اب سنیے!

تلوار چلانا چاہتے ہیں حسینؑ کی حمایت میں۔

امام سجادؑ کی آواز آئی: مختارؓ! تلوار نہ چلانا، تلوار کو چھوڑ۔ نگاہیں بھی بلند نہ کرنا، محمدؐ کی نواسیاں، علیؑ اور فاطمہؑ کی بیٹیاں، میری پھوپھیاں بے مقنعہ و چادر تیرے پیچھے کھڑی ہیں۔

اب حمایتی بھی برداشت نہیں ہے۔

ارے! زینبؑ کے سر پہ کسی کی نگاہ نہ پڑ جائے۔

بس ایک اور جملہ سنیے!

سجادؑ کس کا نام ہے؟

حیدرِ کرّار کے پوتے کا نام ہے سجادؑ۔ حسینؑ جیسے شجاع کا نام ہے سجادؑ۔ مگر سجادؑ جب زینب و اُمِ کلثومؑ کے مصائب کو دیکھتا ہے۔ میرا صابر امامؑ سیدالصابرین بھی ہے مگر جب اپنے گھر والوں کو بے مقنعہ و چادر کے دیکھتا ہے تو معلوم ہے امام سجادؑ کو کون یاد آتا ہے؟

جب کربلا میں امام سجادؑ معجزے سے لاشیں دفن کرنے آیا۔ ہر لاشہ دفن کرتا چلا گیا۔ کچھ نہ بولا لیکن جب عباسؑ کے لاشے کو قبر میں اُتارا تو خالی لاشے کو نہیں اُتارا بلکہ عباسؑ کے سینے پر سر رکھ کر لپٹ گیا۔

اے میرے غیرت مند چچا! تو نہ رہا۔

امام معصومؑ، حجتِ خدا کہہ رہا ہے:

''اے میرے غیرت مند چچا عباسؑ! تو نہ رہا تو آج یہ وقت آ گیا کہ میری پھوپھیاں اور میری مائیں......''

بس!

ساری زندگی ماتم کرنے والے کے ماتم کی رات آ گئی۔

زہر کے اثر سے میرا مظلوم آقا تڑپ رہا ہے، غسلِ میت کے لیے پانچواں امامؑ غسل خانے میں لے کر تو گیا مگر لوگوں نے امامؑ کی چیخ چیخ کر رونے کی آواز سنی۔

عزادارو!

غسل خانے کا غسال کب روتا ہے؟

کبھی نہیں روتا مگر تین غسال غسلِ میت میں روئے۔

پہلا تھا میرا مولا علیؑ جب فاطمہ زہراؑ کے بدن پہ پانی ڈال رہا ہے، کوڑے کا زخم دیکھا، بے اختیار علیؑ رو دیے۔

دوسری غسالہ ہے زندانِ شام میں ننھی سکینہؑ کو غسل دینے آئی ہے۔ غسل نہ دے سکی بس چیخ مارتی ہوئی باہر آ گئی۔ ہائے اس بچی پہ کتنے ظلم کیے۔

تیسرا غسال آج میرا پانچواں امامؑ ہے۔ باہر غسل دے کر تو رو دیے۔

پوچھا: مولاؑ! کیوں رو دیے؟

فرمایا: پینتیس سال ہو گئے، بابا کے گلے میں طوق کا نشان پینتیس سال بعد بھی نظر آرہا ہے۔

بس عزادارو!

جنازہ اُٹھا، جنت البقیع میں پہنچا۔

لوگوں نے کہا: مولا! ہمیں کسی بی بی کے رونے کی آواز آرہی ہے۔

میرے پانچویں امامؑ نے روتے ہوئے کہا: یہ میری دادی فاطمہ زہراؑ میرے بابا کا ماتم کرنے آئی ہے۔

کوئی تعجب نہیں ہے کہ اگر سکینہؑ کے وقت یہ واقعہ پیش آیا۔

اِدھر امام باقرؑ نے میت اُتاری ہو اُدھر قبر سے دو ہاتھ برآمد ہوئے ہوں کہ اے باقرؑ! میرے لال کو میرے حوالے کردے۔

سجادؑ کو لینے فاطمہ زہراؑ آئی ہیں۔

وَسَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَيَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ ۝

شام کا غم

آج دادی اور پوتے کا تذکرہ ہوتا ہے۔ عجیب شخصیت ہے جناب سجادؑ کی۔

جب کوئی بچہ دنیا میں آتا ہے تو سب سے پہلے اس کا نام رکھا جاتا ہے۔

کس کی گود میں گیا؟

کس نے اذان واقامت کہی؟

آغاز ہوگا دادا علیؑ سے، نام بھی وہی، گود بھی وہی، اذان واقامت بھی وہی اور اختتام ہوا سجادؑ کا دادی فاطمہؑ پر۔

پورے اہلِ بیتؑ کے گھرانے میں چہاردہ معصومینؑ میں دو معصوم جمیں ہر وقت اس طرح نظر آتے ہیں جس طرح سے جنابِ فاطمہؑ اور امام سجادؑ نظر آتے ہیں۔

پہلا تو وہی جملہ کافی ہے۔

کتاب الخصال میں علامہ شیخ صدوق رحمۃ اللہ علیہ نقل فرماتے ہیں: معصومؑ نے فرمایا:

اَلْبَکَّاؤُونَ خَمْسٌ

''جب سے دنیا بنی ہے اس وقت سے اب تک رونے والے تو خالی پانچ ہوئے ہیں''۔

ان میں چوتھے نمبر پر کہا: میری جدہ فاطمہؑ، پانچویں نمبر پر کہا: میرا دادا سجادؑ۔

پورے چہاردہ معصومینؑ میں بھی رونے کے حوالے سے اگر دو کا تذکرہ کیا ہے تو وہ دادی اور پوتے کا ہے۔

غسل خانے سے غسال کے رونے کی آواز نہیں آتی۔ جب بھی غسل خانے سے غسال کے رونے کی آواز آئی تو یا دادی کے غسل کے وقت، غسال میرا مولاؑ۔ یا پوتے کے غسل کے وقت میرا مولا باقرؑ رویا۔

اب ایک روایت اور سن لیجیے۔

دنیا میں جہاں کہیں بھی حسینؑ کا تذکرہ ہوتا ہے تو منبر کے قریب آکر پوتا بیٹھتا ہے اور جہاں سے عزادار مجلس داخل ہوتے ہیں وہاں دادی آکر بیٹھتی ہے۔

دنیا میں جہاں کہیں بھی مجلس ہوگی تو پوتا بھی اس مجلس میں آئے گا۔ آغاز بیان میں یہاں منبر کے قریب نظر آئے گا اور جب خطیب کا خطاب مکمل ہونے والا ہوگا اور ایسا گریہ ہوگا جیسا آپ کر رہے ہیں تو پوتا یہاں نظر نہیں آئے گا بلکہ پوتا وہاں نظر آئے گا جہاں سے عزادار مجلس میں داخل ہوتے ہیں۔

مولاؑ! یہاں سے وہاں کیوں گئے؟

فرمایا: وہاں میری دادی فاطمہؑ آکر بیٹھی تھی۔

عزادارو!

دنیا میں جوانی میں ہمیں بوڑھا ہوتا ہوا کوئی نظر نہیں آیا۔ یا یہ دادی فاطمہ تھیں جو جوانی میں بوڑھی نظر آئیں یا پوتا سجادؑ تھا جو جوانی میں بوڑھا نظر آیا۔ فاطمہؑ کا جوانی میں بوڑھا ہونا!

تاریخ کے یہ جملے ہیں کہ جب فاطمہؑ پہ پابندی لگا دی گئی کہ بیٹی بھی باپ کا ماتم نہیں کرسکتی مدینہ میں تو فاطمہ زہراؑ روزانہ بیت الحزن میں جاتی ہیں جو مدینہ سے باہر تھا۔ سارا دن ماتم کر کے آتی ہیں اور ایسی مجلس آپ نے دنیا میں نہ سنی ہوگی، نہ دیکھی ہوگی اور نہ پڑھی ہوگی۔ مصائب پڑھنے والی معصومہ ہوتی ہیں اور مصائب سننے والے دونوں معصومؑ ہوتے ہیں: ایک امام حسنؑ اور دوسرے امام حسینؑ۔

مصائب بیان کرنے والا کیا مصائب پڑھتا ہے؟

مجھے اور تو کچھ نہیں پتہ، فقط اتنا پتہ ہے اپنا لکھا ہوا نوحہ ضرور پڑھتی ہوں گی:

صُبَّت عَلَیَّ مَصَائِبٌ لَو اَنَّهَا

صُبَّت عَلَی الاَیَّامِ صِرنَ لَیَالِیَا

قابلِ غور بات یہ ہے کہ مؤرخ نے لکھا ہے کہ روزانہ صبح کو شہزادیؑ اپنے گھر سے بیت الحزن جاتی ہیں اور اس طرح جاتی ہیں ایک ہاتھ میں عصاء ہوتا ہے دوسرے ہاتھ میں امام حسینؑ نے انگلی تھامی۔ امام حسنؑ ماں کے ساتھ ساتھ، شام کو اسی طرح واپس آتی۔ عصاء ہے، امام حسینؑ ہیں اور امام حسنؑ ہیں۔

میں نے مؤرخِ اسلام سے سوال کیا: اتنا بتا دے عصاء تو بڑھاپے کی نشانی ہے نا۔ فاطمہؑ کی عمر کیا تھی کہ فاطمہؑ کو عصاء ہاتھ میں سنبھالنا پڑا۔ اٹھارہ سال کی عمر تھی، صرف اٹھارہ سال کی عمر ہے میری شہزادیؑ کی مگر اٹھارہ سال کی عمر میں اتنی بوڑھی ہوگئی کہ بغیر عصاء نہیں چل سکتیں۔

بس!

شام کو فتح کر کے زینبؑ کا قافلہ مدینہ آیا، سب سے پہلے پرسہ دینے کے لیے چچا محمد ابن حنفیہ قافلے میں گیا۔ چاروں طرف دیکھ رہا ہے۔ صرف عورتیں ہیں، میرا جوان بھتیجا بیمار کہیں ہونا چاہیے۔ پورے قافلے میں کوئی جوان نہیں آرہا۔

ہاں! اسی یا اسی سال کا مردِ ضعیف نظر آیا۔ سر کے بال سفید داڑھی کے بال سفید، چہرے پہ جھریاں ہیں۔ کمر جھکی ہوئی ہے، سگا چچا قریب جاتا ہے اور کہتا ہے:

اے مردِ بزرگ! میں اپنے بھتیجے سجادؑ کو ڈھونڈ رہا ہوں، نظر نہیں آرہا، کیا تو بتا سکتا ہے؟

ایک فریاد بلند کی اس مرد بزرگ نے، چچا محمد ابن حنفیہؒ۔

اَنَا عَلِی ابنُ الحُسَین

"میں ہی تو آپ کا جوان بھتیجا سجادؑ ہوں"۔

بے اختیار گلے سے لگایا۔ جیسے ہی گلے سے لگایا تو جناب سجادؑ نے کہا: چچا! اس طرح نہیں ذرا آہستہ آہستہ۔

محمد ابن حنفیہؒ نے کہا: بیٹا! یہ تو کیا کہہ رہا ہے؟

فرمایا: ایک سال سے ایک خاردار طوق جو گلے میں تھا اب تک اس کا زخم موجود ہے، گلے سے لگایئے مگر آہستہ۔

بس آخری دو جملے!

اگر کوئی فاطمہؑ سے پوچھے کہ شہزادیؑ! اٹھارہ سال میں آپ ضعیفہ کیسے ہو گئیں؟

تو فاطمہ زہراؑ کے کئی جواب ہوں گے۔

کبھی کہیں گی: میرے گھر کا جلا ہوا دروازہ دیکھو۔

کبھی کہیں گی: میری کمر کا کوڑا۔

کبھی کہیں گی: میری ٹوٹی پسلیاں۔

کبھی کہیں گی: میرا محسنؑ۔

جناب سجادؑ سے پوچھا گیا: آپ جوانی میں کیسے بوڑھے ہوئے؟

امام سجادؑ نے کوئی تفصیل نہیں بتائی، صرف ایک لفظ کہا:

اَلشَّام۔ اَلشَّام۔ اَلشَّام!

کربلا نے مجھے بوڑھا نہ کیا۔ ہائے شام میں میری پھوپھیاں۔ سجادؑ جوانی میں بوڑھا ہو گیا۔

وَسَيَعْلَمُ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَيَّ مُنقَلَبٍ يَنقَلِبُونَ ○

چلتا نیزہ رُک گیا

آلِ محمدؐ کی عصمت وطہارت نے کتنا نقصان پہنچایا۔ اگر معاذ اللہ معصوم نہ ہوتے۔ اگر معاذ اللہ آیۂ تطہیر کی سند نہ لیے ہوئے ہوتے۔ اگر معاذ اللہ عام لوگوں کی طرح سے ہوتے تو شاید اس طرح سے دشمن دشمنی کا مظاہرہ نہ کرتا کہ خالی جوانوں کو شہید نہیں کیا بلکہ عورتوں کے سروں سے چادریں بھی اُتاری، خاص طور پر میرا مولا سجادؑ یعنی کربلا سے جب یہ قافلہ چلا ہے تو مسئلہ صرف یہ نہیں ہے کہ امام سجادؑ اپنی بہنوں اور پھوپھیوں کو ننگے سر قیدی بنا دیکھ رہا ہے۔ کائنات میں سب سے بڑا مسئلہ امام سجادؑ کے لیے یہی ہے مگر اس کے علاوہ بھی شمر کیسا ملعون اور جہنمی ہے مگر ایک بات وہ جانتا ہے چنانچہ کئی بار راستے میں اس نے اس طریقہ پر عمل کیا۔

وہ کیا ہے ـــ؟ وہ یہی تو ہے نا!

ریاض القدس کتاب کی روایت آپ اکثر سنتے ہیں کہ جب یہ قافلہ گیارہ محرم کو چلا تھا تو نہ محملیں تھیں، نہ اماریاں تھیں، نہ سہارا دینے والا کوئی وارث تھا۔ ہر بی بی اُونٹ پہ اکیلے بیٹھی ہے۔ ننھے ننھے بچے اپنی ماؤں کی گودیوں میں بٹھائے گئے مگر ایک بچی سکینہؑ ہے کہ شمر کہتا ہے کہ میں کسی گود میں بھی اس کو بیٹھنے کی اجازت نہیں دے سکتا۔ نہ ماں ربابؑ کی گود میں بیٹھنے کی اجازت ملی، نہ پھوپھی زینبؑ کی گود میں بیٹھنے کی اجازت ملی۔

شمر ملعون نے کہا: یہ اُونٹ پر بیٹھے گی اور اکیلے بیٹھے گی۔

جنابِ زینبؑ نے بار بار کہا کہ اے شمر! یہ بچی کبھی اکیلے نہیں بیٹھی حتیٰ کہ محمل میں اکیلے نہیں بیٹھی۔ یہ تو بغیر محمل کی سواری ہے۔ ایسا نہ ہو کہ بچی کہیں گر جائے۔

ظالم کہاں سنتا ہے دوسرے کی بات۔

کہا: بچی نہیں گرے گی۔

اب یہ قافلہ چل رہا ہے۔ چلتے چلتے اچانک رُک گیا۔ شمر ملعون اپنی سواری سے اُترا، آگے بڑھا، سپاہیوں کے قریب آیا اور کہا: بغیر اجازت کے قافلہ کیوں روکا؟

سپاہیوں نے کہا: اے شمر! ہم کیا کریں جس نیزے پہ امام حسینؑ کا کٹا سر ہے وہ نیزہ زمین میں گڑ گیا ہے۔ آگے نہیں بڑھتا، ہم نے ہر کوشش کر کے دیکھ لی ہے۔

شمر نے کہا: اچھا! حسینؑ کا سر آگے نہیں بڑھ رہا۔ میں اس سر کو آگے بڑھاتا ہوں۔

بس!

شمر کا جملہ سنا، ہمارے ذہن میں آیا کہ شمر نیزے کے قریب آئے گا، دس بارہ سپاہیوں سے کہے گا کہ نیزے کو زمین سے نکالو۔

نہیں!

ملعون ہے، جہنمی ہے لیکن معرفتِ اہلِ بیتؑ اتنی رکھتا ہے۔

کہا: حسینؑ کا سر آگے نہیں بڑھتا، میں اسے آگے بڑھاتا ہوں۔

عجیب بات ہے، جہاں جانا چاہیے اُدھر نہیں گیا۔ سیدھے میرے مظلوم آقا سجادؑ کے پاس آیا۔ ہاتھ میں کوڑا ہے۔ ایک بار کوڑا اُٹھا کر میرے بیمار امامؑ کی کمر پہ مارا اور کہا: سجادؑ! جب تک تیرا بابا آگے نہیں بڑھے گا اس وقت تک مسلسل تیری کمر پہ کوڑے مارے جائیں گے۔

شمر جانتا ہے۔

دیکھیے!

یہ بھی سجادؑ کا ایک امتحان ہے۔

سیّد سجادؑ نے صرف ایک جملہ کہا: بابا! آپؑ رُک گئے ہیں؟

کٹے ہوئے سرِ مبارک سے آواز آئی: سجادؑ! میں تیری مظلومیت کو دیکھ رہا ہوں لیکن آگے کیسے بڑھوں میری سکینہؑ اُونٹ سے گر گئی ہے۔ جب تک سکینہؑ نہیں آئے گی حسینؑ آگے نہیں بڑھے گا۔

زینبؑ کے کان میں بھائی کا جملہ آ گیا کہ ارے میری سکینہؑ گر گئی ہے۔ شہزادی گھبرا کر اُونٹ سے اُتری جنگل میں داخل ہوئی:

اَیْنَ سَکِینَہ،

''ارے سکینہؑ بیٹی! کہاں ہو؟''

سکینہؑ کا جواب تو نہ آیا۔ ایک جگہ جھاڑیوں کے درمیان، ایک نقاب پوش، سیاہ پوش بی بی زمین پر بیٹھی نظر آ گئی۔ ننھی سکینہؑ ان کی گود میں سر رکھ کے سو رہی ہے۔

زینبؑ نے یہ منظر دیکھا تو شہزادی گھبرا گئیں۔

دیکھیے!

فطرت کیا کہتی ہے؟

ماں کا بیٹا کھو گیا لیکن جیسے ہی نظر آئے گا تو وہ فوراً تڑپ کے آگے بڑھے گی اور جلدی سے بیٹے کو اُٹھائے گی مگر زینبؑ نے یہاں دو عجیب باتیں دیکھیں کہ سکینہؑ مل گئیں مگر زینبؑ نے سکینہؑ کو نہیں اُٹھایا۔ حیرت کے ساتھ نقاب پوش بی بی کو دیکھا اور کہا: دو باتیں مجھے بڑی عجیب لگیں وہ یہ کہ اب تک جو آیا وہ بچی کے طمانچے تو

لگائے، بدن پہ کوڑے تو مارے لیکن آپ کون ہیں جو اس یتیمہ پر اتنی مہربانی فرمارہی ہیں اور اس سے زیادہ عجیب بات یہ ہے کہ یہ بچی تو وہ ہے کہ جب اس کا بابا مارا گیا اس وقت سے لے کر ابھی کچھ دیر پہلے تک اسے کبھی نیند ہی نہیں آتی ہے، کسی کے پاس اسے آرام ہی نہیں ملتا ہے۔ ارے! یہ تو ماں کی گود میں سونے کو تیار نہیں ہے، آپ کون ہیں کہ آپ کی گود میں بچی اتنے آرام سے سوگئی۔

نقاب کے پیچھے سے آواز آئی: ارے! اگر میں اس بچی پہ مہربانی نہ کروں گی تو پھر کون کرے گا۔ اگر یہ میری گود میں نہ سوتی تو پھر کس کی گود میں سوئے گی۔ جس کی گود میں حسینؑ سوتا تھا، اگر حسینؑ کی بیٹی سوگئی۔

زینبؑ نے آواز سنی تو حیرت بڑھ گئی، پریشانی بڑھ گئی۔ فرمایا: بی بی! آپ کی آواز میں نے سنی ہے، یہ جانی پہچانی آواز ہے، اپنا تعارف کرائیے۔

عزادارو!

کوئی نامحرم نہ تھا، بی بی نے چہرے سے نقاب کو ہٹایا اور فرمایا:

زینبؑ بیٹی! ارے مجھے دیکھ کر پہچان، میں تیری ماں فاطمہ زہراءؑ ہوں، جنت البقیع سے یہاں تک تیرے ساتھ ہوں۔ ہر مصیبت میں کوئی تیرا ساتھ دے یا نہ دے، تیری ماں فاطمہؑ ہر جگہ تیرے ساتھ ہے۔

وَسَيَعْلَمُ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَيَّ مُنْقَلَبٍ يَنْقَلِبُونَ ○

جنابِ سکینہؑ کا اُونٹ سے گرنا

شہدائے کربلا ہر چیز میں امامؑ کی اتباع کرتے رہے یہاں تک کہ عبادت میں بھی۔ وہ تو ساری رات عبادت میں گزاریں۔ یہ تو تمام تاریخوں کا جملہ ہے کہ شبِ عاشور اگر کوئی آدمی اصحابِ امام حسینؑ کے خیام سے گزرے اور کوئی آدمی لشکر یزید سے گزرے، لشکر یزید میں ہنسی مذاق تھے، قہقہے تھے، گپ شپ تھی۔

محاورتاً کہہ رہا ہوں: چائے کے دور چل رہے تھے اور ہر سپاہی اپنی جگہ بڑا خوش اور مطمئن تھا۔ کل مجھے کتنا بڑا انعام ملنے والا ہے۔ اس کے خیالی منصوبے بنائے جا رہے تھے۔ یہ زمین خریدوں گا، وہ گاڑی خریدوں گا، شادی کروں گا۔

اگر کوئی لشکر حسینؑ سے گزرے تو پوری رات ذکر خدا اور تلاوتِ قرآن کی ایسی آواز تھی کہ جیسے شہد کی مکھی کے چھتے کے قریب سے گزرو۔ تم مکھیوں کی بھنبھناہٹ کی آواز آتی ہے۔

فَیَا لَیْتَنِی کا مطلب یہ ہے کہ مولاؑ! ہم تو ایسے نمازی ہیں کہ اگر تیر بھی برس رہے ہوں تو ہم اپنی نماز چھوڑنے کو تیار نہیں۔ ہم برستے ہوئے تیروں میں نماز قائم رکھتے ہیں۔

مولاؑ! ہم تو اپنی عورتوں کے حجاب کے بارے میں اتنے سخت ہیں۔

اربابِ مقاتل نے ایک روایت لکھی ہے اس کی صحت پر بحث کیے بغیر مگر یہ دو تین جملے ہیں کہ آقا حسینؑ ذوالجناح سے جب زمینِ کربلا پر آئے اور ہر آدمی پریشان۔

دیکھیے!

امام حسینؑ کی ایک شخصیت ہے، ایک ہیبت ہے، ایک عظمت ہے۔ امام علیہ السلام کا ایک رُعب ہے، امام علیہ السلام کا ایک جلال ہے کہ گھوڑے سے گرنے کے باوجود کسی میں ہمت نہیں ہے کہ وہ امام علیہ السلام کے قریب آئے۔

ہر ایک پریشان ہے کہ حسینؑ ابھی زندہ ہے یا شہید ہو گئے۔

آپ کو معلوم ہے نا کہ تب شمر نے کہا کہ ایک طریقہ ہے اور وہ یہ کہ اپنے گھوڑوں کا رُخ خیام کی طرف پھیرو پتہ چل جائے گا کہ حسینؑ زندہ ہے کہ شہید ہو گئے۔

عزادارو!

اِدھر یہ گھوڑے خیام کی طرف چلے اُدھر آقا حسینؑ نے آواز دی: کہاں جا رہے ہو؟

مفہوم آقا کا یہ ہے کہ جو میرے جملے بنیں گے کہ ابھی حسینؑ زندہ ہے، کوئی حسینؑ کی بہن کے خیام تک نہیں جا سکتا۔

جنابِ قاسمؑ جب شبِ عاشور چچا کے پاس آیا تو کہا: چچا! کل کے شہیدوں میں میرا نام بھی ہے کہ نہیں؟

پہلے آقا حسینؑ نے خاموشی اختیار کیے رکھی پھر جب جواب دیا تو کیا جواب دیا؟

فرمایا: قاسمؑ! تو اپنا نام پوچھ رہا ہے، کل شہیدوں میں تو تیرے ننھے بھائی اصغرؑ کا نام بھی ہے۔

تو قاسم کا جواب کیا تھا؟

جوش اور غضب کے عالم میں کھڑے ہو گئے اور کہا: چچا! کیا یہ بے حیا فوج

ہمارے خیام میں پہنچ جائے گی۔ ہماری عورتوں اور ہمارے پردہ داروں کی بے حجابی ہو گی۔

دیکھیں!

وہ سرکار سید الشہداء ہیں اور یہ تیرہ سال کا کمسن شہید ہے مگر دونوں کے اندر آپ نے دیکھا کہ فَیَا الْیَتِیْمِ کا مطلب کیا؟

مولا! ہم نمازی ایسے۔

مولا! ہم حجاب کے بارے میں پابند ایسے۔

عزادارو!

پورے کربلا کے واقعہ میں امام حسین علیہ السلام کے کسی بچے نے بھی نہیں کہا کہ چچا ہم بہت پیاسے ہیں۔

کلیجہ پھٹ رہا تھا پیاس کی وجہ سے۔ کربلا میں معجزے نہیں دکھائے گئے تھے۔ صرف علی اکبرؑ کو آخر میں انگوٹھی دی تھی۔ بچے پیاسے تھے اور پیاس محسوس کر رہے تھے لیکن امام حسینؑ کے بچے اتنے غیرت مند ہیں کہ خود دربار یزید کا ایک فقرہ ہے۔

یزید نے پوچھا: جب شامِ غریباں تم نے بچوں پہ ظلم کیا تھا تو اس وقت بچوں نے کیا کیا تھا؟

کہا: اتنے غیرت مند بچے ہم نے کبھی نہیں دیکھے۔ نہ ہاتھ جوڑے نہ درخواست کی، نہ معافی مانگی، بہت زیادہ جب کسی پر ظلم کرتے تھے تو بچے ہمیں دیکھ کر قرآن کی ایک آیت پڑھ دیتا تھا:

فَاَمَّا الْيَتِيْمَ فَلَا تَقْهَرْ ۝۹

"یتیم کو نہ جھڑکنا"۔ (سورۂ ضحیٰ: آیت ۹)

تو اس حالت میں بھی کسی بچے نے نہیں کہا کہ چچا! پانی کا انتظام کر دیجیے۔

اچھا!

عمر ابن سعد سامنے سے انھی بچوں کو پانی دکھا دکھا کر پیشکش کر رہا ہے کہ اگر ہماری بات مان تو کھانا بھی ہمارے پاس ہے اور پانی بھی ہمارے پاس ہے۔

فَیَا لَیۡتَنِی کا مطلب یہ ہے کہ مولا! ہم آپؑ پر مر جائیں گے لیکن حرام غذا کی جانب ہاتھ نہیں بڑھائیں گے۔

بس!

سارے بچوں پر مل کر جو ظلم ہوئے ان سب کو ملایئے تب بھی شاید اس ایک ظلم سے یہ چھوٹا ہی نظر آئے گا کہ جب ننھی سکینہؑ اونٹ پر اکیلے بٹھائی گئی۔ محمل تو چھوڑیئے اماری تو چھوڑیئے، کوئی سہارا دینے والی بی بی بھی نہیں ہے اور وہ بچی جنگل میں گر پڑی۔

بس ایک جملہ!

بی بی زینبؑ سکینہؑ کو اٹھا کر لائیں اور فرمایا: شمر! میں نے کہا تھا کہ یہ بچی اکیلے نہیں بیٹھ سکتی۔ زندگی میں کبھی اکیلے کسی سواری پر نہیں بیٹھی اب تو میری گود میں دے دے۔ ربابؑ کی گود میں دے دے، کسی اور بی بی کی گود میں دے دے ورنہ یہ دوبارہ گر جائے گی۔

شمر ملعون کہتا ہے: زینبؑ! گھبراؤ نہیں اب میرا وعدہ ہے کہ یہ بچی دوبارہ نہیں گرے گی، میں نے اس کا انتظام کر لیا ہے۔

عزادارو!

شمر ملعون نے کیا انتظام کیا؟ ایک انتظام تو یہ ہے کہ اس بچی کو کسی بی بی کی گود

میں دے دیتا۔

نہیں! یہ انتظام نہیں کیا۔

ایک انتظام یہ ہے کہ اُونٹ پر کوئی محمل رکھ دیتا بچی کے لیے، یہ بھی انتظام نہیں کیا۔

پھر کیا انتظام کیا؟

رسّی کا ایک ٹکڑا لے کر آیا۔ ننھی سکینہؑ کو اُونٹ کی پیٹھ پہ لٹایا۔ بچی کو اُونٹ کی پیٹھ پر اُلٹا لٹا دیا گیا اور اس بچی کو رسّی کے ذریعے اُونٹ کی پیٹھ سے باندھ دیا۔

ساری زندگی بابا کے نرم سینے پہ سونے والی سکینہؑ آج اُونٹ کی پیٹھ پر بندھی ہوئی ہے۔

جب یہ اُونٹ کوفہ کے قریب پہنچا اور رسّی کھول کر سکینہؑ کو اتارا گیا تو سکینہؑ کا سارا بدن زخمی تھا، سارا کرتہ خون میں بھرا تھا۔ اُونٹ کی ساری پیٹھ خون سے بھری ہوئی تھی۔

آپ نہیں روئے ہوں گے، اتنا جتنا وہ رویا ہوگا۔

زینبؑ نے فرات کا رُخ کیا اور کہا: عباسؑ! آ کر دیکھ تیری بھتیجی پہ کیا قیامت ٹوٹ رہی ہے؟

ہائے میرے آقا عباسؑ! سکینہؑ کا خون! بندھی ہوئی رسّی۔

وَسَيَعْلَمُ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَيَّ مُنْقَلَبٍ يَنْقَلِبُونَ ○

اُمِ حبیبہؓ کے لیے دُعا کرنا

اگر دُعا میں امام حسین علیہ السلام مظلوم کا واسطہ دے دیا جائے تو ضرور قبول ہوتی ہے۔ بعض مورخین نے لکھا ہے کہ پہلی صفر کو سیدانیوں کا قافلہ ملکِ شام میں داخل ہوا۔ آج کوفہ کے مصائب کی آخری منزل ہے۔

اگر دُعا میں آپ حسینؑ مظلوم کے ساتھ حسینؑ کے اس گھرانے کا واسطہ دیں جن سے بازارِ کوفہ میں التماسِ دُعا کی گئی۔

سیدانیوں کا لٹا ہوا قافلہ کوفہ میں داخل ہو گیا۔ درِ کوفہ نظر آیا۔ شہر میں یہ قافلہ داخل ہوا۔ امام سجادؑ کو اُونٹ سے اُتار کر پیدل چلایا گیا۔ سکینہؑ کو پھوپھی کی گود میں بٹھا دیا گیا۔ اب یہ قافلہ شہر کوفہ میں داخل ہوا ہے۔

اب یہاں پہ دو باتیں ہیں:

عمر ابن سعد کو جلدی ہے کہ وہ دربار میں جائے اور انعام لے۔ وہ چاہتا ہے کہ جلدی سے یہ قافلہ دربار یعنی دارالامارہ میں پہنچے۔

ابن زیاد کہتا ہے: رُک جاؤ، ابھی میرے دربار میں نہ آنا، بازارِ کوفہ میں قافلہ روک دو۔

اس کی دو وجوہات ہیں: پہلی وجہ اس نے یہ بتائی کہ میرے دربار کی سجاوٹ ابھی نامکمل ہے۔ پہلے دربار سجے گا چاہے محمدؐ کی نواسیاں جلتے سورج کے نیچے بے محل و اماری کے سواری پہ بیٹھی ہوں۔

دیکھیے عزادارو!

میں کہتا ہوں کہ یہ بات بھی میں سمجھ لیتا ہوں لیکن اس کا دوسرا جملہ۔

دوسری وجہ یہ بتائی کہ میں یہ چاہتا ہوں کہ کوفہ بھر کے سارے مرد اچھی طرح سے فاطمہ زہراؑ کی بیٹیوں کا تماشا دیکھیں۔ اتنی دیر انھیں کھڑا کرو کہ ایک ایک کوفہ والا علیؑ و فاطمہؑ کی بیٹیوں کو دیکھ لے۔

عزادارو!

میرا مظلوم آقا جس نے کہیں معجزہ نہ دکھایا زینبؑ کے چہرے پر سے نامحرم کی نگاہ ہٹانے کے لیے نوکِ نیزہ پہ تلاوتِ قرآن شروع ہوگئی تاکہ مجمع کی نظر اُدھر ہو جائے۔

دیکھیے!

میرے مصائب بھی ایک دوسرے سے مربوط ہیں۔

شہر کوفہ میں کچھ صاحبانِ ایمان بھی تھے۔ مالک اشترؓ کی بیٹی امام سجادؑ سے بات کر رہی ہے۔ حبیبؓ ابن مظاہر کی بیوہ شہزادی زینبؑ کو پُرسہ دے رہی ہے مگر وہیں پر ایک ایسی ضعیف مومنہ بھی تھی جو مہینوں گھر سے باہر نہیں نکلیں۔ اسے پتا ہی نہیں یہ کیا قیامت ہوگئی۔ حکمِ حاکم آیا کہ کل ہر عورت مکان کی چھت پر آکر بیٹھے تو وہ بھی آکر بیٹھ گئی۔ اور جب یہ قافلہ حبیبؓ ابن مظاہر کے مکان سے آگے بڑھ کر بازار میں رکا تو اس کی نگاہ پڑی جو سواری بالکل میری چھت سے ملی ہوئی ہے۔ ایک ضعیف بی بی سفید بالوں سے چہرہ چھپائے ہوئے ہے لیکن ان کی گود میں ایک عجیب سی بچی بیٹھی ہوئی ہے، کانوں میں جما ہوا خون نظر آرہا ہے۔ رخساروں پہ طمانچوں کے نشان اور سارا کُرتہ تازہ خون سے بھرا ہوا مگر اس سے پہلے کہ اُم حبیبہؓ سمجھے کہ یہ کیا واقعہ ہوا؟

بچی نے سر اُٹھا کر کہا: پھوپھی اماں! بہت پیاس لگ رہی ہے کیا یہاں بھی پانی نہیں مل سکتا؟

یہ بات سن کر اس مومنہ کا دل تڑپ اُٹھا۔ اللہ اللہ! یہ بچی اتنی پیاسی ہے کہ جسم سے نکلنے والے خون کا احساس نہیں، زخمی کانوں کا خیال نہیں۔

عزادارو!

اُمِ حبیبہؓ دوڑ کر ٹھنڈا پانی لے کر آئیں، ہاتھ بڑھا کر بچی کو پانی کا کوزہ دیا۔ بچی نے پانی پیا کیونکہ پتہ ہے کہ پانی کا سوال حسینؑ نے بھی اصغرؑ کے لیے کیا ہے۔

یہ شانِ اہلِ بیتؑ کے خلاف نہیں۔ پانی لیا، پانی پینا چاہتی ہیں۔

ضعیفہ کہتی ہے: بچی! پانی پی لے پھر میرے حق میں دو دُعائیں کرنا کیونکہ خدا تم جیسے یتیموں اور قیدیوں کی دُعا کو بہت جلد قبول کرتا ہے۔

بچی بہت چھوٹی ہے مگر مشکل کشا کی پوتی ہے۔ جیسے ہی سنا کہ اس مومنہ کی کوئی حاجت ہے، ہونٹوں کے قریب ٹھنڈا پانی آیا تھا کہ ہٹا دیا۔

سکینہؑ نے فرمایا: بتا تیری دُعا کیا ہے، پہلے تیری دُعا پھر سکینہؑ اپنی حاجت پوری کرے گی۔

کہا: میری دُعا تو ایک ہی تھی لیکن تجھے دیکھ کر ایک دوسری دُعا بھی دماغ میں آگئی۔ دُعا کرو کہ خدا میرے بچوں کو تیری طرح یتیم اور قیدی نہ بنائے۔

اللہ! اللہ! سکینہؑ نے ننھے ننھے ہاتھ جوڑے۔

خداوندا! میرے بابا کے کٹے سر کا واسطہ!

میرے چچا عباسؑ کے کٹے ہوئے بازوؤں کا واسطہ

جو یتیمی اور اسیری سکینہؑ پر آئی ہے اس مومنہ کے بچے اس سے محفوظ رہیں۔

فرمایا: اب تیری دوسری اور اصل دُعا کیا ہے؟

کہا: بس! اب ایک ہی دُعا ہے۔ بہت بوڑھی ہوگئی ہوں، زندگی کا بھروسہ نہیں ہے، مرنے سے پہلے خدا ایک مرتبہ مجھے مدینہ کی زیارت کا موقع دے دے۔

سکینہؑ یہ سن کر دُعا کرنے لگیں لیکن زینبؑ نے دشمنوں کے شہر میں اپنے شہر کا نام سنا۔ چونک کر سر اُٹھا اور کہا: اے ضعیفہ! تو مدینہ میں کیوں جانا چاہتی ہے؟

کہا: مدینہ میرے آقا علیؑ کا شہر ہے، میری شہزادی فاطمہؑ کا وطن ہے۔

جنابِ زینبؑ نے فرمایا: اب نہ علیؑ ہیں نہ فاطمہؑ۔

وہ مومنہ کہتی ہیں: تو کیا ہوا، علیؑ کا بیٹا، میرا آقا حسینؑ تو ہے، فاطمہؑ کی بیٹی میری شہزادی زینبؑ تو ہے۔

فرمایا: ضعیفہ! خالی زینبؑ کا نام سنا ہے یا تو زینبؑ کو پہچانتی بھی ہے؟

اُمِ حبیبہؓ بڑے فخر کے ساتھ کہتی ہے: بھلا کیسی بات کرتی ہو۔ پہلے تو ہر سال بی بی کی زیارت کو جاتی تھی اب بڑھاپے نے مجبور کردیا۔ بھلا میں زینبؑ کو نہ پہچانوں۔ بس!

اتنا سننا تھا، کوئی نامحرم متوجہ نہیں۔ زینبؑ نے چہرے سے بالوں کو ذرا ہٹایا اور فرمایا: اے اُمِ حبیبہؓ! پہچان! میں فاطمہؑ کی بیٹی زینبؑ تیرے شہر میں آئی ہوں۔

اُمِ حبیبہؓ نے جنابِ زینبؑ کو دیکھا، تڑپ کر کہا:

شہزادی! آپؑ کی چادر چھن گئی، آپؑ کے بازوؤں میں رسی بندھ گئی، میرا آقا عباسؑ کہاں چلا گیا؟ عباسؑ کی بہن کے ہاتھوں میں رسی؟

ہائے میرا آقا عباسؑ!

وَسَيَعْلَمُ الَّذِينَ ظَلَمُوٓا أَيَّ مُنقَلَبٍ يَنقَلِبُونَ ۝

اللہ کا وعدہ

اللہ تو تمھیں اس امتحان میں بھی نہیں ڈالے گا کیونکہ تم میں طاقت نہیں ہے۔ جس امتحان میں اولاد اور اولادِ حسینؑ کو ڈالا ہے، اُن کا اللہ پہ بھروسہ دیکھیے اور اپنے آپ کو دیکھیے کہ کتنا اللہ کے بارے میں شک ہے۔ (معاذ اللہ)

ذرا دیکھیے آقا حسینؑ کا خدا پہ بھروسا!

جب ذوالجناح سے زخموں سے چور چور ہو کر زمین کربلا پر گرے۔

''اے خدا! میں نے اپنا وعدہ پورا کر دیا، اب تُو اپنا وعدہ پورا کر''۔

حسینؑ کا بھروسہ دیکھیے!

اصغرؑ کی قبر بنا چکے، عباسؑ کے سرہانے پہنچ کر اپنی عباء کے دامن سے دوسری آنکھ کا خون صاف کر چکے۔ قاسمؑ کے بدن کے ٹکڑوں کو عباء میں جمع کر کے لا چکے۔ علی اکبرؑ کا لاشہ اُٹھا چکے اور پھر بھی حسینؑ کا اللہ پہ بھروسہ ہے۔

اے اللہ! میں نے اپنا وعدہ پورا کیا، حسینؑ کا وعدہ تو یہاں پورا ہوا مگر خدا نے کوئی وعدہ سجادؑ اور زینبؑ سے بھی لیا تھا۔

آج میرے مظلوم آقاؑ کا بیسواں ہے۔ عرب کا جو بھی رواج ہو لیکن ہمارے ہاں تو اس موقع پر کس طرح سے مرنے والے کو یاد کیا جاتا ہے۔ دسترخوان سجا کر فاتحہ کا سامان رکھا جاتا ہے۔ کچھ اور ہو کہ نہ ہو پانی کا پیالہ ضرور رکھا جاتا ہے۔

زینبؑ کے پاس اتنا پانی نہیں ہے کہ ننھی سکینہ کو دے سکے کیونکہ بیسویں کے

علاوہ آج کے بارے میں یہ کہا جاتا ہے کہ پہلی صفر کو اہلِ بیتؑ کا قافلہ شام میں داخل ہوا۔

یاد ہے نا!

سیّد سجادؑ نے بار بار اَلشَّام، اَلشَّام جو کہا ہے نا۔

آج اہلِ حرم شام میں داخل ہوئے۔ بازارِ کوفہ میں اُمِ حبیبہؓ کے مکان کے سامنے سکینہؑ نے پانی مانگا، وہ اپنی جگہ ـــ راہِ شام میں سکینہؑ کو شمر سے پانی مانگنا پڑا تھا۔ لیکن نہ کوفہ میں پانی نہ شام میں پانی ملا۔ اُمِ حبیبہؓ کا دیا ہوا کوزہ فوج یزید نے چھینا اور راہِ شام میں شمر نے پوری مشک کھول کر صحرا پہ بہادی۔

عزادارو!

شام کے حوالے سے صرف دو جملے عرض کرتا ہیں:

یہ اہلِ بیتؑ کس طرح سے شہداء کا بیسواں کر رہے ہیں؟

مجھے نہیں پتہ مگر یکم صفر کو لٹا ہوا قافلہ شام میں داخل ہوا۔

بس دو جملے!

جب یہ قافلہ شام میں داخل ہوا تو شہزادی زینبؑ، سر پہ چادر تو نہیں ہے نا۔ دیکھنے والوں نے دیکھا کہ بی بی زینبؑ کا سارا سر اپنے خون سے رنگین اور زخمی ہے۔

بی بی زینبؑ کا چہرہ بھی زخمی ہے، خون جما ہوا ہے۔

عزادارو!

سکینہؑ کے کانوں میں جما ہوا خون تو آپ سنتے ہیں۔ زینبؑ کا چہرہ بھی زخمی ہے۔ یہ شام میں زینبؑ کا داخلہ ہے۔ زخمی سر کے ساتھ، بال خون سے رنگین ہیں، چہرہ زخمی ہے۔

کربلا کے بعد کسی نے پوچھا تھا: مولا سجادؑ! شہزادی زینبؑ نے کربلا میں جہاد میں حصّہ نہیں لیا لیکن اُن کا سر کیسے زخمی ہوا؟

فرمایا: سوال کرنے والے! جب یہ قافلہ چل رہا تھا اور اُونٹ دوڑائے جارہے تھے تو بیبیوں کی گود سے بچے اُچھل اُچھل کر گرتے تھے۔ میری پھوپھی فریاد کرتی تھی کہ اے پسر سعد! قافلے کو روک لے میرا بیٹا گر گیا، میری بیٹی گر گئی۔

عمر ابن سعد کہتا تھا: سپاہیو! اس گرے ہوئے بچے پر سے اُونٹوں کو دوڑا کر لے چلو۔

اللہ! اللہ! ـــــ کوفہ سے شام تک کتنی ننھی ننھی قبریں ہیں جن کا نشان بھی کسی کو نہیں پتہ۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: میری پھوپھی نے جب یہ دیکھا کہ ظالم قافلہ نہیں روکیں گے تو جب کوئی بچہ گرتا تھا، ساتھ زینبؑ بھی اپنے آپ کو اُونٹ سے گرا دیتی تھیں۔

عزادارو!

گرنے والا جب گرے گا، ہاتھوں کو بڑھا کر سہارا لیتا ہے لیکن ہائے میری شہزادی۔

امامِ زمانہؑ سلام کر رہے ہیں:

"میرا سلام زینبؑ پر جن کے دونوں ہاتھ پسِ گردن بندھے ہیں"۔

ایک بار نہیں بلکہ بار بار اُونٹوں سے گر کر مشکل سے یہ بارہ یا اٹھارہ بچوں کو بچا لیا۔

یہ بی بی زینبؑ کے زخمی سر کی کہانی ہے۔

زینبؑ کا چہرہ؟

امیر مختارؓ کے دربار میں خولی کا جملہ سنیں۔

خولی ملعون کو پکڑ کر لایا گیا۔ مختارؓ نے کہا: یہ بتا کہ تُو نے کربلا میں کیا کیا؟

کہا: اے حاکم! مجھے آنے میں ذرا دیر ہو گئی، لوٹ مار شروع ہو چکی تھی۔

عزادارو!

میں نے ایک جملہ بیان کیا ہوگا کسی مجلس میں کہ امام حسین علیہ السلام ذوالجناح سے گرے نہیں تھے۔ عمر ابن سعد نے حرملہ سے کہا تھا کہ جب تک حسینؑ گھوڑے سے نہیں گریں گے اس وقت تک میرا کوئی سپاہی قریب نہیں جائے گا۔

حسینؑ کی عظمت سے سب واقف ہیں۔

آیئے اب زینبؑ کے بارے میں سنیں۔

خولی کہتا ہے: لوٹ مار شروع ہوئی، مجھے آنے میں ذرا دیر ہو گئی۔ جب میں پہنچا تو میں نے دیکھا کہ سارا سامان لوٹا جا چکا ہے۔ ساری بیبیوں کی چادریں لوٹی جا چکی ہیں۔ مگر اللہ رے عظمتِ زینب الکبریٰؑ۔ کسی یزیدی میں ہمت نہیں ہے کہ وہ بی بی زینبؑ کے قریب آئے۔

جیسے وہاں امام حسینؑ کا مسئلہ تھا ویسے یہاں زینبؑ کا مسئلہ ہے۔

کلثومؑ کی چادر چھنی، ربابؑ کی چادر چھنی، لیلیٰؑ کی چادر چھنی، فاطمہ کبریٰؑ کی چادر چھنی، لیکن زینبؑ کے بارے میں ہر ایک کو پتہ ہے کہ رسولؐ کی نواسی ہے، علیؑ کی بیٹی ہے۔ زینبؑ کی چادر پہ کوئی ہاتھ ڈالنے کو تیار نہیں ہے، ڈر رہے ہیں، خوف ہے۔

خولی کہتا ہے: اے حاکم! میں نے سوچا کہ میں اپنا نقصان کیوں کروں؟ ایک ہی تو چادر ہے جو بچی ہوئی رہ گئی ہے۔ میں آگے بڑھا اور میں نے چادرِ زینبؑ پر ہاتھ ڈالا۔

بی بی زینبؑ پچپن برس کی ضعیفہ ہیں، کلیجے پہ عباسؑ، علی اکبرؑ کا داغ ہے مگر حیدرِ کرار، فاتح خیبر کی بیٹی ہے۔

اِدھر میں نے چادر کو کھینچنا چاہا، اُدھر زینبؑ نے دونوں ہاتھوں سے چادر کو تھام لیا۔

حیدرِ کرار کی بیٹی، خولی جوان ہے کہ میں تھک گیا تھا چادر چھینتے چھینتے، زینبؑ کی چادر نہ چھین پایا۔

شہزادیؑ نے چادر کو روکا۔ میں نے سوچا کہ اس طرح یہ کام نہیں ہوگا۔

اے حاکم! میں نے کوڑا اُٹھایا اور بی بیؑ کے مارا۔ چہرے سے خون جاری ہوا۔ چادر ڈھیلی پڑی۔ میں نے چادر چھین لی۔

وَسَيَعْلَمُ الَّذِينَ ظَلَمُوٓا أَيَّ مُنقَلَبٍ يَنقَلِبُونَ ۝

جنابِ اُم البنینؑ کی فریاد

عزادارو!

دو منزلیں کربلا میں ایسی آئی تھیں کہ امام حسین علیہ السلام جنابِ عباسؑ کو جانے نہیں دیتے مگر جانے دیا۔ حسینؑ عباسؑ کو نہیں جانے دیں گے یا خیمہ کے باہر۔

دو جگہ پر حسینؑ کا جملہ ہے، فرمایا:

عباسؑ! میں نہیں کہتا تم سے کہ مگر کیا کروں پھر بھی کہہ رہا ہوں:

ایک یہ کہ جب شمر جھوٹا رشتہ بنا کر آیا تو امام حسینؑ نے کہا: اب جاؤ عباسؑ!

دوسرا یہ کہ جب سکینہؑ عباسؑ کی سفارشی بن کر آئی۔

ایک صبحِ عاشور اور دوسرا عصرِ عاشور ہے۔ صبحِ عاشور سے عصرِ عاشور تک درمیان میں پورا دن عباسؑ نے آقا حسینؑ سے صرف ایک جملہ سنا اور وہ یہ کہ عباسؑ جب بھی اجازت لینے گئے تو امام علیہ السلام نے فرمایا:

عباسؑ! تم تو میرے لشکر کے علمدار ہو۔ تم کو جانے کی اجازت نہیں دے سکتا۔

عزادارو!

آخر وہ منزل بھی آگئی کہ جنابِ عباسؑ کو تڑپ کر کہنا پڑا:

آقا! وہ لشکر رہا کہاں جس کا میں علمدار ہوں۔ میرے سارے سپاہی کوثر کے کنارے میرا انتظار کر رہے ہیں۔

امام حسین علیہ السلام نے فرمایا: عباسؑ! میں تمھیں نہیں جانے دوں گا۔

جب عباسؑ خیمے میں آئے، ننھی سکینہؑ نے چچا کا دامن تھام لیا اور کہا:

چچا! یہ سارے بچے میرے پاس آئے ہیں۔

آج کے جملے کو کل کی مجلس سے ملایئے۔ اُمِ حبیبہؑ سکینہؑ کو دیکھ کر کہتی ہے:

میرے حق میں دُعا کرو۔

مشکل کشا کی پوتی دُعا کر رہی ہے نا۔

یہاں تو بچے آکر جملہ ہی یہ کہہ رہے ہیں کہ اے سکینہؑ! تم مشکل کشا کی پوتی ہو، ہم بہت پیاسے ہیں، پیاس سے کلیجہ پھٹ رہا ہے، کہیں سے پانی نہیں آسکتا؟

سکینہؑ نے کہا: چچا! میں نے ان سے وعدہ کر لیا۔

چچا! تین سال کی بچی کیا پانی لے کر آئے گی لیکن وعدہ صرف تیرے سہارے پہ کیا ہے۔ تیرے بھروسے پہ کیا ہے کہ میرا چچا عباسؑ! ایسا ہے کہ وہ چاہے تو پانی لا سکتا ہے۔

آقا عباسؑ نے ہاتھ جوڑ کر ایک ہی جملہ کہا: سکینہؑ بیٹی! میں تیرے لیے پانی لانے کے لیے تیار ہوں لیکن تیرا بابا! میرا آقا اجازت نہیں دے رہا۔

بس عزادارو!

اب آئی ہے ایک منزلِ فخر!

سکینہؑ کہتی ہے چچا! اتنی سی بات۔ بابا! نے آج تک میری کوئی بات ٹالی نہیں ہے۔ چلیے میں چل کر بابا! سے آپؑ کی سفارش کرتی ہوں۔

عباسؑ کے دل کی تو گویا کلی کھل گئی۔ جھک کر سکینہؑ کو گود میں اُٹھایا اور حسینؑ کے خیمے میں چلے آئے۔

حسینؑ امامِ وقت ہے جب یہ منظر دیکھا تو فرمایا:

عباسؑ! میں سمجھ گیا ہوں کہ تُو اس وقت سکینہؑ کو کیوں لے کر آیا۔ اب نہیں روکوں گا کیونکہ سکینہ آ گئی ہے۔

فرمایا: سکینہؑ بیٹی! ابھی تُو جس چچا کی سفارش کر رہی ہے نا، تھوڑی دیر بعد یہی چچا بہت یاد آئے گا۔ جب رخساروں پہ طمانچے لگ رہے ہوں گے، جب کوڑے پڑ رہے ہوں گے، یہی چچا بہت یاد آئے گا۔

عزادارو!

یہی جملہ جنابِ اُم البنینؑ کی فریاد تھی۔

بعد از کربلا جنابِ اُم البنینؑ نے فریاد کی تھی: بیٹا عباسؑ! دنیا مجھے آ کر یہ پرسہ دیتی ہے کہ تیرا عباسؑ مارا گیا۔ میں کسی کی بات پر یقین نہیں کرتی ہوں کیونکہ میں نے تجھے دودھ پلایا ہے۔ میں نے تجھے پالا ہے۔ مجھے پتہ ہے کہ میرا عباسؑ کتنا بہادر ہے۔ اسے کوئی مار ہی نہیں سکتا۔ مجھے یقین ہے کہ یہ لوگ جھوٹ کہہ رہے ہیں، غلط فہمی ہو رہی ہے۔

لیکن عباسؑ! پھر تیری ماں یقین بھی کر لیتی ہے کہ میرا عباسؑ مارا گیا۔ جب میں سنتی ہوں کہ ننھی سکینہؑ کے طمانچے لگے۔

اب یہ جملہ بھی ذہن میں رکھیں۔

بی بیؑ نے فرمایا: جب میں سنتی ہوں۔

جنابِ اُم البنینؑ نے واپسی پر سکینہؑ کو دیکھا نہیں، ننھی سی بچی زندانِ شام ہی میں دفن ہوئی۔

اُمِ حبیبہؓ نے رخساروں پہ طمانچوں کے نشان دیکھے۔ اُم البنینؑ نے سکینہؑ کے رخسار نہیں دیکھے۔

فرمایا: جب سنتی ہوں کہ سکینہؑ کے طمانچے لگے۔

عباسؑ! مجھے پھر یقین ہے کہ تُو مارا گیا، جب سنتی ہوں کہ میرے امامِ زمانہؑ سید سجادؑ کی کمر پہ کوڑے لگے۔ اگر میرا عباسؑ ہوتا تو کوئی کوڑے نہیں مار سکتا تھا لیکن سب سے بڑھ کر یقین کر لیتی ہوں کہ میرا عباسؑ مارا گیا۔ جب میں سنتی ہوں کہ میری شہزادی زینبؑ کی چادر چھن گئی۔ اگر میرا عباسؑ زندہ ہوتا تو کس میں مجال تھی کہ چادرِ زینبؑ میں ہاتھ ڈالے۔

وَسَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَيَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ○

جہادِ زینبؑ

امام حسین علیہ السلام نے کربلا میں ایسا جہاد کیا کہ دُنیا عباسؑ واکبرؑ کا جہاد بھول گئی۔ بی بی زینبؑ نے بھی کوفہ اور شام میں ایسا جہاد کیا جس کی مثال نہیں ملتی۔ بی بی زینبؑ کے جہاد کی مثال ملے گی تو صرف آقا حسینؑ سے ملے گی۔

بڑے بڑے تجربہ رکھنے والے مرد، ذرا انھیں کہیے کہ پہلی بار عوام میں تقریر کریں، علم بھی بہت ہے، معلومات بھی بہت ہیں لیکن پہلی بار مجمع کے سامنے بولنا ہے تو خوف ہوتا ہے۔ آواز لڑکھڑاتی ہے۔ جملے ٹوٹنے لگتے ہیں۔ جوں توں کر کے مجلس ختم کی جاتی ہے۔

جنابِ زینب الکبریٰؑ پہلی بار کوفہ میں خطاب فرما رہی ہیں اور شام کے دربار میں۔ کہیں کسی ایک جگہ بھی بی بی زینبؑ کی آواز میں کوئی ایک کمی ہوئی ہو۔ کمزوری، لڑکھڑاہٹ، کائنات کے عظیم خطبات میں سے ایک خطبہ۔

بی بی زینبؑ نے اُونٹ کی پیٹھ پر بندھے ہاتھوں کے ساتھ بازارِ کوفہ میں خطبہ دیا اور کائنات کا دوسرا عظیم ترین خطبہ بی بی زینبؑ نے اس حالت میں دیا کہ ایک رسّی میں اٹھارہ گلے باندھے گئے ہیں یزید ملعون کے دربار میں۔

یہ بازارِ کوفہ سارا مجمع جو مخالف ہے، بی بی زینبؑ کے ہاتھ بھی گردن سے بندھے ہیں، اُونٹ کی پیٹھ پہ بیٹھی ہیں اور کربلا سے پیاسی چلی آرہی ہیں۔ جب سکینہؑ اُمِ حبیبہؓ سے پانی مانگ کر یہ بتا رہی ہے کہ میں کربلا سے کتنی پیاسی آرہی ہوں۔ تو

بی بی زینب بھی پیاسی ہے نا۔ اس وقت کا خطبہ بھی دیکھ لیجیے اور دربارِ شام کا بھی دیکھ لیں۔

شرابی لعین کے سامنے، جو اپنی ساری طاقت کا مظاہرہ اپنے دربار میں کر رہا ہے۔ ایک رسّی میں اٹھارہ گلے اس طرح بندھے ہیں کہ سکینہؑ نہ بیٹھ سکتی ہے نہ کھڑی ہو سکتی ہے۔ بیٹھتی ہے تو بھیا سجادؑ کا گلا دُکھتا ہے، کھڑی ہوتی ہے تو اپنا گلا دُکھتا ہے۔

اس رسّی میں بندھی ہوئی زینبؑ کا خطبہ سنیے۔

آج کے دن اہلِ بیتؑ شام میں داخل ہوئے ہیں۔

شام میں داخلے کے حوالے سے دو جملے ہیں:

جس طرح کربلا سے یہ قافلہ چلا اور شام میں داخل ہوا تو بی بی زینبؑ جس طرح کربلا سے چلی ہیں نا، شام میں اس طرح داخل نہیں ہوئیں اور سکینہؑ بھی جس طرح کربلا سے چلی ہے اس طرح شام میں داخل نہیں ہوئی۔

ابھی ابھی مجھ سے پہلے جو مرثیہ پڑھا جا رہا تھا:

یَا بُنَیَّةُ اِلَیَّ اِلَیَّ

اس میں ایک لفظ کی تو تشریح تھی۔ جب سکینہؑ کو شام میں دفن کیا گیا تو جلتے ہوئے کُرتے میں تھیں۔

یہ کُرتہ جلا کہاں سے؟

ایک جملہ اور بھی آتا ہے اور وہ یہ کہ لہو بھرا کُرتہ جب سکینہؑ کربلا سے چلی تھیں تو سکینہؑ کے کُرتے میں لہو نہیں تھا۔ جلا ہوا بے شک تھا۔ جب شام میں قافلہ داخل ہوا تو سکینہؑ کا سارا کُرتہ خون میں بھرا ہوا تھا۔

سکینہؑ شام میں داخل ہو رہی ہے۔ لہو بھرے کُرتے کے ساتھ۔

یہ راستے میں کون سی ایسی منزل آ گئی کہ سکینہؑ کا کرتہ لہو بھرا ہو گیا۔

ریاض القدس کی روایت ہے کہ قافلہ چل رہا ہے۔ نہ محملیں ہیں، نہ اماریاں ہیں، بچے تو پھر بھی ماؤں کی گود میں بٹھائے گئے ہیں۔ سکینہؑ کو کسی بی بیؑ کی بھی گود میں بیٹھنے کی اجازت نہیں ملی۔

بی بی زینبؑ نے کہا: شمر میری بچی کبھی اکیلے نہیں بیٹھی اگر محمل بھی ہوتی ہے تو اس میں بھی اکیلے نہیں بیٹھی ہے۔ یہ تو بے محمل کی سواری ہے، یہ بچی گر جائے گی۔

عزادارو!

آخر راستے میں سکینہ اونٹ سے گر گئی۔ جنابِ زینبؑ کو خبر ملی تو بے چین اور بے تاب ہو کر اونٹ سے زمین پہ آئیں اور سکینہؑ کو ڈھونڈتی ہوئی چلیں۔

اَیْنَ سَکِیْنَہ؟

"بیٹی سکینہؑ! کہاں ہو پھوپھی کو جواب دو؟"

سکینہؑ کا جواب نہ آیا۔ ایک جگہ جھاڑیوں کے درمیان سیاہ پوش ضعیفہ بی بی نظر آئی۔ دیکھا کہ ان کی گود میں ننھی سکینہؑ سر رکھے ہوئے سو رہی ہے۔

بی بی زینبؑ حیران ہوئیں وہ اس لیے کہ کربلا سے لے کر شام تک تو سکینہؑ کو نیند بھی نہیں آئی۔ باباؑ کے نرم سینے پہ سونے والی کو کہیں بھی نیند نہیں آئی لیکن آج سو گئی۔

بی بی زینبؑ نے یہ منظر دیکھا، انسانی نفسیات کہتی ہے کہ زینبؑ کو تڑپ کر آگے بڑھ کر بچی کو اُٹھانا چاہیے تھا؟

لیکن نہیں ___ ایسا نہیں ہوا۔

ہوا کیا؟

بی بی زینبؑ رُک گئیں اور حیرت کے عالم میں دو جملے کہے:

پہلا جملہ یہ کہا: اب تک تو جو بھی آیا وہ بچّی کو طمانچے لگاتا آیا۔ اب تک تو جو آیا کوڑے مارتا آیا۔ آپ کون ہیں جو اس بچّی پہ مہربانی فرمارہی ہیں؟

دوسرا جملہ یہ کہا: ارے! سکینہؑ کو نیند آئی تو کیسے آئی؟ وہ تو بابا کے علاوہ کسی کی گود میں نہیں سوتی؟

نقاب پوش بی بی نے کہا: زینبؑ! اگر میں اس بچّی پہ رحم نہ کروں تو اور کون رحم کرے گا۔

جنابِ زینبؑ نے گھبرا کر کہا: بی بی! آپ کی آواز سنی ہوئی لگ رہی ہے، جانی پہچانی آواز ہے، آپ ہیں کون؟ اپنا تعارف تو کرایئے۔

اس بی بی نے چہرے سے نقاب ہٹائی اور فرمایا: زینبؑ! کیا تو مجھے نہیں پہچانتی میں تیری ماں فاطمہ زہراؑ ہوں۔ کربلا سے لے کر یہاں تک ہر منزل پہ تیرے ساتھ ساتھ ہوں۔

بس آخری جملہ!

بی بی زینبؑ سکینہؑ کو لے کر آئیں۔

شمر سے کہا: اے شمر! میں نے تجھ سے کہا تھا کہ یہ بچّی اکیلے سواری پہ نہیں بیٹھی، اسے کسی بی بی کے ساتھ بٹھا دے۔ اس بار تو گر گئی ہے دوبارہ نہ گرے۔

شمر ملعون کہتا ہے: اے یہ بچّی نہیں گرے گی میں نے سارا انتظام کرلیا ہے۔

شمر کے انتظام بھی بڑے عجیب ہوتے تھے۔

کربلا میں سارا لشکر پریشان تھا، یزید کے لشکر کو علی اصغرؑ کا لاشہ نہیں مل رہا۔ کہاں دفن کیا گیا ہے؟ شمر ہی ڈھونڈ کر لایا تھا۔

کیسے ڈھونڈ کر لایا؟

شمر ملعون نیزہ لے کر گیا تھا۔ زمین میں نیزہ گاڑتا تھا اور نیزہ نکالتا تھا۔ ایک بار جو نیزہ نکالا تو نوک نیزہ پہ ششماہے کا ننھا سا لاشہ۔

ایک بار چلتے چلتے یہ قافلہ رستے میں رُک گیا اور پتہ چلا کہ سرِ حسینؑ والا نیزہ اپنی جگہ سے آگے نہیں بڑھ رہا۔ سارے سپاہی کوشش کر کر کے تھک گئے۔

شمر ملعون نے کہا: میں کوشش کرتا ہوں۔ وہ ملعون سرِ حسینؑ کے قریب نہیں آیا بلکہ میرے مظلوم آقا سجادؑ کے قریب آیا۔ کوڑا اُٹھا کر امام سجادؑ کی کمر پہ مارا اور کہا:

سجادؑ! جب تک تیرا بابا! نہیں چلے گا اس وقت تک تجھے کوڑے کھانا پڑیں گے۔

شمر ملعون کے طریقے سب سے الگ ہوتے تھے۔

کہا: زینبؑ! گھبراؤ نہیں اب سکینہؑ نہیں گرے گی۔ میں نے انتظام کر لیا ہے۔

کیا انتظام کیا ہے؟

کیا سکینہؑ کے لیے کوئی اماری لے کر آ گیا؟

نہیں!

شمر کے ہاتھوں میں ایک رسّی نظر آ رہی ہے۔ سکینہؑ کو لے کر آیا۔ اُونٹ کی پیٹھ پر اُلٹا لٹا دیا۔ رسّی کے ذریعے سے ننھی بچّی کا سارا بدن اُونٹ کی پیٹھ سے باندھا۔

بی بی زینبؑ سے مخاطب ہوا: زینبؑ! اب سکینہؑ نہیں گرے گی۔

عزادارو!

اب سکینہ گری تو نہیں لیکن بابا! کے نرم سینے پہ سونے والی بچّی اُونٹ کی سخت

پیٹھ پر ہے اور اُونٹ دوڑ رہا ہے۔

جب شام میں قافلہ داخل ہوا رسّی کھولی گئی، سکینہؑ کو اُتارا گیا۔ سارا جسم زخمی ہے۔ سارا کرتہ سکینہؑ کے خون سے بھرا ہوا ہے۔ اُونٹ کی ساری پیٹھ ننھی سکینہؑ کے خون سے تر ہے۔

زینبؑ کیا کرے؟

ایک بار عباسؑ کے کٹے سر کو دیکھا اور رو کر کہا:

عباسؑ! ذرا آ کر دیکھ لے، جب تُو نہ رہا تو تیری بھتیجی سکینہؑ کو کیا کیا مصائب برداشت کرنا پڑ رہے ہیں۔

وَسَیَعْلَمُ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْٓا اَیَّ مُنْقَلَبٍ یَّنْقَلِبُوْنَ ○

